سلسلۂ انجمن ترقی اُردو نمبر ۳۱

تاریخِ مللِ قدیمہ

Checked 1975

(سلسلۂ تاریخِ مللِ قدیمۂ مشرق)

مُصنّفۂ سینوبس (فرانسیسی) جس کو مرزا محمد علی خاں فرو کا ملک
ایرانی نے فارسی میں ترجمہ کیا

مترجم اُردو

سید محمود اعظم فہمی

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

بنام مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ علی گڈھ میں طبع ہوئی ۱۹۲۱ء ۱۳۳۹ھ

ن… ۱۰۰۰ جلد] دصدر دفتر انجمن ترقی اُردو واقع اورنگ آباد دکن شایع ہوئی) [قیمت فی جلد

فہرستِ مطبوعات انجمن ترقی اُردو

فلسفۂ تعلیم ہربرٹ اسپنسر کی مشہور تصنیف اور مسئلہ تعلیم کی آخری کتاب ہے غور و فکر کا بہترین کارنامہ اور والدین و معلّم کے لیئے چراغِ ہدایت ہے تربیت کے زبانی قوانین کو اس قدر صحت کے ساتھ مرتب کیا ہے کہ کتاب الہامی معلوم ہوتی ہے اس کا نہ پڑھنا گناہ ہے قیمت سے ۳ر

القول الاظہر ابن مسکویہ کی معرکۃ الآرا تصنیف الفوز الاصغر کا اُردو ترجمہ ہے۔ ابن مسکویہ آسمانِ علم و فضل کا آفتاب تھا یہ کتاب فلسفۂ اقلیمی کے اصول پر لکھی گئی ہے اور مذہب اسلام پر انھیں اصول کو منطبق کیا گیا ہے اس کو بمبئی یونیورسٹی نے سرکاری کتب خانوں کے لیے تجویز کیا ہے قیمت صرف عہ ر

نپولین اعظم ایبٹ کی مستند کتاب کا اُردو ترجمہ ہے کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ نپولین کی زندگی بشری جدّ و جہد کا آخری باب ہے واقعات کی داد یا تو سکندر کی زبان ادا کر سکتی ہے یا تیموریہ کی زبان، ترجمہ آسان اور عام فہم مکمل پانچ جلد ہے قیمت ۵ عہ

رہنمایانِ ہند مشہور کتاب پروفٹس آف انڈیا کا ترجمہ ہے شروع میں ہندو مذہب کے برگزیدہ عقائد کا بیان فاضلانہ مگر دلکش پیرایہ میں لکھا ہے اس کے بعد سری کرشن جی مہاراج کی سوانح عمری اور گوتم بدھ کے پُر اثر حالات آتے ہیں آخری حصہ میں شنکر اچاریہ رامانج اور رامانند کا ذکر ہے قیمت عہ ر

اُمرائے ہنود پانسو سے زیادہ ہندو اُمرا کے حالات قلمبند ہیں۔ یہ اُمرا سلاطینِ مغلیہ کے زمانہ میں بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز تھے کتاب گویا ان متعصب اور ناواقف مورخوں کا جواب ہے جو اسلامی حکومت پر تعصب کا الزام لگاتے ہیں۔ قیمت حصہ اوّل ۶ حصہ دوم عہ ر

Checked 1993

تاریخِ مللِ قدیمہ

فہرست مضامین

تاریخ مصر قدیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمہ

علمِ تاریخ کی تعریف انسانی زندگی کے گذرے ہوئے واقعات بیان کرنے کو (اصطلاح میں) تاریخ کہتے ہیں۔

تاریخ مختلف قوموں کے ظہور، تنزّل، ترقی، آثار، حالات، آداب، رسوم، عقائد، اور مشہور لوگوں کے کارنامے بیان کرتی ہے۔ اور جو جو اہم امور ظہور پذیر ہوئے ہیں اُن کے اسباب اور نتائج بتاتی ہے۔

تاریخ کے فائدے تاریخ میں آدمی کے لیئے بہت کچھ فوائد ہیں۔ مختصر یہ کہ تاریخ جاننے والا اُن تمام تجربات سے تھوڑے عرصہ میں واقف ہو جاتا ہے جنھیں

اگلے لوگوں نے تمام عمر صرف کرکے حاصل کیا تھا اور تاریخ نہ جاننے والوں سے بہتر سمجھ سکتا ہی کہ کیا کام کرنا چاہیئے اور کس سے بچنا چاہیئے۔

تاریخ سے پہلے کا زمانہ اگلے لوگوں کی تحریروں سے ہم اُس زمانہ کی پوری تاریخ معلوم کرسکتے ہیں لیکن چونکہ ابتدا میں آدمی لکھنا نہ جانتے تھے اِس لیئے وہ اپنے حالات نہیں لکھ سکتے تھے۔ یہی وجہ ہی کہ اُن واقعات سے جو انسانوں پر ابتدائی زمانہ میں گذرے ہم بے خبر ہیں۔

اُس زمانہ کو جب سے انسانوں کے حالات ہم کو معلوم ہیں "تاریخی زمانہ" کہتے ہیں اور اُس سے پہلے زمانہ کا نام "تاریخ سے پہلے کا زمانہ" ہی۔ لیکن تاریخ سے پہلے کے زمانہ کے بھی بعض آثار ایسے ملتے ہیں جن کی بدولت ہم معلوم کرسکتے ہیں کہ وہ لوگ کس طرح کی زندگی بسر کرتے تھے۔

جو کچھ اب تک معلوم ہوا ہی وہ یہ ہی کہ ایک زمانہ میں انسان غاروں میں رہتے تھے۔ جانوروں اور مچھلیوں کا شکار اُن کا کھاجا تھا۔ اور استعمال کی چیزیں اور آلات جن پر اُن کی زندگی کا مدار تھا پتھر اور ہڈی کے بناتے تھے۔ یعنی لوہے اور تانبے کی جگہ پتھر کو تراش کر تیر تبر نیزہ اور چھُری وغیرہ تیار کرتے تھے۔

جس زمانہ میں انسانوں کی زندگی کی یہ حالت تھی اُسے **عہدِ حجری قدیم** کہتے ہیں۔

اِس عہد کے بعد ایک زمانہ اور ایسا آیا کہ اُس میں بھی انسان محض شکار ہی پر بسر کرتے تھے لیکن اُنھوں نے بہ نسبت پہلے زمانہ کے کچھ ترقی کر لی تھی مثلاً وہ پتھر کے اوزار وغیرہ کے علاوہ مٹی کے برتن بھی رکھتے تھے اور اُن کے بعض اوزار گھسے ہوئے پتھر کے ہوتے تھے اور بعضوں نے چھوٹے چھوٹے گھر بھی بنائے تھے ۔ جانوروں کی ایذا سے بچنے کے لیئے لکڑی اور تختوں کے گھر چھوٹی چھوٹی جھیلوں کے اندر بنائے تھے ۔ اور گھریلو جانور جیسے گائے، بکری، گھوڑا کتا بھی یہ لوگ رکھتے تھے ۔ بعض گیہوں اور اناج بھی بوتے تھے ۔ سوت کاتنا اور کپڑا بنّا بھی جانتے تھے اِس زمانہ کو **عہد حجری جدید** کہتے ہیں ۔

اِس کے بعد آہستہ آہستہ لوگوں نے تانبہ کانوں سے نکالا اور اُس سے کچھ سامان اور کچھ اوزار تیار کیئے پھر رانگ کی کان دریافت کی اور رانگ تانبہ میں ملا کر اُس سے برنجی اوزار و ہتیار بنائے ۔ اِس طرح انسانی زندگی نے بہت ترقی کی اور اپنے مفید مطلب کامیابی پائی ۔ اس ترقی یافتہ زمانہ کو **عہدِ برنجی** Age of Bronze کہتے ہیں ۔

اِس دور کے بعد جب انسان نے اور ترقی کی تو لوہے کو کان سے برآمد کر کے اُس کو کام میں لائے ۔ اُس سے اپنے اوزار ہتیار اور اپنی ضرورت کا سامان تیار کیا ۔ اِس صورت سے اپنے کام میں اُنھوں نے بہت آسانیاں پیدا کر لیں ۔ اِس زمانہ کو **عہدِ آہنی** کہتے ہیں ۔ اور ہمارا زمانہ اِس ہی زمانہ کا آخری حصہ ہے ۔

غرض معلوم ہوا کہ انسان پہلے وحشی تھے۔ اُنھوں نے اپنے زندگی کے طریقہ کو آہستہ آہستہ بدل کر اپنی ضرورت کے سامان اور آلات کی تکمیل کی اور مہذّب ہوگئے۔ لیکن تمام دنیا کے انسانوں نے برابر ترقی نہیں کی۔ بعض بہت جلد متمدّن ہوگئے اور بعض کچھ دیر میں بلکہ بعض قبیلے اور قومیں اب تک وحشی ہیں اور بعض نیم وحشی اور بعض پوری طور پر متمدّن ہو چکی ہیں۔

انسانوں کی قسمیں سب انسان اگرچہ ایک ہی قسم کے ہیں لیکن اُن کے افراد قد و قامت بدن اور کھوپری کی ترکیب شکل و صورت رنگ و روپ بال اور آنکھوں وغیرہ میں ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ فرق ضرور رکھتے ہیں جو انسان کہ اِن سب باتوں کے لحاظ سے ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اُن کو ہم ایک نسل قرار دیتے ہیں۔ اِس طرح سے انسان کی ممتاز نسلیں چار ہیں۔

پہلی سفید نسل جس کا رنگ اور چمڑا سفید ہے۔ ناک اور ہونٹ پتلے بال نرم اور گھونگر والے ڈاڑھی گھنی۔ یہ لوگ یورپ، مغربی ایشیا اور شمالی افریقہ میں رہتے ہیں۔

دوسری زرد نسل جس کا رنگ اور چمڑا زرد اور کسی قدر روکھا چہرہ چھوٹی اور دھسی ہوئی، بال سخت اور ڈاڑھی کم ہوتی ہے۔ چینی، جاپانی، مغل اور تُرک اِس نسل سے ہیں۔ یہ لوگ ایشیا کے شمال و مشرق میں رہتے ہیں۔

تیسری سیاہ نسل جس کا رنگ اور چمڑا سیاہ ناک چوڑی ہونٹ موٹے

بال سخت اور اون کی طرح موٹے ہوتے ہیں۔ اِس نسل کے لوگ افریقہ میں رہتے ہیں

چوتھی (قرمزی) سرخ نسل جن کے بدن کا رنگ تانبہ کا سا ہوتا ہے اور

اُن کے اعضا کی ترکیب زرد نسل سے ملتی جلتی ہے۔ امریکہ کے قدیم رہنے والے

اسی نسل سے ہیں۔

سیاہ اور سرخ رنگ کی اقوام ترقی و تمدن تک بہت کم پہونچی ہیں بلکہ اب

تک وحشی ہیں یہی وجہ ہے کہ اُن کی کوئی تاریخ نہیں ہے۔

زرد نسل بہت پُرانے زمانہ سے متمدّن ہوگئی ہے لیکن اُس کا تمدن عرصہ

سے ایک حالت پر قایم ہے کوئی مزید ترقی نہیں کی اس لیئے اُن کی تاریخ بھی ہمارے

لیئے کوئی دلچسپی اور اہمیت نہیں رکھتی البتہ جس نسل نے سب سے جلد اور سب سے زیادہ

ترقی کی وہ سفید نسل ہے۔ لیکن مورّخ اس نسل کو بھی دو حصّوں میں تقسیم کرتے ہیں

ایک آریائی Aryan دوسری سامی Semitignes (آریائی یا

آریا لوگوں سے ہندوستانی ایرانی اور اکثر اہلِ یورپ مراد ہیں اسی وجہ سے

اِس شاخ کو ہند و یوروپی بھی کہتے ہیں۔

لیکن ان دونوں شاخوں کا فرق صورت اور جسمانی ساخت کے لحاظ سے

نہیں ہے بلکہ حالات وصفات اور زیادہ تر زبان کی اختلاف کے اعتبار سے ہے

چنانچہ آرین فرقوں کی زبانیں اگر غور سے دیکھا جائے تو گو ظاہر میں بہت فرق معلوم

ہوگا لیکن حقیقت میں بہت ملتی جلتی ہیں۔ یہی سامی فرقوں کی زبانوں کا حال ہے

لیکن آرین اور سامی فرقے باہم کچھ نہیں ملتے جُلتے۔

تاریخ کی تقسیم اوپر کے بیان سے معلوم ہوا ہوگا کہ جس قوم کی تاریخ کا پڑھنا ہمارے لیئے ضروری ہے وہ سفید نسل کی اقوام کے متعلق ہے۔ لیکن کُل سفید قومیں بھی ایک ہی وقت میں تاریخی زمانہ میں داخل نہیں ہوئی ہیں بعض قومیں آج سے پانچ چھ ہزار سال پیشتر متمدن ہوئیں اور اُسی وقت سے اُن کی تاریخ کا بھی پتہ چلتا ہے اور کچھ قومیں اس کے بہت بعد۔ لیکن جس زمانہ سے ہم کو تاریخی واقعات ملتے ہیں وہ پانچ چھ ہزار برس سے زیادہ کا نہیں ہے۔ اِسے بھی کئی مختلف دَور میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اُس دَور کو جو ہم سے قریب ہے **عصرِ جدید** کہتے ہیں اور اُس زمانہ کو جو ہم سے بہت دُور ہے **عہدِ قدیم** کہتے ہیں۔ **عصرِ جدید** ظہورِ اسلام سے شروع ہوتا ہے جس کو اس وقت تک تیرہ سو سال ہو چکے ہیں۔ اور اسلام سے قبل کا زمانہ عہدِ قدیم ہے۔

یورپ کے مورّخ عصرِ جدید کو دو سو سال قبل ظہورِ اسلام سے شمار کرتے ہیں یعنی اُس وقت سے جب کہ روم کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر یورپ کا نقشہ بدل گیا تھا۔ اِس طرح عصرِ جدید کے تقریبًا ایک ہزار پانسو سال ہوتے ہیں۔ لیکن اس زمانہ کے بھی تین حصّے کئے گئے ہیں۔ ایک ہزار سال تک چونکہ دنیا کی حالت نہ تو عہدِ قدیم کے طرز پر تھی اور نہ عہدِ جدید کے طرز پر۔ لہذا اُس کو عہد متوسطہ اور آخری پانسو سال عصرِ جدید کا جزو ہیں۔ اُن کے آخری سو سال کا نام **دورِ معاصرت**

رکھا گیا ہی۔

سنہ کا آغاز

ہم تاریخی واقعات نقل کرنے میں یہ کہنے کے محتاج ہیں کہ فلاں واقعہ فلاں وقت ہوا۔ اور سنہ کے شمار کرنے میں ضروری ہی کہ ہم کسی سال کو شروع قرار دے کر ہر واقعہ یوں بیان کریں کہ وہ اُس سے اتنے سال پیشتر یا بعد میں واقع ہوا ہی۔

مسلمان اپنے سنہ کا آغاز اُس سال سے کرتے ہیں جب حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ میں آئے سالِ ہجرت سے اب تک تیرہ سو ستائیس سال ہوئے ہیں اور یہ سنہ ہجری قمری ہوتا ہی۔

اہلِ یورپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تاریخ ولادت سے سنہ کا آغاز کرتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ کی پیدایش سے اب تک ۱۹۰۹ سال ہوئے ہیں اور یہ سنہ عیسوی شمسی ہی۔

قدیم تاریخی قومیں

علم تاریخ کو شروع کرتے وقت ضروری ہی کہ قدیم تاریخ کی ابتدا کی جائے لیکن جیسا کہ بیان کیا گیا ہی تمام انسان قدیم زمانہ میں ایک دم متمدن نہیں ہوئے تھے وہ پرانی قومیں جنھوں نے دُنیا میں اہمیت پیدا کی یعنی بڑے بڑے کام کیے اور اپنے بعد اپنے اثر چھوڑ گئیں بہت کم ہیں۔

اُن میں سے بعض زمینِ مشرق اور بعض زمینِ مغرب میں گذری ہیں۔

مشرق کی مشہور قومیں۔ مصری۔ کلدانی۔ آشوری۔ یہودی۔ فنیقی اور

ایرانی ہیں۔ اور مغرب کی مشہور قومیں یونانی اور رومی ہیں۔ لیکن ہمارا مقصد اِس کتاب میں صرف مشرقی مشہور اقوام کے حالات بیان کرنا ہی۔

علم تاریخ کے ماخذ

پُرانی تحریریں اور خصوصاً قدیم کتبے جو باقی رہ گئے ہیں وہ علم تاریخ کا بہترین ماخذ ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے تک مورخین کو کتابوں کی طرف رجوع کرنے کے سوا اور کچھ چارہ نہ تھا لیکن اب بعض اور چیزیں بھی ایسی ہیں جنکے دیکھنے اور غور کرنے سے علمائے تاریخ نے بہت کچھ معلومات حاصل کرلی ہی اور تاریخی دنیا میں اپنی مُفید اور جدید معلومات سے بہت کچھ اضافہ کیا ہی وہ چیزیں "آثارِ قدیمہ" ہیں جیسے کہ عمارتیں اور قدیم مکانات، کتبے، تصویریں، نقوش، اور اوزار آلات سامانِ خانہ داری، سکّے، خطوط، اور زبانیں وغیرہ۔ اِسی بنا پر مورّخین کوشش کرتے رہتے ہیں کہ حتیٰ الامکان قوموں کے پُرانے آثار معلوم کریں اور اِس مقصد کے لیے کثیر مصارف برداشت کرتے ہیں اور محنتِ شاقہ گوارا کرکے پُرانے شہروں اور کھنڈروں میں اُن کی تلاش کرتے ہیں۔ اس وقت تک بہت سے اہم نتائج حاصل ہوچکے ہیں جن میں سے بعض بیان کئے جاوینگے۔ آیندہ بھی نئے معلومات حاصل ہونے کی اُمید کی جاتی ہی۔

باوجود ان کوششوں اور محنتوں کے بہت سے تاریخی واقعات ابتک یا تو بالکل نامعلوم یا مبہم ہیں۔ اور ہر قوم کے پورے پورے حالات سے ہم بے خبر ہیں۔ قدیم تاریخوں کا زیادہ حصہ بالکل افسانہ ہی۔ کیونکہ ہر قوم

ابتدا میں اپنے حالات لکھنے سے بالکل مجبور تھی۔ بعض واقعات زبانی ایک نے دوسرے سے سن کر تحریر کئے اُن روایات میں تغیر و تبدل قصداً اور سہواً ایسا ہو گیا ہے جو تاریخ کو حقیقت سے دُور کر دیتا ہے۔

پہلا حصّہ

تاریخِ مصر

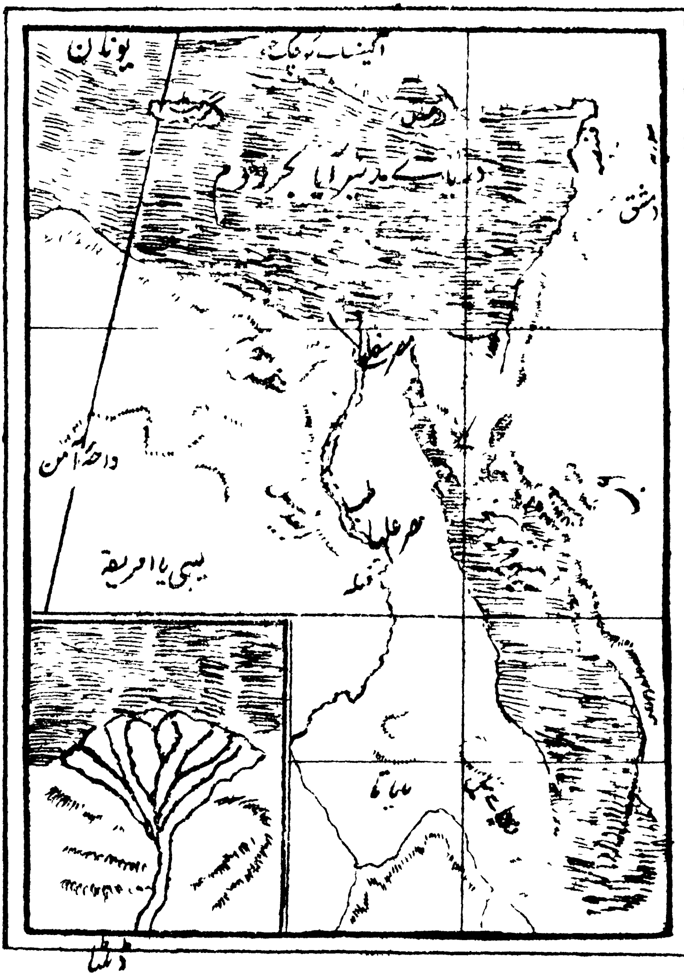
پہلی فصل - قدیم سلطنتِ مصر کی تاریخ

سلطنتِ مصر کا بیان

دریائے نیل - نیل دنیا کے بڑے دریاؤں میں سے ایک دریا ہے۔ شمالی افریقہ کے تمام دریا اِسی سے آملتے ہیں - یہ دریا اُن پتھروں کی چٹانوں کے عبور کرنے کے بعد جہاں آبشار بنا ہے یا اصوان کی صورت ظاہر کرتا ہے۔ صحرائے شن ز ا ری سے ہوکر بحرابیض کی طرف جو بحرِ روم کے نام سے مشہور ہے ہل جاتا ہے لیکن اِس سمندر میں گرنے سے پہلے اِس کی چند شاخیں ہو جاتی ہیں - ہر شاخ ایک خاص گذرگاہ سے بہہ کر سمندر میں داخل ہو جاتی ہے وہ شاخیں ہمیشہ ایک ہی تعداد میں نہیں رہتیں بلکہ کم اور زیادہ ہوتی رہتی ہیں چنانچہ عرصہ تک اِس کی سات شاخیں رہی ہیں جن کو "نیل کے سات دہانے" کہتے تھے (دریائے نیل کے انہی حدود کے اندر جس میں آبشار بنا ہے واقع ہے چند اور بھی آبشاریں ہیں چونکہ آبشار کو مصری لوگ شلالہ کہتے ہیں اِس لیئے وہ شلالہ ہائے نیل کے نام سے مشہور ہیں) -

ہر سال فصلِ بہار میں خطِ استوا کے اطراف کی بارش اور ولایت حبشہ کے برفوں

کا پگھلنا دریائے نیل میں طغیانی پیدا کردیتا ہے اور دریا کا پانی اپنے حدود سے بڑھ کر اُس تمام سرزمین کو جو اُن آبشاروں کے شمالی جانب واقع ہے سیراب کردیتا ہے۔



ڈیلٹا

قدیم ملک مصر کا نقشہ

ماہِ اپریل و مئی میں جب کہ دریاے نیل میں طغیانی شروع نہیں ہوتی تمام ملک مصر خشک بلکہ جلنے کے قریب ہو جاتا ہی اُس زمانہ میں جنگل سے ایک ہوا چلتی ہی جس کو بادِ خمسین کہتے ہیں وہ ہوا درختوں کے پتوں کو گرا کر خاک اور ریت میں ملا دیتی ہی اُس وقت ہوا کی حدّت تنور کی گرمی کے مشابہ ہوتی ہی اور فضا اس قدر گرد و غبار آلود ہو جاتی ہی کہ سونا مشکل ہوتا ہی۔ دریاے نیل کا عرض آدھا رہ جاتا ہی اور پانی جھیل کی مانند ہو جاتا ہی اور اُس کے تمام کناروں پر کیچڑ پیدا ہو جاتی ہی۔ پھر شمالی ہوا چلتی ہی جس سے ہوا گرد و غبار سے پاک ہو جاتی ہی درخت نئے سرے سے سرسبز و شاداب ہوتے ہیں اور دریاے نیل کسی قدر بڑھ جاتا ہی اُس کا رنگ سبز اور پانی گدلا ہو جاتا ہی۔ چھ مہینہ تک پانی سودان کے جنگلوں میں رُکا رہتا ہی اور اب طغیانی کی وجہ سے اُس میں بہاؤ پیدا ہو جاتا ہی ان چند ایام کو سبز نیل کا زمانہ کہتے ہیں۔ یہ زمانہ تین چار روز سے زیادہ نہیں رہتا اِس زمانہ میں دریا کا پانی شاید میں شدید درد پیدا کر دیتا ہی حالانکہ باقی اور تمام دنوں میں خوشگوار و لطیف ہوتا ہی اس کے بعد سے دریا کا پانی زیادہ گدلا ہونے لگتا ہی۔ آخر دس روز کے بعد نیل سرخ کا وقت آجاتا ہی پانی کا رنگ سرخ ہو جاتا ہی جیسے کوئی خونیں نہر ہو۔ اُس پانی میں مٹی بہت زیادہ ملی ہوئی ہوتی ہی اُس پر بھی پینے میں بے ضرر اور خوشگوار ہوتا ہی اُس وقت تمام زمین پر پانی پھیل جاتا ہی تھوڑی سی خشکی جو معلوم ہوتی ہی یہ وہ آبادی ہی جو ٹیلوں پر ہی باقی تمام زمین اُس سرخ پانی میں ڈوب جاتی ہی اس پانی میں قریے جزیروں کی طرح نظر آتے ہیں۔ جو بند باندھ کر باہم ملا دیئے جاتے ہیں اُس وقت گرمی بھی کم ہو جاتی ہی اور تمام انسان اور حیوان اُس پانی میں نہا کر تازہ دم ہو جاتے ہیں اور فرحت پاتے ہیں مچھلیوں کے گروہ کے گروہ پھرتے ہیں جن کے سینے چاندی کی طرح چمکتے ہیں اور ہزاروں قسم کی چیسٹریوں اور پرندوں سے ہوا بھر جاتی ہی۔ مختصر یہ کہ دریاے نیل سات آٹھ گز اپنی اصلی سطح سے بلند ہو جاتا ہی۔ آفتاب کے برج میزان میں آنے کے زمانہ میں اس کی یہی حالت

رہتی ہی پھر گھٹنا شروع ہوتا ہی یہاں تک کہ ماہ جدی کے شروع میں اپنی اصلی سطح اور اپنے حدود پر آجاتا ہی۔ اُس وقت اُس کا پانی صاف ہو کر اپنا اصلی نیلا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔

دریائے نیل جب گھٹ کر اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہی تو اپنی ساحلی اراضی پر بہت سی مٹی چھوڑ جاتا ہی جس میں بے مشقت کاشت ہو سکتی ہی اور ہر قسم کی روئیدگی نہایت سرعت کے ساتھ اُگتی اور پھیلتی ہی۔ ماہِ قوس میں یعنی اُس وقت جب کہ دریائے نیل گھٹنا شروع ہوتا ہی تخم ریزی بتدریج کی جاتی ہی اور وہ حمل اور ثور کے مہینوں میں پک کر تیار ہوتا اور کاٹ لیا جاتا ہی۔

ملکِ مصر۔ مملکتِ مصر دریائے نیل کی وادی اور اُس کی شاخوں کا نام ہی۔ وادی نیل دریا کے دونوں طرف ایک تنگ اور لمبا حاشیہ ہی جس کو ننگے یعنی بے درخت پہاڑوں کے دو سلسلے اور جنگل صحرائے کبیر شن زار سے الگ کرتے ہیں۔ اِس وادی کی جنوب میں ایک زمین بہت تنگ ہی جو بعض جگہ ایک ہزار گز سے بھی کم ہی مگر شمال کی جانب چوڑی زمین ہی جس کا عرض بیس ہزار گز تک ہی اور اس حصّہ کو مصر علیا اور مصر متوسّط کہتے ہیں۔

جس زمین پر نیل کی شاخیں بہتی ہیں اُس کو نشیبی مصر کہتے ہیں۔ زمانۂ سابق میں اسے ڈلیٹا کہتے تھے۔ کیونکہ اس کی شکل یونانی حرف ڈلیٹا کی طرح مثلثی ہی۔ اس مثلث کا ایک ضلع سمندر کا کنارہ اور دو ضلعے نیل کی دو شاخیں ہیں۔ یہ ڈلیٹا یا نشیبی مصر (مصر سفلی) ایک وسیع جنگل ہی جس کی پیمایش ۲۳ ہزار کلیو میٹر مربّع ہی اور بہت سی ندّیاں اُس کی سطح کو قطع کرتی ہیں اِس رقبہ کی زمین دریائے نیل کی طغیانی کی وجہ سے ہمیشہ مرطوب رہتی ہی اور ندی کی گذرگاہیں برابر بدلتی رہتی ہیں۔ دریا کا پانی جب تک سمندر میں پہونچے صحرائی ہوا کے شعلہ زن جھونکوں کے سبب جابجا ٹھیر جاتا ہی اور اُس سے بڑی بڑی جھیلیں بن جاتی ہیں جن کا پانی مائل بہ شوریت ہوتا ہی اور اُن کی وجہ سے آب و ہوا خراب ہو جاتی ہی۔

پُرانے زمانہ میں تمام ڈلٹا سمندر میں غرق تھا لیکن جو مٹی دریائے نیل کے پانی میں

ملی ہوئی آتی تھی وہ رفتہ رفتہ تہ نشین ہوتی رہی اور ایک زمانہ گزرنے کے بعد ڈلٹا کی شکل نمودار ہوئی۔ اب بھی دریائے نیل اسی کام میں مشغول ہے اور ہر سال اُس کے دہانے ایک گز کے قریب آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یعنی وہ سمندر کو خشکی اور صحرا بنا رہا ہے۔

مصر میں بارش بہت کم ہوتی ہے بعض دفعہ پورا سال گذر جاتا ہے اور مطلق بارش نہیں ہوتی۔ اگر مصر صرف بارش کا محتاج ہوتا تو وہ آج بنجر اور ویران نظر آتا لیکن دریائے نیل خود بڑھ کر اراضی کو سیراب کرتا ہے اور واپسی کے بعد اُس میں اسقدر پانی رہتا ہے جو آب پاشی کے لیئے کافی ہوتا ہے اِس طرح بارش کی تلافی ہوجاتی ہے۔

ہیرڈوٹس یونان کا مشہور مورّخ اور سیّاح کہتا ہے کہ مصر ایک تحفہ ہے جس کو نیل لایا ہے۔ کیا پانی کیا مٹی دونوں دریائے نیل سے حاصل ہوتی ہیں اگر نیل کا رُخ بدل جائے تو مصر صحرائے اعظم کی طرح جس نے اُس کو دو طرف سے گھیر رکھا ہے ایک رتیلا اور بنجر میدان بن کر رہ جائے۔ چونکہ قدیم مصری واقف تھے کہ نیل کس حد تک اُن کے فوائد اور خیر و برکت کا باعث ہے اِس لیئے اُسے اپنا معبود سمجھتے تھے اور خدا کی طرح اُس کی پرستش کرنے لگے تھے اور اُس کی برکتوں کے شکر گزار تھے۔

مصر اِس بابرکت دریا کی وجہ سے جو ہر سال اُس ملک کی سرزمین کو سیراب کرتا ہے دنیا کے بہترین اور زرخیز ممالک میں گنا جاتا ہے۔ جاڑوں میں جب نیل کا پانی گھٹ جاتا ہے تو مصر کی تمام زمینیں سبزہ زاروں اور باغوں سے معمور ہوجاتی ہیں وہاں گیہوں اسقدر جلد پیدا ہوتا ہے کہ سال میں دو یا تین مرتبہ بویا اور کاٹا جاتا ہے۔

اُن بلند زمینوں میں جو طغیانی کے بعد خشک ہوجاتی ہیں گیہوں اور جو بوتے ہیں اور اُن میں باقلا اور مسوڑ بھی پیدا ہوتی ہے اور وہ نشیبی زمینیں جو پانی اُتر جانے کے بعد تر رہتی ہیں اُن میں سبزہ اُگ آتا ہے وہاں گائے اور بکریوں وغیرہ کو چراتے ہیں دریا کے کناروں پر جو جھیلیں ہیں اُن میں مرغابیوں، بگلوں اور بہشتی پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ

پھرتے ہیں - اور مرغابی کی ایک خاص قسم جس کو فرانس میں ایلیس کہتے ہیں یہاں بہت پائی جاتی ہے اس کے پاؤں اور چونچ لمبی، پر اور بازو سفید اور سر سیاہ ہوتا ہے - ان جھیلوں میں طرح طرح کی گھاسیں پیدا ہوتی ہیں، جو مصر کے ساتھ مخصوص ہیں -

مثلاً ڈلٹا کی جھیلوں میں ایک قسم کی گھانس پائی جاتی ہے جس کو عربی میں بردی اور فرانسیسی میں پاپیروس (*Papyrus*) کہتے ہیں - یہ گھانس لمبی اور نازک ہوتی ہے - پرانے زمانہ میں اس سے مقوے کی طرح سے ایک چیز بناتے تھے اور اُس پر لکھتے تھے -



پاپیروس

ایک اور گھاس بالائی مصر میں ہوتی ہے - جس کی تین قسمیں ہیں - سفید - آبی - قرمزی سفید اور آبی میں خشخاش کے مانند ایک پھل پیدا ہوتا ہے جس کے دانے چھوٹے چھوٹے

ہوتے ہیں اور قرمزی ہیں شہد کے چھتّے کی طرح ایک پھل ہوتا ہی جس کے ہر سوراخ سے زیتون کی گٹھلی کے برابر ایک دانہ نکلتا ہی اور وہ کھایا جاتا ہی اُسے باقلاّئے قبطی کہتی ہیں (اس گھانس کو اہلِ یورپ لوٹس کہتے ہیں)

دریائے نیل میں اب سے پہلے گھڑیال اور آبی گھوڑے (Hippopotame) بھی پائے جاتے تھے اس وجہ سے اُس کے کنارے بہت خطرناک تھے۔ مصری گھڑیال اکثر چھ گز لمبا ہوتا تھا اور کبھی کبھی خشکی میں آکر حملہ کرتا اور سالم آدمی کو نگل جاتا تھا۔ دریائی گھوڑا بھی اکثر کشتی پر حملہ کر اس کو غرق کر دیتا تھا۔ لیکن اب ان دونوں حیوانوں کی نسل منقطع ہوگئی ہی۔ دریائی گھوڑا مدتوں سے نہیں دیکھا گیا۔ گھڑیال البتہ آخر زمانہ میں پایا گیا تھا مگر دخانی جہازوں کے خوف سے وہ بھی بھاگ گیا ہی۔



گھڑیال

مصر میں جنگل نہیں ہی۔ پہاڑ کے دامن میں پتھر کی چٹانیں خودرو گھاس اور درختوں سے خالی ہیں چونکہ کھیتی کے لیئے زمین کم ہی اس لیئے تمام زمین کھیتی کے لیئے لے لی گئی ہی دشت بھی پہاڑوں کی طرح درختوں سے خالی ہیں۔ البتہ چھوٹے چھوٹے میدان اقاقیا اور شورگز کے مانند کانٹے دار درختوں سے بھرے ہوئے پائے جاتے ہیں اور اُن میں میوہ دار درخت مثلاً انار انجیر زرد آلو اور خرما بھی ہیں۔

اِس خاکِ مصر پر جو پُرلطف و دلکشا باغوں سے چھپی ہوئی ہی تقریباً گیارہ کرور آبادی ہی حالانکہ اُس کی پیمائش ۲۹ ہزار کلیو میٹر مربع سے زیادہ نہیں ہی جو بہت سے ممالک

کے برابر ہے جب اس تناسب پر نظر کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یورپ کا کوئی ملک بلحاظ گنجانی مردم شماری کے مصر کو نہیں پہونچتا۔ لیکن زمانہ قدیم میں جب فرعون کی سلطنت تھی اُس وقت آبادی اس سے زیادہ تھی۔

مصری قوم ۔ مصر کے قدیم آدمی دراز قد اور نازک جسم ہوتے تھے اُن کے کندھے چوڑے بازو پتلے ہاتھ نرم پانوں کی پنڈلیاں پتلی پانوں چوڑے اور نازک سر بڑے پیشانی چپٹی اور تنگ ناک چھوٹی اور گول آنکھیں خوشنما اور تیز ہونٹھ موٹے اور ٹھوڑی گول ہوتی تھی۔

مصر والوں کی ہیئت میں اب تک تغیر نہیں ہوا ہے۔ اب بھی وہی پُرانی شباہت پائی جاتی ہے خصوصاً کاشتکار اور دیہاتی لوگوں کی صورت پانچ ہزار سال پیشتر کے مجسموں سے ملتی ہے۔ جس وقت فرانس کے سیاح ماریٹ نے ایک قبر کو کھودا اور اس سے ایک لکڑی کا مجسمہ برآمد ہوا تو دیہاتیوں نے اُس شباہت کی وجہ سے جو اُس میں اور حال کے لوگوں میں پائی جاتی تھی کہا کہ یہ ہمارے گاؤں کا سردار ہے اور یہی اُس مجسمہ کا نام ہو گیا۔



گانوں کا سردار

ظاہری طور پر مصری اُن قوموں سے ہیں جو ایشیا سے نکل کر سویز ہوتی ہوئی وہاں پہونچی ہیں۔ لیکن جس زمانہ سے تاریخی دَور شروع ہوتا ہے وہ اُن لوگوں کے مصر پہونچنے کے بہت بعد ہے۔

قدیم مصری سلطنت

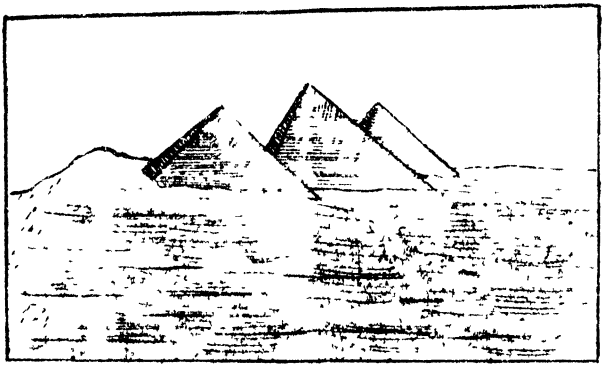
شہر منفس اور اگلے شاہانِ مصر کے سلسلے

ولادتِ مسیح سے تقریباً پانچ ہزار سال پیشتر تمام ملکِ مصر ایک بادشاہ کے تحت میں آیا۔ لیکن اس تاریخ سے کچھ پہلے انسان مُلکِ مصر میں پہونچ چکے تھے اور دریائے نیل کے ساحلوں کے قریب رہتے اور کھیتی کرتے تھے۔ اِسی زمانہ میں شہر منفس جو مصر کا قدیم پایۂ تخت تھا آباد کیا گیا۔ منفس کے معنی ہیں "اچھا مکان" مصری کتابوں میں اسے منف لکھا ہے۔ بہرحال یہ شہر نیل کے دائیں ساحل پر اُس مقام سے جہاں دریائے نیل ڈیلٹا بناتا ہے جنوب کی طرف چند میل کے فاصلہ پر آباد کیا گیا اور اس خیال سے کہ نیل کے طوفان سے آبادی کو کوئی نقصان نہ پہونچے ایک سد قایم کی گئی۔ اس سد کو سات ہزار سال گزر چکے لیکن ابھی تک موجود ہے۔ شہر منفس حضرت مسیح سے ایک ہزار سال بعد (یعنی ہجرت سے چار سو سال بعد) تک آباد تھا اُس کے بعد تباہ ہو گیا اُس کے کچھ پتھر شہر "قاہرہ" کی تعمیر میں صرف کیے گئے باقی دریائے نیل کی مٹی کے نیچے دب گئے۔

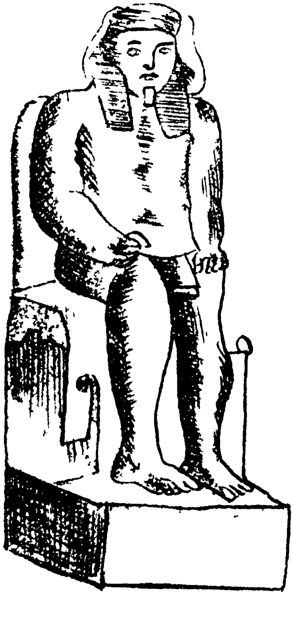
جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے مصر کے پہلے بادشاہ کا نام مِنِس تھا۔ اُس نے مصریوں کے لیے آداب و رسومِ مذہبی ترتیب دیئے اور اکسٹھ سال سلطنت کر کے وفات پائی وہ ایک دریائی گھوڑے کے حملے سے ہلاک ہوا۔

اُس وقت سے پانسو ستائیس سال قبل میلاد تک (اُس وقت تک جب کہ شاہِ ایران نے مصر کو فتح کیا) اِس سلطنت میں بہت سے بادشاہ فرعون کے لقب سے

تخت نشیں ہوئے اور اس چار ہزار پانسو سال کی مدت میں بادشاہوں کے ۲۶ سلسلے مصر میں فرماں روا ہوئے۔ لیکن شروع کے تین سلسلوں کے صحیح تاریخی حالات نہیں ملتے



اہرام



کفرن کا مجسّمہ

اہرام وابوالہول بخلاف پہلے تین سلسلوں کے چوتھے سلسلہ کے بادشاہ مشہور ہیں اُن میں سے تین بادشاہوں نے جن کے نام کیوپس (**Kiops**) کفرن (*Kephrin*) اور میسری نوس (**Mycerinus**) تھے نہایت مشہور اہرام تعمیر کیے۔



ابوالہول

یہ اہرام شہر منفس سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر اونچے میدان میں واقعہ ہی جہاں قبرستان تھا۔ کیونکہ اس مقام پر چھوٹے اہرام اور دوسری چیزیں ایسی پائی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہی کہ وہ سب مقبرے ہیں اس لیئے یہ تینوں اہرام قبرستان میں ہیں سب سے بڑا اہرام ایک سو چوالیس میٹر اونچا ہی اور کیوپس کے لیئے بنایا گیا ہی اس کی تیاری

[illegible]		گز	فیٹ	انچ	
۱۰ ملی میٹر	یا	۰	۰	۰٫۳۹۳۷	= ۱ سینٹی میٹر
۱۰ سنٹی میٹر	ء	۰	۰	۳٫۹۳۷۰	= ۱ ڈیسی میٹر
۱۰ ڈیسی میٹر	ء	۱	۰	۳٫۳۷۰۰	= ۱ میٹر
۱۰ میٹر	ء	۱۰	۲	۹٫۷۰۷۹	= ۱ ڈیکی میٹر
۱۰ ڈیکی میٹر	ء	۱۰۹	۱	۱٫ ۰۷۹	= ۱ ہیکٹو میٹر
۱۰ ہیکٹو میٹر	ء	۱۰۹۳	۱	۱٫ ۰۷۹	= ۱ کیلو میٹر

میں ایک لاکھ آدمی روزانہ کام کرتے تھے جو ہر تیسرے مہینہ تبدیل کر دیئے جاتے تھے اس طرح یہ تیس سال میں تمام ہوا ہے۔ پتھر دریائے نیل کے دوسرے کنارے سے کشتیوں پر لائے جاتے تھے جن کے لانے کے لیئے ایک خاص راستہ بنایا گیا تھا۔ پتھر ہرم کے اوپر پہونچانے کے لیئے نیچے سے اوپر تک ڈھلواں چبوترے بنائے گئے تھے جو اہرام کی تیاری کے بعد خراب کر دیئے گئے۔ دوسرا ہرم کفرن کے لیئے بنا ہے اور تیسرا جو سب سے چھوٹا ہے وہ میسری نوس کا مقبرہ ہے۔

جو شخص پہلے پہل اہرام کو دیکھتا ہے وہ اسے پتھروں کا ایک تودہ سمجھتا ہے اور یقین نہیں کرسکتا کہ یہ اندر سے خالی ہوگا۔ پہلے اس میں شک تھا کیونکہ صاف پتھر کے تختے ان کے چاروں طرف چنے ہوئے تھے اور اسقدر ہموار و صاف تھے کہ اوپر چڑھنا ممکن نہ تھا اور ایک دوسرے سے کچھ اس طرح ملائے گئے تھے کہ ایک بال برابر فصل بھی ان کے درمیان نہ تھا بعد کو اس پتھر کی دیوار میں شگاف کیا گیا تو اس کے اندر چھوٹے چھوٹے کمرے پائے گئے یہ کمرے تنگ گلیوں اور غلام گردشوں کے ذریعے سے باہم ملائے گئے ہیں ان میں سے ایک کمرہ میں بادشاہ کو دفن کیا ہے۔ میسری نوس کا تابوت ہرم میں مل گیا لیکن اور دو بادشاہوں کے تابوت اب تک دستیاب نہیں ہوئے کیونکہ ان اہرام میں اب سے پہلے انسانی مداخلت ہو چکی تھی اور اسی مداخلت سے بچنے کے لیئے اس زمانہ میں ان اہرام میں داخل ہونے کے رستے پوری احتیاط کے ساتھ پتھروں کی چٹانوں سے پوشیدہ کر دیئے گئے تھے۔ وہ بڑے بڑے پتھر جو اہرام کو ڈھانکے ہوئے تھے اکھاڑ ڈالے گئے ہیں یہاں تک کہ ان کی اصلی بناء ظاہر ہو گئی ہے۔

تعجب یہ ہے کہ وہی عرب جو سیاحوں کی رہنمائی کرتے ہیں اب بھی محض تفریح کے لیئے ہرم کے اوپر سے پتھر اکھاڑ کر نیچے گرا دیتے ہیں اسی طرح بڑے ہرم کی بلندی سے سات میٹر کم ہو کر ایک سو سینتیس میٹر باقی رہ گئے ہیں تاہم اب بھی یہ عمارت

دنیا کی بلند ترین عمارتوں میں سے ہی جو بلند نظر سیاحوں کو حیرت میں ڈال دیتی ہی یہ اہرام فضائے دشت میں دور سے سفید پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرح بلند نظر آتے ہیں۔

اگر انسان غور کرے کہ کس قدر پتھر اس مقام پر جمع کیے گئے ہیں اور ان کے منتقل کرنے میں کس قدر طاقت صرف کی گئی ہی۔ کیونکر وہ نیچے سے اوپر تک اس بلندی پر پہونچائے گئے ہیں تو اس کی حیرت و استعجاب میں اور بھی اضافہ ہوتا ہی۔ (کیوپس کے بڑے ہرم میں پانچ کرور میٹر مکعب پتھر ہیں)۔

ان اہرام کے قریب ایک بہت بڑا سر پتھر کا بنا ہوا ہی وہ سر ابو الہول کے مجسمہ کا ہی اس مجسمہ کو قدیم مصری من جملہ اپنے اور سب خداؤں کے ایک خدا موسوم بہ ہارمکیس (Harmakhis) کا نمایندہ سمجھتے تھے اور اسے سورج کا مظہر جانتے تھے۔

اس کا مجسمہ ابھی ریت میں دفن ہی لیکن اس کے گرد کی زمین کھود کر پورے دور کی پیمایش کرنے سے معلوم ہوا ہی کہ ابو الہول کا بدن شیر کا ہی جو لیٹا ہوا ہی اور پتھر سے تراش کر بنایا گیا ہی۔ اس مجسمہ کی بلندی ۱۹ میٹر ہی اور اس کے کان کا اندازہ ایک میٹر کیا گیا ہی۔

چھٹا سلسلہ۔ چھٹے سلسلہ کے دوسرے بادشاہ موسوم بہ پپی اوّل نے مصر سے باہر بھی فتوحات حاصل کیں۔ یعنی جنوب کی طرف سلطنت ایتوپی کو (Ethiopie) جسے اب سوڈان کہتے ہیں فتح کیا۔ مشرق کی طرف جزیرہ نماے سینا کو بھی اس نے فتح کیا جہاں سے تانبہ برآمد کیا جاتا تھا۔ ایک شہر اور چند عبادت گاہیں وہاں تعمیر کیں۔ پھر اس وقت سے سلطنت کے مصر سفلی سے مصر علیا میں منتقل ہونے تک کوئی حالات مصر کے بادشاہوں کے معلوم نہیں ہوتے۔

دوسری فصل

سلطنتِ طبّ

بارھواں سلسلہ۔ پہلے دس شاہی سلسلوں کے زمانہ تک مصر کا پایۂ تخت شمال یعنی مصرِ سفلی میں رہا۔ گیارھویں سلسلہ کی ابتدا سے شہر طب میں دار السلطنت تبدیل ہوگیا جو مصر علیا میں واقع ہے۔ طب کے بادشاہ ابتداءً تمام مصر کو اپنے قبضہ میں نہ لاسکے۔ وہ مدت دراز تک اس تیاری میں مشغول رہے مگر اُس زمانہ کے حالات بھی نہیں مل سکے۔ اور نہ تاریخ شاہان طب کے پہلے سلسلہ کے حالات معلوم ہوسکتے ہیں بارہویں سلسلہ کے بادشاہوں نے مصر کی ملحقہ سلطنتوں سے لڑائیاں شروع کیں۔ ان جنگجو بادشاہوں نے جنوب کی طرف آبشار اوّل سے آبشار چہارم تک تمام سرزمین یعنی نوبہ کو تسخیر کیا۔ اور شمال کی طرف جزیرہ نمائے سینا تک اپنے قبضہ میں لے آئے۔ اور تانبہ کی کانیں از سرنو نکالنی شروع کیں۔ نیز اپنے دشمنوں اور غارتگروں سے محفوظ رہنے کے لیئے ملک کے شمال وجنوب میں دیواریں اور قلعہ تعمیر کیئے۔

نہرِ مریس۔ چونکہ دریائے نیل کی طغیانی کی کمی بیشی پر ملک مصر کے باشندوں کی تنگ حالی اور آسودگی کا مدار ہے اس لیئے ہمیشہ اُس ملک کے بادشاہ اس کے پانی کے روکنے کے انتظامات میں مصروف رہے۔ اُنھوں نے نہریں جھیلیں اور بند وغیرہ بنائے جن بادشاہوں نے اِس کے متعلق کوششیں کی ہیں اُن میں یہ بارھواں سلسلۂ شاہی اور اُس میں بھی امنیمہات سوم (Amenemhat) خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

شہرِ منفس کے جنوب میں چند فرسنگ کے فاصلہ پر ایک قدرتی جھیل ہے جسے اب برکۃ القرون

کہتے ہیں۔ پرانے زمانہ میں یہ بہت بڑی تھی۔

بارھویں سلسلہ کے بادشاہوں کے بعض آثار وہاں ایسے پائے جاتے ہیں جن سے یونانی مورّخوں نے خیال کیا کہ اسے سلاطین مصری میں سے کسی نے بنایا ہی تاکہ جب نیل میں طغیانی آئے تو یہ لبریز ہو جائے اور خشک سالی میں پانی کی دقت نہو۔

بعض لوگ اس کی تعمیر کو آمینہات سویم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن ہیرڈوٹس یونان کا مشہور مورّخ و سیّاح جس نے پانچویں صدی قبل میلاد میں مصر کی سیاحت کی ہی مریس نامی بادشاہ کو اس تعمیر کا بانی جانتا ہی غرض کہ یہ جھیل قدیم زمانہ میں مریس (*Maris*) کے نام سے مشہور تھی اور مصر کے خاص آثار میں شمار کی جاتی ہی۔

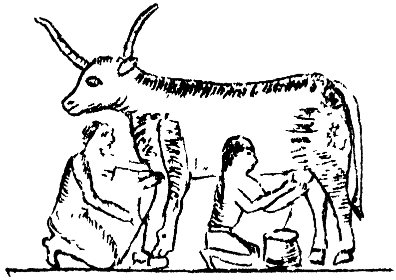
لابیرنٹ۔ یونانیوں کی تحریر سے معلوم ہوتا ہی کہ مریس کے مشرق میں ایک معبد تھا جس کی لمبائی دو سو میٹر اور چوڑائی ایک سو ستّر میٹر تھی اور اُسے لابیرنٹ (*Labyrinth*) کہتے تھے اُس معبد کا دروازہ جھیل کی طرف تھا جس پر سفیدی کی وجہ سے مرمر کا شبہ ہوتا تھا جو شخص اس معبد میں داخل ہوتا تھا اُسے پہلے بہت سے تاریک اور چھوٹے چھوٹے تاریک کمرے ملتے تھے جو سب مربع تھے۔ اور اُن کی چھت پتھر کی ایک سِل سے بنائی گئی تھی۔ اُن سب میں باہم ایک دالان کے ذریعہ سے راستہ تھا۔ اُسی تحریر کے مطابق یہ کمرے تین ہزار تھے اور جو اجنبی شخص اُس معبد میں چلا جاتا تھا وہ بغیر کسی واقف کار شخص کی رہبری کے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ اِن کمروں میں قدیم مصریوں کے معبودوں اور بادشاہوں کے مجسمے اور بہت سی متبرک چیزیں رکھی رہتی تھیں تاکہ وہ دھوپ، گرد و غبار اور حشرات سے محفوظ رہیں۔ لیکن لابیرنٹ کے متعلق یونانیوں کا یہ بیان صحیح نہیں ہی کیونکہ زمانۂ حال کے محققین نے معلوم کیا ہی کہ یہ معبد آمینہات سویم نے اپنے مقبرہ کے متصل بنوایا تھا اور اُس کا مقبرہ بھی دوسرے بادشاہوں کے مقبروں کی طرح ہرم کی شکل میں تھا۔

ہیرڈوٹس مورّخ (جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہی) کہتا ہی کہ اگرچہ اہرام جیسے میں نے

نے تھے اُس سے زیادہ دیکھے۔ لیکن لابیرنٹ کی داستان اُس سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی ہے

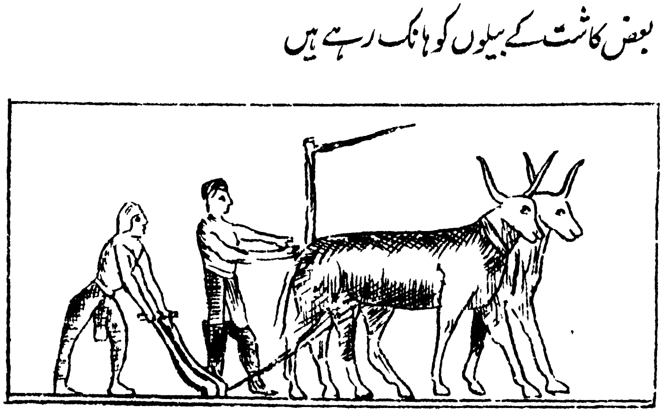
بارہویں سلسلہ کے بادشاہوں کے زمانہ میں مصریوں کا طرزِ معاشرت

سلاطینِ مصر کے بارہویں سلسلہ نے میلادِ مسیح سے دو ہزار پانسو برس قبل تک حکومت کی ہے گویا آج سے چار ہزار پانسو برس پہلے ملک مصر میں اُن کی حکومت تھی۔ اور اس وقت مصر کے لوگ متمدن تھے۔ اُس زمانہ کے مقبرے جو کھولے گئے ہیں اُن کی در و دیوار پر ایسے نقش بنے ہیں جو حیرت و تعجب میں ڈالتے ہیں۔ مثلاً دیہاتی آدمیوں کی تصویریں جن میں سے بعض گاے کا دودھ دوہ رہے ہیں۔



مصر کے دیہاتیوں کا گاے دُہنا

بعض کاشت کے بیلوں کو ہانک رہے ہیں



مصر کے دیہاتیوں کا کھیت جوتنا

بعض بیج بو رہے ہیں بعض گیہوں کاٹ رہے ہیں اور کھلیاں لگا رہے ہیں۔



مصر کے دیہاتیوں کا فصل کاٹنا

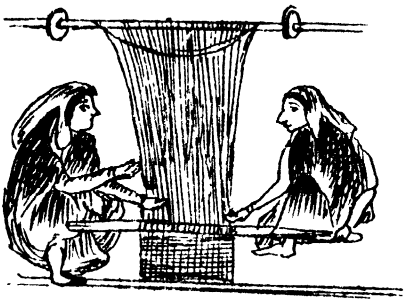
کچھ لوگ کاٹے ہوئے غلّہ پر بیلوں کو چلا کر انہ نکلوا رہے ہیں۔ بعض غلّہ تولنے اور اُس کو خچروں پر بار کرنے اور کشتیوں میں لادنے کا کام کر رہے ہیں۔ بعض آدمیوں کی تصویریں اس طرح بنی ہیں کہ وہ انگور چُنتے اور اُن کے دانے صاف کر کے نچوڑتے جاتے ہیں۔ اور شراب کو گھڑوں میں بھر کر سرداب میں لیجا کر وہاں رکھتے جاتے ہیں۔

بعض تصویروں میں سنگ تراش پتھروں کو تراش رہے ہیں۔



مصر کے کاریگروں کی معماری

شیشہ گر بوتلیں بنا رہے ہیں۔ کمہار مٹّی کے برتن بنا کر آوہ لگا رہے ہیں۔ موچی تاجر اور کپڑا بُننے والی عورتیں اپنے اپنے کام میں مشغول ہیں۔



مصری عورتوں کا کپڑے بُننا

سرکاری آدمی ہاتھوں میں ڈنڈے لیے کاریگروں پر مسلّط ہیں اور اُن سے کام لے رہے ہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو دیواروں پر نقش ہیں۔ ان کے علاوہ ایک کتاب ہاتھ لگی ہے جو ایک منشی نے اپنے لڑکے کی تعلیم کے لیے لکھی ہے وہ اُس میں کاریگروں کی تکلیفوں کا ذکر کرتا ہے اور لکھتا ہے:۔

اے فرزند میں تیرے لیے چند پیشوں کی حالت بیان کرتا ہوں تاکہ تجھ کو معلوم ہو کہ اُن میں کیا تکلیفیں اُٹھانی پڑتی ہیں اور کن کن دقتوں کا سامنا ہوتا ہے معماروں کو دیکھ کہ فنِ تعمیر میں کیسی مصیبتیں جھیلتے ہیں اور کس طرح دیواروں پر چڑھتے ہیں۔ اُن کے ہاتھ کیسے سخت ہوجاتے، اُن کے کپڑے کسقدر پُرانے اور پھٹے ہوئے ہیں۔ وہ دن بھر میں ایک مرتبہ اپنی کمر سیدھی کرسکتے ہیں اور اس طرح مشقت سے جو روٹی کماتے ہیں اُس سے اپنے بچوں کی پرورش کرتے ہیں۔ کپڑا بُننے والی عورتیں ان سے زیادہ بدقسمت ہیں۔ اُن کے گھٹنے ہمیشہ پیٹ سے لگے رہتے ہیں۔ اور سانس لینے کے لیے صاف ہَوا سے محروم رہتی ہیں اُنھیں روزانہ اپنے قرارداد کے مطابق کپڑے کی ایک خاص مقدار تیار کرنی پڑتی ہے اگر کسی دن اُس مقدار میں کپڑا تیار نہ کرسکیں تو اُن کو سزا

دی جاتی ہی۔ رنگریزوں کے ہاتھوں میں مچھلیوں کی ایسی بُو آتی ہی اُن کی آنکھیں
خراب ہو جاتی ہیں مگر وہ اپنے کام کو نہیں چھوڑ سکتے۔

جس منشی نے یہ سب باتیں لکھی ہیں اُس نے صرف منشی گری کو پسند کیا ہی جس کے ذریعہ سے اُس نے شاہی ملازمت حاصل کی ہی وہ اپنے لڑکے کو اِس پیشہ کا شوق دلانے کی غرض سے کہتا ہی:۔

اے میرے بیٹے میں نے جس قدر پیشے اور دستکاریاں دیکھیں اُن میں سے
کوئی کام منشی گری سے بہتر نہیں ہی۔ جو شخص بچپن سے اس میں مشغول ہو جاتا ہی وہ
بہت عزت اور بڑا عہدہ حاصل کرتا ہی۔

طب کے بادشاہوں کی طاقت پانسو برس سلطنت کرنے کے بعد رفتہ رفتہ گھٹنی شروع ہوئی۔ چودھویں سلسلہ میں اتنی بھی قوت نہ رہی کہ وہ اپنی حکومت کی حفاظت کر سکتا۔
قبائل ہکسس ۔ اُن جنگلوں میں جو ملک مصر کو شام سے جدا کرتے ہیں چند **قبیلے** (گروہ) رہتے تھے۔ جو جانوروں کے گلّے چراتے تھے اور اسی پر اُن کی بسر اوقات تھی۔ یہ قبیلے بڑے جنگجو تھے اور کبھی گھر نہیں بناتے تھے۔ اُن کی زندگی خیموں اور چھولداریوں میں بسر ہوتی تھی۔ وہ جس جگہ جانوروں کے کھانے کے قابل گھانس پاتے وہاں اپنے اونٹوں اور بکریوں کے گلّوں کے ساتھ قیام کرتے تھے۔ جب وہاں چارہ ختم ہو جاتا تو آگے بڑھ جاتے اور کسی دوسرے مرغزار کو تلاش کرتے۔ عرب کے بدو اب بھی اِسی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔

چودھویں سلسلہ کے آخر بادشاہوں کے زمانہ میں ان قبیلوں میں سے بعض جمع ہو کر خاکنائے سویز سے گذرے اور اُنھوں نے ملک مصر پر حملہ کیا۔ ملک کو تاراج کیا شہروں کو جلایا آدمیوں کو قتل کیا۔ عورتوں اور بچّوں کو قید کیا اور تمام ڈیلٹا پر متصرف ہو گئے۔ اور اپنے گروہ میں سے ایک شخص کو جس کا نام سالاتیس (*Salatis*) تھا بادشا

مقرر کرلیا۔ سالاتیس نے شہر منفس کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا۔ اور اس خوف سے کہ کوئی دوسرا قبیلہ ملک مصر پر تاخت نہ کرے خاکنائے سویز کے قریب شہر اوارس (Avaris) کی جگہ پر ایک بہت بڑا قلعہ تعمیر کیا جس میں دو لاکھ چالیس ہزار سپاہی رہ سکتے تھے۔

اِس نئے بادشاہ کا لشکر یہیں رہتا تھا اور خود سالاتیس بھی ہر سال یہاں آکر اُن کی قواعد اور جنگی مشق کا تماشہ دیکھتا اور اُن کو تنخواہ اور انعام تقسیم کرتا۔ آخر کار اس بادشاہ کے جانشینوں نے اِس فوج کی مدد سے تمام ملک پر قبضہ کرلیا۔

مصر کے لوگ ان اجنبی بادشاہوں کو ہکیس (Hyksos) یعنی چوریا ڈاکو کہتے تھے۔ بادشاہوں کے اس طبقہ سے مصر کے لوگ ہمیشہ بیزار رہے اور اُن کو ملعون، نجس، جذامی، طاعونی وغیرہ کہتے تھے۔

سلاطین ہکیس کا زمانۂ سلطنت دو سو سال تک رہا۔ فراعنہ قدیم کی طرح یہ بادشاہ بھی مصری اہلکاروں اور منشیوں کے ذریعہ سے سلطنت کرتے اور معابد اور عمارتیں بناتے تھے۔ لیکن اپنے اصلی وطن سے بھی تعلق رکھتے تھے۔ اِن لوگوں کی سلطنت کے زمانہ میں بہت لوگ ایشیا سے مصر میں گئے منجملہ اُن کے حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر بھی تھے جو اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کے ذریعہ سے مصر میں تشریف لائے تھے۔

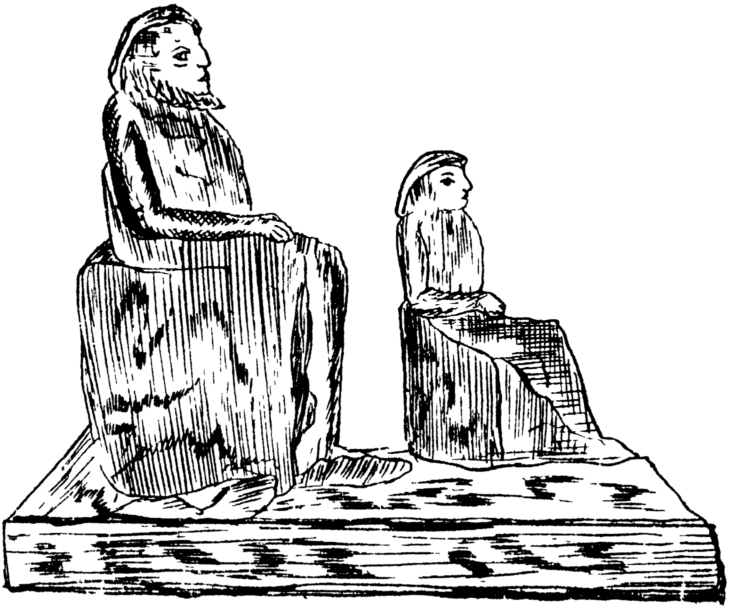
طب کی نئی سلطنت۔ شہر طب میں مصر کے جو اصلی شہزادے رہتے تھے اُنھوں نے دو صدی تک سلاطین ہکیس کی اطاعت کی لیکن آخر کار علم بغاوت بلند کیا اور سو برس تک کشت و خون کے بعد اپنے اسلاف کی سلطنت کو غیروں کے پنجہ سے چھڑا لیا۔ باوجود اس کے بعض شاہزادگانِ ہکیس تھے جو رود نیل اور جنگل کے درمیان ڈلٹا کے مشرق میں ٹھہر گئے تھے وہ اُنھیں حدود میں رہے اور مصر کے لوگوں نے بھی کچھ مزاحمت نہ کی تاہم اُن کے ساتھ حقارت کا برتاؤ کرتے تھے اور اُنہیں مجبور کیا کہ وہ اپنے لیئے قلعے اور شہر بنائیں۔

شاہانِ طب سپاہی اور مزدور بھرتی رکھتے تھے اور اُن سے لڑائیوں اور تعمیرات میں کام لیتے تھے۔ ان بادشاہوں میں سے طوطمس اوّل (Thoutmis) اپنی تمام فوج کے ساتھ کل ملک شام پر قبضہ کرتا ہوا دریاے فرات کے کنارے تک جا پہونچا۔ اور اس غرض سے کہ اُس کا نام باقی رہے اُس نے وہاں کتبے ترتیب دیئے۔ مصر کا لشکر اُس وقت تک مصر سے اتنی دور کبھی نہ آیا تھا۔

طوطمس کے جانشینوں نے اکثر لشکرکشی کی اور شاہان سوریہ (ملک شام) کو بار بار مغلوب کیا۔ شامی ہر بار شکست کھا کر مطیع ہوجاتے تھے اور خراج دینے کا اقرار کرلیتے تھے لیکن جب مصری لشکر واپس جاتا تھا اور وہ دیکھتے تھے کہ اب مصر والے دوسرے کام میں مشغول ہیں تو پھر بغاوت اور سرکشی کرنے لگتے تھے۔ مجبورًا مصری حکومت کو پھر لشکر کشی کرنی پڑتی تھی۔ اس بنا پر جانشینانِ طوطمس کی اہم فوج کشیاں تو شمال مشرق ہی کی جانب ہوئی ہیں۔ مگر جنوب کی طرف سودانیوں اور مغرب کی طرف صحراے افریقہ کے قبائل کا زور توڑنے کے لیئے بھی اُنھوں نے وقتاً فوقتاً اپنی فوجوں کو حرکت دی ہے۔

اٹھارھویں سلسلہ کے فراعنہ میں طوطمس سیوم نہایت مقتدر بادشاہ تھا وہ بھی اہلِ سوریہ سے لڑا۔ اُس کی لشکرکشی تاخت تاراج۔ قتل و غارت کی تفصیل اور وہ غنیمتیں جو اُس نے وہاں سے حاصل کیں اُن سب کا حال بعض تصاویر سے معلوم ہوتا ہے جو اُس نے اپنے تعمیر کردہ محلات کی دیواروں پر منقوش کرائی ہیں۔

مجسمۂ ممنن۔ اٹھارھویں سلسلہ کے بادشاہوں میں ایک بادشاہ آمنوفیس سیوم (Amenophis) نامی تھا۔ اُس کے پاس دو بڑے مجسمے تھے ہر ایک پورے پتھر سے تراشا گیا تھا مگر اُن میں سے ایک مجسمہ زلزلے سے خراب ہوگیا۔ یعنی تھوڑا سا ٹوٹ کر گرگیا۔ اس واقعہ کے بعد ہر روز صبح کو طلوع آفتاب کے وقت اُس مجسمہ سے ایک آواز سنی جاتی تھی جو تارِ چنگ کی آواز سے مشابہ تھی۔



شہر طبؔ میں ممن کا مجسمہ

مصری کہتے تھے کہ وہ مجسمہ آواز دیتا ہی یونانیوں کا خیال تھا کہ مجسمہِ ممن (Mem-non) دیوتا کا ہی جو اُرُر (Aurore) یعنی سفیدۂ سحری کا لڑکا ہی۔ لڑکا ہر روز اپنی ماں کی آمد کے لیئے ان آوازوں میں تسبیح و تہلیل کرتا ہی۔ ہادرین (Hadrien) قیصرِ روم نے جب اس واقعہ کو سنا تو اُس نے اپنی بیوی کے ساتھ مصر کا سفر کیا تاکہ خود اس مجسمہ کی آواز سُنے۔

لیکن ایک اور قیصر کو جس کا نام سیپٹم سور (Septinee) تھا خیال آیا کہ مجسمہ کی مرمت کرادی جائے اور زلزلہ سے پہلے وہ جیسا تھا ویسا ہی بنا دیا جائے چنانچہ اُس کی مرمت کردی گئی۔ اُس وقت سے وہ آواز خود بخود موقوف ہوگئی۔ عقلمندوں نے اس آواز کی یہ وجہ ظاہر کی ہی کہ اُس مجسمہ کے پتھر میں جو شگاف پڑ گیا

تھا اُس میں شبنم داخل ہوتی تھی اور وہ آفتاب کی اوّلیں شعاعوں سے بخار بن کر جب اُس شگاف میں سے نکلتی تھی تو اُس مجسمے سے ایک آواز پیدا ہوتی تھی۔ مرمت ہونے سے جب وہ شگاف نہ رہا تو وہ آواز بھی بند ہو گئی۔

اُنیسواں سلسلہ اس سلسلہ میں دو بادشاہ بہت مشہور ہیں۔ کیونکہ اُنھوں نے بہت فتوحات حاصل کیں۔ ایک کا نام ستی اوّل (Sati) اور دوسرے کا نام رامسس ثانی (Ramsis) ہے۔



رامسس ثانی کا مجسمہ

ستی نے کئی بار سوریہ پر لشکر کشی کی لیکن شاہان شمال یعنی شام نسبتہً پہلے سے زیادہ قوی ہو گئے تھے اس لیئے ستی کو اُن سے صلح کر لینی پڑی مگر اُس نے جنوب کی طرف نوبہ کے تمام حبشی قبائل کو مُطیع کر لیا۔ اور اُن میں سے بہت لوگوں کو قید

ر کے مصر میں آیا ستی اوّل نے طب کے ایک معبد کی دیوار پر دو موقعوں کی تصویریں کھنچوائی ہیں اُن میں سے ایک میں اُس کی تصویر زبردست تند و [illegible] کے پیچھے ہیں تو قیدی گرفتار تھے - اور اُس تصویر کے نیچے اُن قبیلوں کے نام تحریر تھے جن کو ستی نے مغلوب کیا تھا نیز یہ عبارت لکھی ہوئی تھی -

یہ اُن جنوبی اور شمالی قبیلوں کے ناموں کی فہرست ہے جن کو مقدس القابی نے زیر کیا اور جن قیدیوں کو وہ معبد آمن میں لایا ہے وہ شمار سے باہر ہیں -

ستی کا لڑکا رامسس دیم سز سٹرلیس Sesostris کے نام سے مشہور ہے اُس کا یہ نام یونانیوں نے رکھا ہے -



رعمسیس دوم کی مومیائی نعش

اِس بادشاہ نے اپنے باپ کی زندگی میں اُس کے اتفاق سے سلطنت کا کام ہاتھ میں لیا۔ اور جب سیتی ضعیف ہو کر خانہ نشین ہو گیا تو سرسٹرس نے سلطنت کا کام تنہا اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور سب سے پہلے اُن جنگجو لوگوں کو جو براہِ بحر ایشیائے کوچک سے آکر مصر کے مغربی حصہ پر حملہ آور ہوئے تھے دفع کیا۔

یہ حملہ آور اگرچہ گوری قوم کے تھے مگر اپنے بدن پر طرح طرح کے نقش و نگار بناتے تھے۔ وہ دھات کا بنا ہوا خود اپنے سر پر رکھتے تھے۔ یا کسی درندے کی کھوپری ٹوپی کی جگہ استعمال کرتے تھے اور اُس درندے کی کھال بھی شانوں سے لٹکی رہتی تھی۔ رامسس نے اُن کو مطیع و مغلوب کر کے اپنی خدمت میں رکھا اُس کے بعد حبش کے قبیلوں پر حملہ کیا اور اُن سے آبنوس کی لکڑی سونا اور ہاتھی دانت بطور خراج کے وصول کیا۔

جب رامسس دوم تختِ سلطنت پر بیٹھا تو اُس نے شاہانِ شام سے بھی لڑائی شروع کی اور اُن پر فتح حاصل کر کے اُن سے صلح کر لی پھر اُن سے ربط و اتحاد بڑھایا اور اِس لڑائی کی تفصیل چار معبدوں کی دیواروں پر بطور کتبے کے تحریر کرائی اور پنٹاور (Pintavur) نام ایک انشا پرداز نے اِس فتح کے متعلق مصری زبان میں چند اشعار کہے۔

اس شان و شوکت کے ساتھ رامسس کبیر نے چھیاسٹھ سال سلطنت کی اور اُس زمانہ کو بکثرت معابد و مکانات بنانے میں صرف کیا۔ ایک حد تک یہ کہنا بجا ہے کہ مصر میں کوئی ایسا شہر نہیں جس میں اِس بادشاہ کی بنائی ہوئی کوئی عمارت نہ ہو۔ لیکن بعض عمارتوں میں معماروں نے قدیم رامسس کا نام مٹا کر اُس جگہ اس نامور بادشاہ کا نام تحریر کر دیا ہے۔

رامسس کبیر ہی کے حکم سے مصر سفلی کے نہروں کی صفائی کی گئی۔ اور قلعوں و شہر پناہوں کی مرمت ہوئی اور اُن کو مضبوط بنایا گیا تاکہ شہر جنگلی ڈاکوؤں سے محفوظ رہیں نیز کئی شہر سرحدوں پر آباد کئے۔

مورخین یونان کہتے ہیں کہ سزسٹرلیس یعنی رامسس دویم نے ۶ لاکھ پیادوں اور پچیس ہزار سواروں کے ساتھ حملہ کرکے ایتوپی کو لے لیا۔ اُس کے بعد تمام شام ایران بلکہ ہندوستان تک کو اپنے قبضہ میں لاکر بحر خضر کے جنگلوں اور بحر اسود کے کناروں سے گذرتا ہوا واپس ہوا۔ اور نو برس کے بعد مصر واپس آا۔ اِس سفر کے زمانہ میں بہت سے مجسمے ایشیا میں بنائے اور نقشوں اور کتبوں کے ذریعہ سے اپنا نام باقی چھوڑا۔ لیکن یہ بیان ایک ایسی حکایت ہی جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

رامسس طب کے قریب دفن کیا گیا۔ اُس کا مقبرہ بھی مل گیا ہی۔ اور اُس کا بدن مومیائی کے ذریعے سے محفوظ کیا گیا ہی۔ جو اب تک قاہرہ کے میوزیم میں موجود ہی۔

رامسس دویم کے بعد اُس کا بیٹا مینفتاہ (Minephtah) تخت نشیں ہوا۔ اُس کے زمانہ میں ملک مصر پھر بیرونی لوگوں کی دست اندازی کا نشانہ ہوا یعنی جنگجو قبیلوں کا ایک لشکر جو دراصل ایشیائے کوچک کے رہنے والے تھے اور مصری اُن کو دریائے ممالک کے قبیلے کہتے تھے سمندر کی راہ سے کشتیوں پر آکر مصر کے مغرب کی طرف اُترا اور شاہ لیبی (Libye) کے لشکر کے ساتھ مل کر (جس کا ملک مغربی مصر سے ملحق تھا) ڈیلٹا پر حملہ آور ہوا۔ اور اس سے پہلے کہ مصری فوج جمع ہو ڈیلٹا پر قبضہ کرلیا۔ مینفتاہ نے مصر و شام سے لشکر جمع کرکے پھر اُن حملہ آوروں کے دفع کرنے کو بھیجا جس نے دشمن پر فتح پائی شاہ لیبی اور اُس کے ہمراہی بھاگ گئے اور ملکِ مصر محفوظ ہو گیا۔

خیال کیا جاتا ہی کہ حضرت موسیٰ کی معیت میں بنی اسرائیل کا اخراج مصر سے اسی مینفتاہ کے زمانہ میں واقع ہوا ہی۔ اگر اس فرعون کے زمانہ میں نہیں ہوا تو اُس انقلاب کے وقت ہوا جو اس بادشاہ کے بعد ملک مصر میں پیدا ہوا تھا۔ بہرحال وہ وقت اس کے زمانہ سے کچھ زیادہ دُور نہیں ہی۔ اور اس کا جسم مومیائی شدہ بھی اس زمانہ میں مل گیا

ہی اور موجود ہی۔

اُنیسویں سلسلہ کے آخری بادشاہ اپنے اقتدار کی بھی حفاظت نہ کرسکتے تھے اِس وجہ سے حکامِ صُوبجات نے اُن کی اطاعت سے پہلو تہی کی بلکہ بعض نے خود مختاری کا اعلان بھی کردیا۔ مصر سفلی میں باہر کے لوگ بہت تھے بعض صحرائی قبیلوں کی نسل سے تھے جو پہلے قوم ہِکیس کے ساتھ آئے تھے اور بعض وہ جنگی قیدی تھے جن کو ستی اور رامسس گرفتار کرکے لائے تھے اور عمارت وغیرہ بنانے پر مامور تھے۔ ان اجنبی لوگوں نے سرکشی کی جس کی بدولت مصر میں کئی سال تک پریشانی رہی۔ آخر ایک جدید سلسلہ تخت سلطنت کے حصول میں کامیاب ہوگیا۔ یہ زمانہ حضرت عیسیٰ کی ولادت سے تیرہ سو برس پہلے تھا

تیسری فصل

شاہانِ مصر کے آخری سلسلے

بیسواں سلسلہ اور تیسرا رامسس شاہانِ مصر کا نیا سلسلہ جو شمار کے لحاظ سے بیسواں سلسلہ ہی اُس نے حکومتِ مصر کو دوبارہ مستحکم کیا۔ اِس سلسلہ کے دوسرے بادشاہ نے طبس سے اُٹھ کر باہر کے آدمیوں کو ڈیلٹا سے باہر نکال دیا۔ اور تمام ملک اور اُس کے گرد و نواح پر شاہانہ قبضہ کرلیا۔ معابد اور آداب مذہبی کو پھر پہلے کی طرح جاری کیا۔

یہ بادشاہ جس کا نام رامسس سیوم تھا مصر کا آخری مشہور بادشاہ ہوا ہی۔ اِس نے ۳۲ سال سلطنت کی اور ہمیشہ اُس کی یہ کوشش رہی کہ رامسس دوم کی ایسی شان و شوکت حاصل کرے۔

مشرق کی طرف سے جنگی ڈاکوؤں نے اور مغرب کی طرف سے اہالی لیبی نے ملک مصر پر حملہ کیا تھا اُن کو اُس نے شکست دے کر حدودِ مصر سے باہر نکال دیا۔

اِس کے بعد نئے سر سے قبائلِ بحری نے پھر دست اندازی شروع کی۔ اس مرتبہ وہ سیدھے مشرق سے آئے بعض کشتیوں پر اور بعض خشکی سے خاکنائے سویز سے گذرتے ہوئے پلوزس کے قریب قلعہ برج رامسس کی دیواروں کے نیچے پہونچے خشکی اور دریا کے دونوں طرف سے حملہ آور ہوئے لیکن شکست کھائی۔ بعض واپس چلے گئے اور بعض نے شاہِ مصر کی خدمت واطاعت قبول کرلی۔ اور اُن سے مزدوروں کی ایک جماعت بنائی گئی جو اپنے قومی لباس اور شعار کے ساتھ مسلح رہتی تھی۔

سرحدوں پر امن وامان قایم کرنے کے لیئے بارہ برس تک لڑائیوں کے سلسلے جاری رہے اُس کے بعد رامسس سیوم بھی گزشتہ بادشاہوں کی طرح شہر طبس میں معابد وغیرہ بنانے میں مصروف ہوا اور ہر معبد کی دیواروں کو متعدد نقوش اور کتبوں سے آراستہ کیا۔ یہ نقش ونگار اور کتبے اُس کی فتوحات کی داستان بیان کرتے تھے۔

رامسس نے ایک معبد میں اپنے لیئے ایک مکان بنوایا اُس مکان میں منجملہ اور تصویروں کے ایک ایسا موقع ہی جس میں وہ بذاتِ خود اپنی بیویوں کے ساتھ شطرنج کھیلنے میں مصروف ہی۔

رامسس نے کشتیوں کا ایک دستہ بحر احمر کے راستہ سے عرب کے ساحلوں کی طرف بھیجا وہ کشتیاں بہت سے عطریات لے کر واپس آئیں اور اُن اطراف کے بادشاہوں کے ایلچی اُن کشتیوں میں شاہِ مصر کے دربار میں آئے اور قیمتی اشیاء اور تحفے بطور نذر پیش کیئے۔

رامسس نے ایک بہت بڑا خزانہ سونے چاندی اور جواہرات کا معبد آمن میں رکھا ہیرڈوٹس یونانی مؤرخ نے اُس خزانہ کے متعلق مصریوں سے عجیب عجیب حکایتیں سنی اور نقل کی ہیں۔

شاہانِ مصر کا بیسواں سلسلہ رامسس دوازدہم پر ختم ہوتا ہی جو اسی رامسس کے نسل سے تھا۔ اِسی سلسلہ کے زمانۂ سلطنت میں علاوہ فرعون وقت کے ایک اور شخص نے بھی بڑا اقتدار پیدا کیا تفصیل اس کی یہ ہی کہ مصری پہلے مشرک تھے اور بہت سے دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے اُس سلطنت کے شہروں میں سے ہر شہر کا تعلق ایک خاص دیوتا یا چند خاص دیوتاؤں کے ساتھ تھا۔ چنانچہ شہر طبس کے لوگ اپنے مخصوص دیوتا کو آمن کہتے تھے۔ جب شہر طبس ملک مصر کا پایہ تخت ہوگیا تو آمن نے رفتہ رفتہ اور سب دیوتاؤں پر برتری حاصل کرلی اور وہ سب سے زیادہ معزز مان لیا گیا۔

ہر دیوتا کا الگ ایک معبد اور چند خادم اور کاہن ہوتے تھے۔ آمن کے خدام اور کاہنوں کے رئیس نے رفتہ رفتہ احترام اور اقتدار کامل حاصل کرلیا اور بے شمار املاک اور بے حد نقد و جنس جو آمن کے لئے وقف تھی اُس کے قبضہ میں آگئی۔ اور وہ اس عظیم الشان مندر کی متعلقہ عمارات کی تولیت پر بھی قابض ہوگیا۔

رامسس دوازدہم کے زمانۂ سلطنت میں آمن کے بڑے کاہن نے جس کا نام ہیرہر (Herihor) تھا اپنے کو مصر علیا اور سفلی کا سب سے زیادہ معزز شخص اور کل فوج کا سردار اور دونوں سلطنتوں کا مالک قرار دیا۔

رامسس دوازدہم کے بعد اُس نے دونوں تاج اپنے سر پر رکھے جن میں سے ایک سلطنت کا تاج اور دوسرا کاہنوں کی سرداری کا تاج تھا اور معبد آمن کے اوّل کاہن کے لقب سے سلطنت مصر کی حکمرانی میں مصروف ہوا۔

اکیسواں بائیسواں و تیئسواں سلسلہ اُسی زمانہ میں ایک شخص نے جو فراعنہ کی نسل سے نہ تھا اپنے کو شہر تانیس میں فرعون کے لقب سے نامزد کیا اور تمام مصر سفلی پر قبضہ کرلیا اُس وقت مصر دو حصوں پر تقسیم ہوگیا۔ لیکن تانیس کے فرعونوں نے پھر دونوں سلطنتوں کو ایک کرکے اکیسویں سلسلہ کی بنیاد ڈالی۔ اُس وقت مصر کا پایہ تخت (دسویں صدی

قبل میلاد) طب سے پھر ڈیلٹا میں تبدیل ہو گیا۔

اجنبی جنگجو جو مصر میں رہ گئے تھے اور اُنھوں نے فرعون کی خدمت قبول کر لی تھی۔ رفتہ رفتہ مصری فوج میں جگہ لیتے اور اپنے پرانے لباس اور ٹوپی اور ہتھیار کو استعمال کرتے رہے یہاں تک کہ تمام مصری فوج میں یہی نظر آنے لگے فرعونِ وقت خاندان سلطنت کے شاہزادوں میں سے کسی ایک کو اُن پر حکمراں مقرر کر دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ شاہزادے خود مختار ہو گئے اور ملک مصر قریباً بیس بادشاہوں میں تقسیم ہو گیا۔ اُن میں سے بعض نے بادشاہ کا لقب اختیار کیا اور کسی نے شاہزادے یا کاہن اعظم ہی کے خطاب پر قناعت کی اور اپنے شہر میں خود مختار رہے۔

بائیسویں سلسلہ کا بھی یہی حال رہا۔ اس سلسلہ کا مقتدر بادشاہ شہر بوبیاست (Bubaste) میں رہتا تھا۔

تیئسویں سلسلہ کے بادشاہ تانیس (Tanis) میں رہتے تھے لیکن وہ گزشتہ شاہی سلسلوں کی طرح بے اختیار اور رہبت سے دشمنوں کے ساتھ کشمکش اور خانہ جنگیوں میں مصروف رہتے تھے۔

شاہانِ ایتوپی وادیِ نیل جو بالائی مصر میں واقع ہے اور جسے اب نوبہ کہتے ہیں پہلے اس کو ایتوپی (Ethiopie) کہتے تھے۔ اِس پر بارھویں سلسلہ کے بادشاہوں کے زمانہ سے فرعونوں کا تسلط ہوا اور بالآخر اس کا الحاق حکومت مصر سے ہو گیا۔

جب بائیسویں سلسلہ کے بادشاہوں نے آمن کے کاہنوں کو مصر سے نکال دیا تو اُنھوں نے اُس ملک میں پناہ لی اور ایک نئی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اِس سلطنت کا پایہ تخت ناپاتا (Napata) مقرر ہوا جو کوہ مقدس کے دامن میں آباد تھا۔ ناپاتا میں بھی آمن کا ایک معبد طب کے معبد کے طرز پر بنایا گیا وہی آداب و قواعد

جو طب میں جاری تھے یہاں بھی استعمال کیئے جاتے تھے۔ یہ لوگ قدیم مصری خطوط کا استعمال کرتے تھے جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ غرض ہر اعتبار سے یہ حکومت مصری حکومت کے مشابہ تھی۔

شاہان نپاتا نے قریباً ۷۵۰ قبل میلاد میں طب فتح کرنے کا ارادہ کیا اور وہ اس قصد میں کامیاب ہوگئے۔ پھر انھوں نے چاہا کہ تمام مصر پر قابض ہو جائیں۔ اُن میں سے ایک بادشاہ جس کا نام پیانخی (Piankhi) تھا شکرے کر ڈیلٹا میں آیا اور منفس پر قبضہ کرکے تمام شاہزادوں کو مجبور کیا کہ اس کی اطاعت قبول کریں اور اُسے تحفے اور ہدیے بھیجتے رہیں۔ لیکن اُس نے شاہِ مصر کا لقب اختیار نہیں کیا اور غنیمت میں سونا چاندی قیمتی اشیاء اور شام و عرب سے جمع کی ہوئی گراں بہا چیزیں لے کر نپاتا واپس چلا آیا۔

سائیس یعنی مصر سفلی میں شاہانِ مصر کا چوبیسواں سلسلہ پیدا ہوا لیکن نیوبی کے نئے کاہن سابا کن (Sabacan) نامی نے پھر ڈیلٹا کو فتح کرکے اس سرزمین کو اپنا مطیع بنایا اور فرعون یعنی شاہِ مصر کا لقب اختیار کیا۔ اِس طرح شاہانِ مصر کے پچیسویں سلسلہ کی بنیاد پڑی۔ سابا کن نے معبدوں کی مرمت کرائی۔ سڑکیں بنوائیں۔ نہروں کو صاف کرایا اور جن قیدیوں کے قتل کا حکم صادر ہو چکا تھا اُنھیں رہا کرکے ان کاموں میں لگوایا۔ کہتے ہیں کہ اُس کے زمانہ میں کوئی مجرم قتل نہیں ہوا۔

اُس زمانہ میں ایشیا میں سلطنتِ آشور کی طاقت بہت بڑھ گئی تھی اور وہ اپنی ہمسایہ سلطنتوں کو ہمیشہ مغلوب کرتی رہتی تھی۔ شاہانِ سوریہ خاص کر شاہانِ بنی اسرائیل آشوریوں کی مدافعت کے لیئے کبھی کبھی سلطنتِ مصر سے مدد کے خواستگار ہوتے تھے اور فراعنۂ مصر بھی جب اُن سے ہو سکتا تھا اُن کی امداد سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ اِس وجہ سے آشوریوں اور مصریوں میں عداوت پیدا ہوگئی۔ اُس زمانہ میں سابا کن کا

لڑکا سناخریب آشور کا بادشاہ تھا اُس نے ملک مصر پر لشکرکشی کی لیکن اُس کی فوج راستہ ہی میں تباہ ہو گئی۔

اِس واقعہ کے متعلق مصر کے لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ رات کو بہت سے چوہوں نے جو دشمن کے لشکر میں گھس کر اُن کے ترکش اور کمانوں کے چلّوں اور ڈھالوں کو کاٹ ڈالا صُبح جب آشوری بیدار ہوئے تو اپنے کو نہتّا پا کر کچھ تو بھاگ گئے اور بہت سے مارے گئے (سنہ ۷۰۰ قبل میلاد)۔

چند دنوں کے بعد ایتوپی کے دوسرے بادشاہ نے جس کا نام تاہارکا تھا (Yaharka) مصر پر قبضہ کرلیا۔ مگر اُس کے زمانہ میں آسارہادن (Assarhaddan)۔ شاہ آشور نے مصر پر لشکرکشی کی اس کا لشکر تمام ڈیلٹا کو فتح کرکے طبس تک پہونچا اور اُس نے اپنا لقب شاہنشاہ مصر سفلی و علیا اختیار کیا۔ اور شاہانِ ایتوپی کا پچیسواں سلسلہ مصر سے نکالدیا گیا (سنہ ۶۷۰ ق)

پسامیتک شاہزادگان ڈیلٹا میں سے ایک شاہزادے کو تمام مصر کی سلطنت مل گئی (قریب سنہ ۶۵۵ قبل میلاد) جس کا نام پسامیتک (Psamitik) تھا اور وہ چھبّیسویں سلسلہ کا بانی ہوا جو شاہانِ مصر کا آخری سلسلہ ہے۔ شاہِ مذکور نے مقام سائیس کو جو ڈیلٹا میں واقع ہے اپنا پایہ تخت بنایا۔ اُس کے ابتدائی دَور کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مصر بارہ شاہزادوں میں بدرجۂ مساوی بٹا ہوا تھا۔ اُن کو یہ غیبی خبر معلوم ہوئی تھی کہ ان میں سے جو شاہزادہ فتاہ دیوتا کے سامنے پیتل کے برتن میں شراب پیش کریگا وہی تمام ملک مصر کا بادشاہ ہوگا۔

ایک دن سب شاہزادے معبد فتاہ میں جمع ہوئے کہ رسم کے مطابق سونے کے پیالوں میں شراب بھر کر دیوتا کی نذر کریں۔ لیکن معبد کا کاہن غلطی سے گیارہ جام لایا پسامیتک نے جو سب کے بعد آیا تھا جب جام نہ دیکھا تو اپنے پیتل کے خود کو اُتار کر بجائے

پیا کے استعمال کیا۔ اُس وقت شاہزادوں کو غیبی خبر یاد آئی۔ اور اُسے محروم کرنے کا سب نے قطعی ارادہ کر لیا۔ اِس لیے پسامیتک کو اُس علاقہ کی طرف بھیج دیا جہاں جھیلیں کثرت سے ہیں اور حکم دیا کہ مصر سے اِس کا کوئی تعلق نہ رکھا جائے۔ پسامیتک نے ہاتفِ غیب سے دریافت کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ جواب ملا کہ پیتل کے آدمی دریا سے باہر آکر بدلہ لینگے لیکن یہ بات پسامیتک کے سمجھ میں نہ آئی۔

ایک روز ایشیا کوچک کے اضلاع یونی (Yonie) اور کاری (Carie) کے دریائی ڈاکو بوجہ طوفان کے مصر کے کنارے پر آلگے۔ وہ پیتل کے جوشن پہنے ہوئے تھے۔ ایک مصری نے اُنھیں دیکھا۔ چونکہ ایسے ہتیاروں سے مسلح لوگ اُس کی نظر سے نہیں گذرے تھے اس لیئے اُس نے پسامیتک کے پاس جا کر کہا کہ "دریا سے پیتل کے آدمی باہر آئے ہیں اور ملک کو لوٹنا چاہتے ہیں"۔ پسامیتک کو معلوم ہوا کہ اس غیبی خبر کے صحیح ہونے کا وقت آگیا ہے"۔ اِس نے اُن ڈاکوؤں کو بلا کر دلدہی کی اور خاطر مدارات کے ساتھ اپنے پاس رکھا اور اُن کی مدد سے جنگ کر کے سب شاہزادوں کے ہاتھ سے سلطنتِ مصر لے لی اور خود مصر کا بادشاہ ہو گیا۔ پھر اس خدمت کے صلہ میں پسامیتک نے اُن ڈاکوؤں کو زمینیں اور جاگیریں دیں۔ اُنھوں نے پسامیتک کے حکم سے دریائے نیل کے کنارے پر دہانۂ پلوزکے قریب اپنے مکان بنائے اور وہاں رہنا اختیار کیا۔ اُن میں سے بعض ایشیائی یونانی تھے جو پہلے پہل مصر میں آئے تھے اور یہ پہلا موقع تھا کہ مصریوں نے یونانیوں کو مصر میں رہنے کی اجازت دی۔ اس کے بعد اور بھی یونانی آئے اور رفتہ رفتہ دہانۂ نیل پر اُن کی پوری جماعت ہو گئی۔

بادشاہ نے مصری لڑکوں کو اُن کے سپرد کیا کہ یونانی زبان سکھائیں لیکن مصری لوگ ان اجنبیوں سے نفرت کرتے اور اُنھیں نجس و ناپاک سمجھتے تھے۔ اُن کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے بلکہ کھانا پکانے کے وہ برتن جو یونانی اپنے کام میں لاتے تھے۔

مصری ان کا استعمال نہیں کرتے تھے۔

پسامیتک نے ایونی اور کاری کے جنگجویوں کو اپنا قراول کا دستہ قرار دیکر اُن کی تنخواہوں میں بیش قرار اضافہ کردیا اور اُن کو اپنے لشکر کے میمنہ میں عزت کے ساتھ جگہ دی۔ قدیم مصری سپاہی اس جماعت پر رشک کرنے لگے۔ چونکہ تین سال تک اُن کے ساتھ اسی طرح بے پروائی برتی گئی سب کبیدہ خاطر ہوئے اور متفق ہوکر سب نے شاہی ملازمت ترک کردی اور ملک ایتوپی کی راہ لی۔

پسامیتک کو جب یہ معلوم ہوا تو اُس نے مصری سپاہیوں کا تعاقب کرکے انہیں جالیا اور اُن سے خواہش کی کہ واپس چلے آئیں لیکن اپنے رنج و کبیدگی کی وجہ سے اُنھوں نے منظور نہ کیا اور شاہ ایتوپی کے سلسلہ ملازمت میں داخل ہوگئے۔ آخر شاہ مصر نے ایشیائی جنگجویوں سے اپنا لشکر مرتب کیا۔

نخائو۔ پسامیتک نے چوّن برس سلطنت کی اُس نے سرحدوں کو مستحکم کیا۔ ولایات نوبہ اور شام کا کچھ حصہ نئے سرسے فتح کیا۔ سڑکوں نہروں اور معبدوں کی مرمت کرائی رعایا کو آرام پہونچایا اور ملک کو آباد و سرسبز کیا۔

نخائو نے جو پسامیتک کے جانشینوں میں سے تھا بحری امور کی طرف خاص توجہ کی۔ چونکہ یونانی نسبتہً مصریوں سے جہاز رانی میں زیادہ ماہر تھے اس لیے اِس بادشاہ نے یونانی مہندسین (انجنیروں) کو حکم دیا کہ اُس کے لیے یونانی طرز کی جنگی کشتیاں بنائیں جن کو ملاحوں کے تین دستے چلایا کریں۔

قدیم زمانہ میں بحیرۂ روم (Meditterranian) اور بحر احمر کے درمیان ایک نہر تھی جس پر مبیویں سلسلہ کے بادشاہوں نے کچھ غور نہیں کیا اور اب وہ ریت سے دب کر معدوم ہوگئی تھی۔ نخائو نے چاہا کہ پھر اُسے صاف کرائے اور نئے سرے سے اُس کی مرمت کرے۔ یہ نہر دریائے نیل سے ذرا اوپر بوباست سے شروع ہوکر اُس

سلسلۂ کوہ کے برابر گذرتی تھی جو کوہ عربستان کے نام سے مشہور ہی اور بحر احمر تک پہونچتی تھی - یہ نہر ممالک مشرق و مغرب کے مابین تجارت اور سفر کی سہولت کا ذریعہ تھی نخاؤ نے چاہا کہ اُس کا عرض اتنا زیادہ کردیا جائے کہ دو کشتیاں برابر چل سکیں - لیکن اس کام میں بہت سے مزدور ہلاک ہوئے (تخمیناً ایک لاکھ بیس ہزار) - مجبوراً بادشاہ نے اس خیال کو ترک کردیا -

اِس کے بعد نخاؤ بعض جدید اکتشافات کی طرف مائل ہوا اور فنیقیہ کے بحری کارگزاروں کی ایک جماعت کو بحر احمر میں بھیجا اور حکم دیا کہ وہ ساحلِ افریقیہ کے گرد چکر لگائیں اور بحرِ روم کے راستہ سے واپس آئیں - ان فنیقیوں نے ساحل افریقیہ کے گرد تین سال تک کشتی رانی کی لیکن چونکہ اُن کی کشتیاں چھوٹی تھیں اور اُن پر سامان خورد و نوش کافی نہ رکھ سکتے تھے اِس لیئے غلّہ کی فصل کے وقت وہ ساحلوں پر ٹھیرتے اور وہاں گیہوں کی کاشت کرتے تھے - جب فصل تیار ہو کر غلّہ حاصل ہوجاتا تب آگے بڑھتے تھے - آخرکار یہ لوگ تیسرے سال آبنائے جبل طارق کے رستے سے واپس آئے - اِس سفر میں اُن کو معلوم ہوا کہ جاتے وقت آفتاب اُن کے بائیں ہاتھ کی جانب تھا اور واپسی میں دائیں ہاتھ کی طرف مصری کاہنوں نے اِس حکایت کو ہیرڈوٹس سے بیان کیا گیا مگر اُسے یقین نہ آیا تاہم خیال ہوتا ہی کہ حقیقت میں فنیقیوں نے افریقہ کے دَور کا پورا چکر لگایا ہی ورنہ آفتاب کی تبدیلِ وضع کی طرف اُن کا خیال نہ جاتا -

آپریس اور آمازیس نخاؤ کے بعد اُس کا لڑکا اُس کا جانشین ہوا اُس نے چھ سال سلطنت کی اُس کے بعد آپریس (Apries) بادشاہ ہوا جو اُس کا لوتا تھا اور پچیس سال سلطنت کی اُس کی حکومت کی تفصیل یہ ہی کہ آپریس نے ایک مصری فوج سیران (Cyrene) کے یونانیوں پر جس سے غالباً ولایت برقہ و طرابلس مراد ہی روانہ کی وہ فوج شکست کھا کر واپس آئی اور ان بھاگے ہوئے سپاہیوں نے

یہ خیال کرکے کہ بادشاہ نے ہمیں اس خیال سے کہ ہم مارے جائیں عمداً اس جنگ میں بھیجا تھا بغاوت شروع کی اُس وقت بادشاہِ مصر کے دربار میں ایک شخص آمازیس Amasis نامی تھا جسے مصری زبان میں آہمس (Ahmes) کہتے ہیں۔ یہ شخص ادنیٰ حالت سے ترقی کرکے سرداری کے مرتبہ تک پہنچا تھا اور اپنی ہوشیاری اور لیاقت کے سبب نامور ہوگیا تھا۔ آپریس نے اُسے باغیوں کے پاس بھیجا کہ وہ اُن کی دلجوئی کرکے انہیں بغاوت سے باز رکھے۔ آمازیس اُس لشکر سے باتیں کرنے میں مشغول تھا کہ ایک شخص نے پیچھے سے آکر اُس کے سر پر خود رکھ دیا اور اُسے بادشاہ کہا۔ تمام اہلِ لشکر نے اِس پر تحسین کا نعرہ بلند کیا۔ آمازیس اِن سب کو لے کر آپریس کی طرف چلا۔ بادشاہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے اپنے درباریوں میں سے ایک سردار کو حکم دیا کہ آمازیس کو زندہ گرفتار کرکے میرے پاس لا۔

وہ شخص گیا اور آمازیس سے ملاقات کی۔ آمازیس نے کہا کہ میں اس طریقہ سے سب کو رام کرکے بادشاہ کی خدمت میں حاضر کرتا ہوں۔ جب وہ سردار یہ سنکر واپس گیا اور بادشاہ سے واقعہ بیان کیا تو آپریس نے خفا ہوکر اُس کے ناک کان کٹوا ڈالے۔ اِس واقعہ سے دوسرے مصری لوگ بھی برافروختہ ہوکر آمازیس کے طرفدار ہوگئے۔ یہاں تک کہ آپریس کے پاس باہر کے مزدوروں کے سوا کوئی اتنا بھی نہ رہا کہ اُس کی حفاظت کرسکے۔ اُن مزدوروں کی تعداد بھی نہایت قلیل تھی۔ لہذا بادشاہ شکست کھاکر قید ہوگیا۔ لیکن آمازیس آپریس کو پھر تختگاہ میں لایا اور دونوں نے مل کر سلطنت شروع کی مگر چونکہ مصری آپریس سے رنجیدہ تھے اس لیئے اُنھوں نے آمازیس کو مجبور کیا کہ وہ آپریس کو اُن کے حوالے کردے۔ مجبوراً آمازیس کو اُن کا کہنا ماننا پڑا تب اُنھوں نے آپریس کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔ اور آمازیس کو تنہا تختِ سلطنت پر بٹھایا۔ اِس نئے بادشاہ نے ملکی دولت بڑھانے کے لیئے جن نہروں سے آب پاشی ہوتی تھی اُن کی صفائی و مرمت

کرائی - کہتے ہیں کہ عہدِ آمازیس کے زمانہ کی برابر مصر میں کبھی پیداوار نہیں ہوئی - اُس وقت بیس ہزار گانوں آباد تھے -

آمازیس نے پتھر کی پُرانی کانوں میں پھر نئے سر سے کام شروع کیا اور بڑی بڑی عبادت گاہیں بنائیں - اُن سب میں بڑی عبادت گاہ سائیس تھی جو بہت بڑے بڑے ستونوں سے مزیّن کی گئی تھی - معبد کے سامنے ایک بڑا باغ بنایا تھا جس میں بہت سے ابوالہول نصب کئے تھے اور معبد کے اندر قرمزی رنگ کے پتھر کا ایک مُصلّی تراشا تھا جو ۱۱ میٹر لمبا اور ۸ میٹر اونچا تھا - اس کمرہ کی تیاری میں تقریباً اس قدر عمارتی سامان صرف ہوا تھا جس کو ایک ہزار سات سو گدھے بار کر سکتے تھے - یہ سامان الفانتین (Elephante) کی کانوں سے جو بالائی مصر میں واقع ہے - تین سال کے عرصہ میں دو ہزار ملّاح لائے تھے (اس سے اُس زمانہ کے کاموں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے) -

آمازیس نے مصر کی تجارت کو ترقی دینے میں بہت کوشش کی اور چونکہ باہر کے لوگوں خاص کر یونانیوں کی ضرورت تھی اس لیئے اُن کے ساتھ خلوص کا اظہار کیا چنانچہ جو یونانی دریائے نیل کے کنارے آباد تھے اُن کو لا کر شہر منفس میں آباد کیا تاکہ وہ اُس کے محافظ رہیں - اِن کے علاوہ یونان سے اور لوگ بھی مصر میں آئے آمازیس نے اُن کی سکونت کے لیئے دہانہ کانوپک (Cunopique) کے نزدیک ایک شہر دیا جس کا نام نکراتیس (Naucratis) تھا یونانیوں نے وہاں اپنے سلیقہ اور خواہش سے ایک یونانی حکومت ترتیب دی - جو شخص باہر سے مصر میں آتا پہلے وہ نکراتیس جاتا تھا - اور اگر کوئی کشتی طوفان اور دریائی چوروں کے خوف سے کسی دوسرے بندر میں پناہ لیتی تھی تو اُس کے ناخدا کو قسم کھانی پڑتی تھی کہ وہ اپنی خوشی اور خواہش سے یہاں نہیں آیا ہے - اس کے بعد وہ کشتی نکراتیس روانہ کر دی جاتی تھی - اگر طوفان وغیرہ کی وجہ سے دریا ناقابل سفر ہوتا تھا تو کشتی کا سامان نکال

جاتا تھا اور کشتی ڈیلٹا کے دریاؤں کے راستہ سے اُس یونانی شہر میں پہونچا دی جاتی تھی۔
اس وجہ سے نکراتیس تمام دنیا میں سب سے بڑا بندرگاہ ہوگیا جس کے چاروں طرف یونانیوں
کے مکان تھے۔ یونانی مصر کے اور شہروں میں بھی جاتے تھے بلکہ آمازیس نے اُن کو اجازت
دی تھی کہ وہ اپنے دیوتاؤں کے لیئے جہاں چاہیں مندر بنائیں۔

آمازیس کے دشمن اُس کو غیر ملکی لوگوں کے ساتھ یہ مراعات کرنے پر ملامت کرتے
اور کہتے تھے کہ کثرت شراب خوری کی وجہ سے خود بہت سے کاموں کو نہیں دیکھتا۔ اور
اندازہ سے زیادہ دسترخوان پر بیٹھا رہتا ہے۔ اور شرارت کی طرف بہت زیادہ میلان
رکھتا ہے۔ ایک روز آمازیس کے دوستوں نے اُس سے کہا کہ حضور کو اپنے رتبہ کی حفاظت
کرنی چاہیئے اگر حضور تمام دن تختِ سلطنت پر بیٹھیں اور سلطنت کے کاموں میں مصروف
رہیں تو تمام مصری معتقد اور موافق ہوجائیں کہ حضور حقیقتاً سلطنت کر سکتے ہیں اور کرتے
ہیں۔ آمازیس نے ایک مثال اُن سے بیان کی کہ کمان سے جس وقت کام لینا چاہتے
ہیں اُسی وقت چڑھاتے ہیں اور کام لے چکنے کے بعد پھر اُتار دیتے ہیں اگر ہر وقت چڑھائے
رہیں تو وہ بہت جلد خراب ہوجائے۔ اِسی طرح اگر انسان ہر وقت ایک کام میں مشغول
رہے تو ضرور دیوانہ اور پاگل ہوجائیگا۔ اِس سبب سے میں نے اپنے وقت کو سلطنت کے
کاموں اور بعض خوشگوار باتوں میں تقسیم کردیا ہے۔

آمازیس کے بعض دشمن اُس کی عیب جوئی کے ذیل میں کہتے تھے کہ یہ پہلے ادنیٰ
اور معمولی شخص تھا۔ آمازیس نے چاہا کہ اس قول پر اُنھیں شرمندہ کرے۔ اُس نے
سونے کا ایک حوض بنوایا۔ اور جب وہ کھانے کے واسطے جاتا تھا تو خود اور اُس کے
مہمان اُس حوض میں پاؤں دھوتے تھے۔ پھر آمازیس نے اُس حوض کو ٹکڑے ٹکڑے کراکے
ایک بُت بنوایا اور شہر کے مندر میں بھیجا۔ تمام اہلِ شہر نے اُس کی پرستش کی۔ اُس وقت
آمازیس نے اُن سب کو بُلا کر کہا کہ جس دیوتا کو تم پوجتے ہو وہ ایک حوض تھا جہاں میں

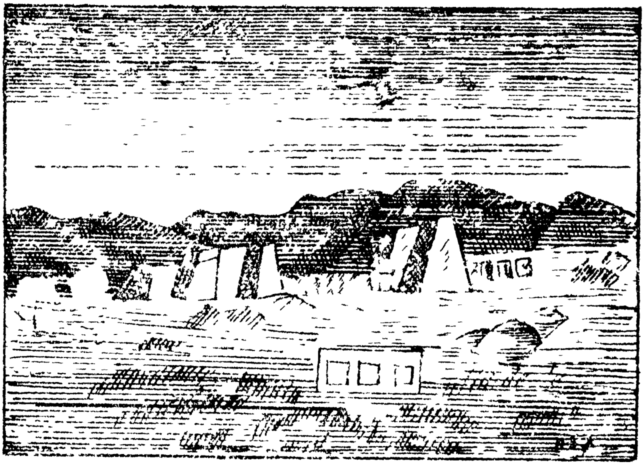
پانوں دھوتا تھا اور اب وہ تمہارا معبود ہو گیا ہے اسی طرح میں بھی پہلے ایک ادنیٰ شخص تھا اب تمہارا بادشاہ ہو گیا ہوں۔ تمہیں چاہیئے کہ بادشاہوں کے لایق میرا احترام کرو۔

مصر کا انجام چھبیسواں سلسلہ شاہانِ مصر کا آخری سلسلہ تھا جس نے آزادی کے ساتھ اس ملک میں سلطنت کی۔ کیونکہ آمازیس کے بعد اُس کے لڑکے کے آغازِ سلطنت میں جس کا نام پساتیک سیوم تھا ایران کے بادشاہ کامبیز (Cambyse) نے مصر پر حملہ کر کے اُسے فتح کر لیا۔ (۵۲۵ قبل میلاد) اور یہ سلطنت حکومتِ ایران کا ایک حصہ ہو گئی۔ اُسی زمانہ میں ہیرڈوٹس سیاح یونانی نے مصر کی سیاحت کر کے اُس کے مفصل حالات اُس نے لکھے۔ شہر سائس اور آپریس اور آمازیس کی یادگاری عمارتیں دیکھیں اُس کے بعد منفس گیا اور اہرام کو دیکھا۔ پھر دریائے نیل کے راستہ سے کشتی پر طب جانے کا ارادہ کیا اُس وقت یہ شہر تباہ ہو چلا تھا۔

مصریوں نے اپنے مذہب زبان لباس بلکہ تمام عادات کو محفوظ رکھا تھا۔ ہیروڈٹس نے بہت سی ایسی چیزیں دیکھیں جو اُس کے تعجب کا باعث ہوئیں۔ مثلاً اُس نے دیکھا کہ نان بائی پانوں سے آٹا گوندھ رہے ہیں۔ بہتیرے لوگ ہاتھ سے مٹی جمع کرتے ہیں۔ عورتیں تجارت میں مصروف ہیں مرد گھروں میں کپڑا بنتے ہیں۔ شہر میں آدمی سڑکوں پر روٹی کھاتے ہیں۔ مرد جب کوئی بوجھ اُٹھاتے ہیں تو اُس کو اپنے سر پر رکھتے ہیں اور عورتیں کاندھے پر رکھتی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہیرڈوٹس اس نتیجہ پر پہونچا کہ مصری تمام دنیا کی رسم کے خلاف کام کرتے ہیں۔

مصریوں نے اپنے آداب و رسوم کو ایک مدت تک تمام دنیا سے جُدا رکھا اور اپنی پُرانی عادتوں کو ترک نہیں کیا یہاں تک کہ سلطنتِ مصر شاہانِ عجم سے شاہانِ یونان میں منتقل ہو گئی جن میں سے ہر بادشاہ بطلیموس کہلاتا تھا اور سب کو ملا کر بطالسہ کہتے تھے۔ پھر یہ سلطنت یونانیوں کے بعد رومیوں تک پہونچی لیکن اِن انقلابات نے مصری مذہب میں

کوئی تغیر نہیں کیا۔ باہر کے بادشاہ بھی اپنے کو فرعون کہتے تھے اور اپنے کتبے مصری زبان میں لکھتے تھے اور اپنے معبد طب کے قدیم معبدوں کی طرح بناتے تھے۔ چنانچہ اُن کا بنایا ہوا ایک مشہور معبد جزیرۂ فیلہ (Philae) میں ہی جو مصر علیا میں آبشار اوّل کے نزدیک واقع ہی۔



معبد فیلہ

آخرکار مصر علیا کی آبادی کم ہوگئی اور فقط ویرانہ اور جنگل باقی رہ گیا۔ مصر سفلی کی لوگوں نے رفتہ رفتہ عیسائی مذہب اختیار کرلیا اُن کی زبان میں بھی تغیر ہوگیا اور وہ اپنی پرانی عادتیں بھی بھول گئے۔

چوتھی فصل

قدیم مصریوں کے دینی عقاید | قدیم مصری دین و مذہب کے سخت پابند تھے اور اُن کے مذہبی عقیدے اُن کی زندگی کے ہر شعبہ میں دخل رکھتے تھے۔ مگر یہ سب مشرک تھے یعنی متعدد خداؤں کی پرستش کرتے تھے اور اُن خداؤں کی صورت و شکل بھی مانتے تھے۔

مصری دیوتا | مصری معبودوں کو ارباب انواع (ہر چیز کے خداوند) کہنا چاہیئے کیوں کہ مصری۔ پانی۔ مٹی۔ غلہ۔ دریائے نیل۔ زمین۔ آسمان۔ چاند۔ ستارے سورج۔ مُردوں کی روحوں اور بعض حیوانات کی پرستش کرتے تھے۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ ان میں سے ہر ایک کو اپنی قسم کا خدائے مذکر یا مونث سمجھتے تھے۔ لیکن سب مصری شہروں کا ان دیوتاؤں کی پرستش پر باہم اتفاق نہ تھا بلکہ ہر شہر کے باشندے ان میں سے بعض بلکہ ایک ہی کو اپنے لئے مخصوص سمجھتے اور اُس کا خاص احترام کرتے تھے۔ نیز اپنی تمام عبادتوں کو اُسی دیوتا کے لئے مخصوص کر لیتے تھے اور اُسے دیگر دیوتاؤں سے قوی اور اعلیٰ و اشرف جانتے تھے۔ اگرچہ اُن کے بڑے معبودوں میں ناموں اور شکلوں کا تفاوت تھا مگر حقیقۃً وہ سب ایک تھے مثلاً شہر ہلیوپلیس (Heliopolis) میں رع کے نام سے آفتاب کی پرستش ہوتی تھی۔ اور اُسی کو شہر طبس میں آمن کے نام سے پوجتے تھے۔ ان دونوں مقامات پر اُس کی دو جداگانہ مخصوص صورتیں تھیں۔

قدیم مصری اپنے دیوتاؤں کو انسان کے مانند موجودات میں شمار کرتے تھے مگر اُن کو قوت و شجاعت اور عقل و ہوش میں انسان سے بالاتر جانتے تھے تاہم اُن کے نزدیک انسانی جذبات و رغبات ان دیوتاؤں میں موجود تھیں۔ وہ دیوتاؤں کا ایک خاندان مانتے

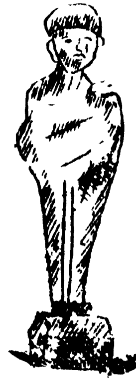
اور اُن کی بیوی بچوں کے بھی قائل تھے۔ دیوتاؤں کی بیویوں اور بچوں کو بھی وہ دیوتائی کا درجہ دیتے تھے۔ چنانچہ بعض شہروں میں دیوتا کی جگہ دیوی ہی کی پوجا ہوتی تھی۔ دیوتاؤں دیویوں اور اُن کے بچوں کی پرستش کے رائج ہونے سے گویا مصری ایک طرح کی تثلیث کے قائل ہوگئے تھے۔ مگر غالباً وہ ان تینوں ذاتوں کے تین علیحدہ وجود نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان تینوں جنسوں کا ایک ہی وجود خیال کرتے تھے۔ بلکہ بعضوں نے خیال کیا ہے کہ مصر کے خاص لوگ موحد تھے اور صرف خدائے واحد کی عبادت کرتے تھے ظاہری طور پر شرک جو نظر آتا ہے یہ عوام کا مذہب تھا۔

مصری دیوتاؤں میں سب سے زیادہ معزز اور محترم آفتاب تھا۔ اُس کا ایک نام رع بھی تھا۔ اُس کی شکل و صورت بادشاہ کے مانند قرار دے رکھی تھی۔ جو گویا فرعونوں کا سا لباس پہنے ہوئے ہے اُس کے سر پر آفتاب کا حلقہ اور اُس کے اوپر ایک سانپ ہے جو گرمی کی حدت کی علامت ہے۔ قدیم مصری اس خداوند کے متعلق کہتے تھے کہ وہ ہوا میں معلق کشتی پر بیٹھا ہوا ہے اور طاقتور ملاح اُس کشتی کو کھینچتے ہیں۔ جب وہ افق کے اوپر آتا ہے تو اُس کے آنکھوں کی تیز کرنیں تمام جہان میں اثر کرتی ہیں اور سب کو طاقت پہنچاتی ہیں۔ وہ روزانہ اپنی کشتی میں کھڑا ہو کر اپنے دشمنوں سے لڑتا اور اُن کو شکست دیتا ہے رات کو اُفق کے پاس چلا جاتا ہے اور زمین کے نیچے آرام کرتا ہے مصری اس خدا کو ایک گاڑی پر سوار تصور کرتے تھے جس کو چند گیدڑ (سیار) کھینچ رہے ہیں۔ آفتاب کی تجلیات یا اُس کے مظاہر میں سے ایک معبود ہے جس کو ہروس Horus کہتے ہیں وہ ایک فاتح اور جنگجو دیوتا ہے۔ جو ہر صبح کو ایک خوبصورت نوجوان کی شکل میں ظاہر ہو کر آسمان کی مسافت کو قطع کرتا ہے اور ظلمت کے دیو کے ساتھ جس کا نام سیت (Set) ہے روزانہ نبرد آزما ہو کر اُس کو شکست دیتا ہے۔ لیکن دوسرے دن سیت پھر قوی ہو کر جنگ پر آمادہ ہوتا ہے ہر روز یہ جنگ جاری رہتی ہے اور ہمیشہ ہروس سیت پر غالب آتا ہے۔

مصری لوگ آسمانی دیوتاؤں کے بعد غلہ اور کھیتی کے دیوتاؤں اور دیویوں کے قایل تھے جن کا کام زمین کو زرخیز بناتا ہے۔ اسی طرح وہ قایل تھے کہ دریائے نیل کا ایک دیوتا اور چاند کی ایک دیوی ہے اور رات کے چند بدکار دیو ہیں جو بلی اور شیر کی صورت میں ہیں۔

اہل مصر خیر خواہ دیوتاؤں کی تو نفع کی امید سے اور بدخواہ دیوتاؤں کی اُن کے خوف کی وجہ سے پرستش کرتے تھے کہ اُن کا غصہ کم ہو اور وہ نقصان نہ پہنچائیں۔

یہ لکھا جا چکا ہے کہ مصر کے ہر شہر میں چند دیوتا دوسرے شہروں کے دیوتاؤں سے علیحدہ ہوا کرتے تھے مثلاً شہر منفیس کا خاص دیوتا فتاہ (Phtah) اور شہر طب کا آمن اور ہلیوپلیس کا رع اور شہر آبیدس کا ازیرس (Osiris) اور شہر دندرہ کی دیوی ہاتر (Hathor) تھی لیکن اس دور کے بعد جب مصر ایک حکومت کے ماتحت ہو گیا تو تمام ملک کا مذہب بھی ایک ہو گیا اور ہر شہر نے دوسرے شہروں کے دیوتاؤں کو بھی تسلیم کر لیا۔



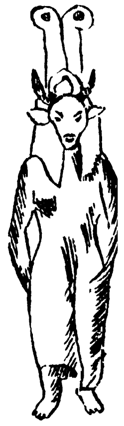
ازیریس



آمن



فتاہ



ازیس ہاتر

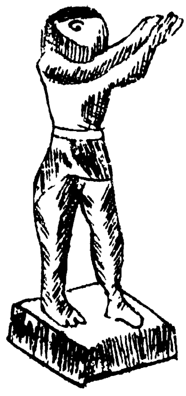
ان سب دیوتاؤں میں اُزیریس اور ایزیس ہاتر (Isis Hathor) نے عام مقبولیت حاصل کی۔ اُزیریس جس کی پہلے صرف آبیدس میں پرستش کی جاتی تھی نور کا دیوتا مانا گیا یہ نہایت نیک اور اپنے بھائی سیت کا جو ظلمت اور شب کا دیوتا ہے دشمن سمجھا جاتا تھا اس کے متعلق اُن لوگوں میں یہ حکایت مشہور تھی کہ خداوند اُزیریس ہر صبح آسمان کے سمندر سے باہر نکل کر دن بھر روشن رہتا ہے۔ رات کو اُس کا بھائی سیت اپنی خباثت سے اُسے مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا ہے اُس کی بیوی ایزیس اُس کی نعش پر نالہ و زاری کرتی ہے سیت اُزیریس کو قتل کرنے کے بعد زمین پر مسلّط ہوتا ہے اور ظلمت عالمگیر ہو جاتی ہے لیکن اُزیریس اور ایزیس کا لڑکا ہردس افق سے برآمد ہو کر اپنے باپ کے خون کا انتقام لیتا ہے خلاصہ یہ کہ اُزیریس زمین کے نیچے پوشیدہ ہے اور وہیں سلطنت کرتا ہے۔ نیز وہ مُردوں کی ارواح کا خیر مقدم کرنے پر بھی مامور ہے۔

مصر کے بہت سے شہروں کا دعویٰ تھا کہ اُزیریس کے بدن کے ٹکڑے ان کے مندروں میں دفن ہیں۔ مصر میں سال کے اندر ایک دن مقرر کیا گیا تھا کہ اُس دن اُزیریس کا ماتم منایا جاتا تھا۔ عورتیں نوحہ و فریاد کرتی تھیں اور اُس کے بالوں کی یاد میں اپنے حسین و جمیل بال

نوچ ڈالتی تھیں۔

شہر سائیس کے کاہن ایک مقدس جھیل کے کنارے اُزیریس کی زندگی، موت اور دوبارہ زندہ ہونے کے واقعات کو تعزیہ کی شکل میں نمایاں کرتے تھے۔ ہیرڈوٹس نے تعزیہ داری کا یہ جلسہ دیکھا تھا لیکن اُس کو ہدایت کردی گئی تھی کہ اس واقعہ کی تفصیل کہیں بیان نہ کرے۔

مقدس جانور قدیم مصری جو اپنے دیوتاؤں کی شکل وصورت ظاہر کرتے تھے اس میں کبھی تو جانور کے جسم کے ساتھ انسان کا سر ہوتا تھا مثلاً ہارماچس دیوتا کو جو آفتاب کا مظہر ہی ابوالہول کی شکل میں بنایا ہی (جسم شیر کا اور سر انسان کا) اور کبھی آدمی کے بدن کے ساتھ جانور کا سر ہوتا تھا۔ مثلاً ہورس کا سر کلنگ کے سر کے مانند ہے آنوبیس نامی دیوتا کا سر گیدڑ کا اور فتاہ کا سر بیل کا ہے۔ ایزیس ایک عورت کی صورت میں ہے جس کا سر گائے کی طرح ہی۔ سخت ایک عورت کی شکل میں ہی جس کا سر شیرنی کا ہی۔



ہورس



سخت

مصری اپنے ایک دیوتا کو چار شکلوں میں ظاہر کرتے تھے۔ ہورس کو انسان کی شکل میں یا کلنگ کی شکل میں یا کلنگ کے جسم اور آدمی کے سر کے ساتھ یا آدمی کے جسم اور

کلنگ کے سر کے ساتھ مصری بعض حیوانات کو بھی پوجتے تھے اور اُن کو متبرک سمجھتے تھے اُن میں سے شیر۔ گھڑیال۔ گائے۔ مینڈھا۔ گیدڑ۔ بلی۔ کلنگ۔ لوا وغیرہ ہیں۔ ان حیوانات میں بعض عام مقبولیت نہیں رکھتے تھے بلکہ اُن کی پرستش خاص خاص شہروں میں ہوتی تھی۔ مثلاً اہلِ طبب گھڑیال کو پوجتے تھے اور شہر الفانتین (Elephantine) کے باشندے اُسے مار ڈالتے تھے اور دریائی گھوڑے کی پرستش مصر علیا کے ساتھ مخصوص تھی۔

جن حیوانات کا اوپر ذکر کیا گیا ہے یہ قدیم مصریوں کے نزدیک نہایت مقدس تھے اور اُن کو تکلیف پہنچانا گناہ سمجھا جاتا تھا۔ رومیوں نے جس وقت دنیا کے اکثر حصے فتح کر لئے تھے اور اُن پر قابض ہو گئے تھے (ولادت مسیح سے ایک صدی پہلے) اُس زمانہ میں اتفاقاً اسکندریہ کے ایک رُومی باشندے نے ایک بلی کو مار ڈالا۔ تمام لوگوں نے اُس سے بلی کا بدلہ لینا چاہا۔ بادشاہِ مصر نے جو سلطنت روم کے انتقام سے ڈرتا تھا چاہا کہ اُسے لوگوں کے ہاتھ سے بچالے۔ لیکن یہ اُس کے امکان سے باہر تھا آخر بلی کا قاتل مصریوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔

اس زمانہ میں مصری اپنی ہر عبادت گاہ میں ان جانوروں میں سے ایک نہ ایک جانور ضرور زندہ پالتے تھے اور معتقدین آکر اُن کی پرستش کرتے تھے۔ ایک عیسائی اسکندریہ میں اس رسم کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہتا ہے :۔

"جب کوئی شخص معبد میں داخل ہوتا ہے تو ایک کاہن (پجاری) نہایت متانت اور کمال وقار کے ساتھ کچھ گاتا اور پردہ اُٹھاتا جاتا ہے کہ اُسے دیوتا کی زیارت کرائے تو وہ شخص کیا دیکھتا ہے کہ ایک بلی یا ایک گھڑیال یا ایک سانپ یا اور کوئی دوسرا جانور بالفاظ دیگر یہ کہنا چاہیئے کہ مصریوں کا معبود ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی ایک وحشی جانور فرشِ ارغوانی پر بیٹھا یا لیٹا نظر آتا ہے۔

شہر طب اور شہر شدو (Shadow) کے کاہنوں نے ایک گھڑیال کو مانوس کر کے اُس کے کانوں میں سونے کی بالیاں اور ہاتھوں میں کنگن پہنائے تھے۔

اسٹرابن (Strabon) سیاح نے جو حضرت عیسٰی کا معاصر تھا شدو کے گھڑیال کی زیارت کی تھی وہ بیان کرتا ہے۔

میرا میزبان کچھ میٹھی روٹی اور کچھ تلی ہوئی مچھلیاں اور کچھ شہد لے کر میرے ہمراہ جھیل پر گیا۔ گھڑیال جھیل کے کنارے لیٹا ہوا تھا دو آدمیوں نے اُس کا مُنہ پکڑ کر کھولا ایک آدمی نے پہلے روٹیاں اُس کے مُنہ میں ڈال دیں پھر مچھلیاں اور شہد وغیرہ اُس کے بعد گھڑیال جھیل میں کود گیا اور دوسرے کنارے پر جا کر لیٹ رہا اُسی وقت ایک اور آدمی وہی تحفے لئے ہوئے آیا کاہن اُن کو لئے ہوئے جھیل پر گیا اور اُسی طرح گھڑیال کو پکڑ کر وہ کھانے پھر کھلا دیئے۔

شہر مانڈس (Mendes) کے مصری ایک بکری کی پرستش کرتے تھے اور شہر ہلیوپیس کا معبود ایک پرند تھا جسے یونانی فینکس (ققنس) کہتے اور اُس کے متعلق مصری عجیب و غریب حکایتیں بیان کرتے تھے کہ ہر پانسو سال میں ایک مرتبہ ان پرندوں میں سے ایک پرند معبد تک میں آتا ہے وہ اپنے ساتھ اپنے باپ کی نعش بھی لاتا ہے پھر اُس کو مُر میں جو ایک قسم کا گوند ہے لپیٹ کر وہاں دفن کر دیتا ہے۔ اس صورت سے کہ پہلے مُر کو انڈے کے مانند بناتا ہے پھر اس میں سوراخ کر کے نعش کو اُس میں رکھکر سوراخ بند کر دیتا ہے۔ فینکس (ققنس) عقاب کے برابر ہوتا ہے اُس کے بازو قرمزی اور سنہری ہوتے ہیں۔

اس کے بعد فینکس (ققنس) کے افسانہ میں اور بہت کچھ رنگ آمیزی کی گئی کہتے ہیں کہ یہ پرند کئی صدی تک زندہ رہتا ہے اور جب موت قریب آتی ہے تو خوشبودار لکڑیوں کا منجنیق کی صورت کا ایک چھوٹا سا پنجرہ بنا کر اُس پر چڑھتا اور خود کو جلا دیتا ہے۔ اُس کی راکھ سے ایک جوان فینکس باہر نکل کر اُڑنے لگتا ہے۔ عربی اور فارسی کتابوں میں تھوڑی

تحریف کے ساتھ لفظ فینکس کو ققنس لکھا ہے اور یہی افسانے جو یونانیوں سے ماخوذ ہیں اُس خیالی پرند کے باب میں اہلِ عرب و فارس بھی بیان کرتے ہیں ۔

آپیس گائے | منفیس کا مقدس جانور ایک گائے تھی جس کا نام آپیس تھا (Apis) لیکن ہر گائے آپیس نہیں ہوتی تھی بلکہ اُس کا رنگ سیاہ اور پیشانی پر سفید مثلث نما داغ اور پیٹھ عقابی صورت کی ہونی چاہیئے ۔ دُم کے بالوں کا بکثرت ہونا بھی شرائط میں سے تھا ۔ مصری کہتے تھے کہ ایسی گائے آسمان سے نازل ہونے والی بجلی سے پیدا ہوتی ہے جب اس طرح کی گائے دستیاب ہوتی تھی کاہن یہ علامات دیکھکر اور اپنا اطمینان کر کے اُس کو آپیس کے نام سے موسوم کرتے اور معبد فتاہ کے عبادت خانہ میں جگہ دیتے تھے مگر اس تقدس کے ساتھ گائے کو پچیس سال سے زیادہ زندہ نہ رہنا چاہیئے اگر کوئی گائے اس عمر کو پہنچ جاتی تھی تو اُسے کاہن ایک مقدس چشمے میں ڈبو دیتے تھے اور ایسی ہی کوئی دوسری گائے تلاش کر لیتے تھے ۔

اگر آپیس پچیس سال سے پہلے مر جاتی تو اُس کو حنوط کر کے ایک قبر میں دفن کر دیتے تھے ۔ رمسس دوم کے زمانہ میں ایک سنگین قبرستان تراشا گیا جس میں آپیس گائیں دفن کی جاتی تھیں اور مقبرہ کا دروازہ چُن دیا جاتا تھا ۔ مردہ آپیس کو معبود سمجھتے تھے اُسے اور آپیس اُزیریس کہتے تھے اُس سے مرادیں مانگتے تھے ۔ وہ قبرستان جس میں آپیس کی مومیائی شدہ نعشیں دفن تھیں دو ہزار سال تک محفوظ رہا مصریوں کے عیسائی ہو جانے کے بعد رفتہ رفتہ ریگ کے نیچے چھپ گیا ۔ ایک فرانسیسی فاضل ماریٹ (Mariette) نامی نے اس قبرستان کو ۱۸۵۱ء میں معلوم کر لیا جو بغیر کسی تغیّر و تبدّل کے اچھی حالت میں تھا یہ رومیوں میں سراپیوم (Serapume) کے نام سے موسوم تھا ۔

آمن کی پرستش | جس وقت شہر طب مصر کا پایہ تخت ہو گیا تو اُس شہر کا معبود یعنی آمن سب خداؤں سے بزرگتر مانا گیا ۔ کاہن آمن کو کامل اور ابدی سمجھتے تھے اور اُس کو قادر مطلق

اور کل اشیا کا خالق مانتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ وہ تمام باپوں کا باپ اور تمام ماؤں کی ماں ہے۔ نیز کہتے تھے کہ تمام خداؤں کو آمن نے پیدا کیا ہے یا وہ آمن ہی ہے جو مختلف ناموں سے مشہور ہے اسی لئے آمن کا نام کئی ناموں کے مجموعہ سے بنایا گیا مثلاً اُس کو آمن رَع ہارما چِنس بھی کہتے تھے۔

کاہن اُس کی تعریف میں گیت گاتے تھے اور اُس کی عظمت اور طاقت کی مدح کرتے تھے اُس کی تصویر اس طرح کھینچتے تھے کہ گویا وہ کشتی پر بیٹھا ہوا آسمان کی سیر کرتا ہے اور اُس کشتی کے ملاح بزرگوں کی روحیں ہیں۔

جو گیت آمن کی تعریف میں کاہن گاتے تھے اُن کے مضامین اکثر یہ ہوتے تھے:۔

"تُو بیدار ہوا اے نیکوکار۔ اے آمن رَع ہارما چِنس۔ اے آسمان کے دونوں کناروں کے خداوندگار۔ اے چمکنے دمکنے والے نیکوکار۔ تو بلند آسمانوں کی سیر کرنے والا ہے۔ تیرے دشمن تباہ ہوں۔ بڑے بڑے دیوتا اور عام لوگ تعریف و تحسین کے نعرے بلند کرتے ہیں۔ اور سورج کے سامنے زمین پر دو زانو (ادب سے) بیٹھتے ہیں اس حال میں کہ اُن کا دل خوش ہے کیوں کہ رَع نے اپنے دشمنوں کو زیر کرلیا ہے آسمان شوق کی حالت میں ہے اور تمام دیوتا اور ساری مخلوق نے جشن منایا ہے تاکہ رَع پر ہاماچِنس کی عظمت و جلالت کا اعتراف اظہار کریں تو گنہگاروں کو نکال دیتا ہے تو نے بیدینوں کی ساری بہادری کو نیست و نابود کر دیا ہے رَع کا دشمن آگ میں ڈالا جاتا ہے رَع قوی اور بیدین ضعیف ہے۔ رَع بلند اور بیدین پست ہے۔ رَع بڑا اور بیدین چھوٹا ہے۔ رَع روشن اور بیدین تاریک ہے۔ رَع اچھا اور بیدین بُرا ہے رَع قادر اور بیدین عاجز ہے۔ اے رَع فرعون (ہماری بادشاہ) کی عمر دراز کر اُس کے پیٹ کو روٹی اور اُس کے حلق کو پانی پہنچا۔ اُس کے بالوں کے لئے عطر (خوشبو) عنایت کر۔ اُٹھ اے آمن رع ہارما چنس تو خود موجود ہے۔

تمام راہیں تیری روشنی اور نور سے معمور ہیں۔ تو وہ مقدس ہے جس کے پروں سے بجلی پیدا ہوتی ہے۔ تو وہ ققنس ہے جو مختلف رنگ رکھتا ہے۔ تو وہ شیر ببر ہے جو خود اپنی ذات سے موجود ہے۔ تیری گرج تیرے دشمن کو سرنگوں کر دیتی ہے جس حالت میں کہ تو اپنی بڑی کشتی کو آگے بڑھاتا ہے۔ تو وہ فرزند ہے جو ہر روز پیدا ہوتا ہے تو وہ بوڑھا ہے جو کامیاب ابدیت ہو چکا ہے۔ تو اُس رفعت کا مالک ہے جس تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ تو اُس مکان کا والی ہے جو رازمیں ہے تو وہ وجود مخفی ہے جس کی صورت کوئی نہیں پہچان سکتا۔ تو سال و ماہ کا خداوند ہے جو ہر شخص کو زندگی دیتا ہے۔ تو نے مٹی، سونا، چاندی اور لاجورد کو پیدا کیا ہے تو نے گھانس کو جانوروں کے لئے ترکاریوں کو انسان کی رفع ضرورت کے لئے بنایا ہے تو مچھلیوں کو دریاؤں میں زندہ رکھتا ہے اور پرندوں کو ہوا میں۔ تمام حشرات الارض تیری نظر میں یکساں ہیں۔ چوہے کو سوراخ میں اور چڑیا کو درخت کی شاخ پر روزی پہنچاتا ہے۔ تمام آدمی تیری دو آنکھوں سے باہر آئے ہیں۔ ساری انسانی نسلیں اور تمام اولاد آدم سب کے سب کہتے ہیں اے رب سلام ہو تجھ پر ہم تجھکو سجدہ کرتے ہیں کیوں کہ تو نے ہم کو پیدا کیا ہے تمام مخلوق اعلیٰ علیین میں زمین پر اور دریاؤں کے اندر تیری تعریف میں مشغول ہے۔ سب خداوند تیرے سامنے جھکتے ہیں اور سب روحیں اپنے پیدا کرنے والے کی ثنا و صفت بیان کرتی ہیں اور تجھسے عرض کرتی ہیں۔ آسودہ ہو اے تمام خداوندوں کے باپوں کے باپ۔ اے موجودات کے پیدا کرنے والے۔ اے سب چیزوں کے بنانے والے۔ اے معزز بادشاہ۔ اے معبودوں کے سردار۔

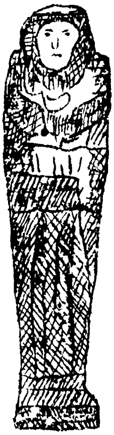
مُردہ جسموں کو حنوط لگانا تمام مصریوں کا اعتقاد تھا کہ جس وقت کوئی شخص مرتا ہے اُس میں کی کچھ چیز زندہ رہتی ہے وہ اُس چیز کو مُردہ کی مثال کہتے تھے اور اُس

مثال کو سایہ جلیسا خیال کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ باقی اور زندہ چیز بدن کے مشابہ ہی وہ ظاہری صورت کے لحاظ سے مثل جسم کے اور باطنی حالت کے لحاظ سے مثل خیال کے ہی مگر اُس کا چھونا ممکن نہیں۔ اور اُس باقی رہنے والی چیز کو روح بھی کہتے ہیں وہ اُس کی تصویر کلنگ کی صورت میں کھینچتے تھے جس کا سر انسان کے مانند ہوتا تھا اور کہتے تھے کہ رُوح مرنے کے وقت مُنہ سے نکلتی ہی۔

قدیم مصریوں کے عقیدے میں وہ مثال یا رُوح اپنے بدن کی پھر محتاج ہوتی ہے وہ سمجھتے تھے کہ اگر جسم کو ضائع ہونے سے محفوظ نہ رکھا جائے تو رُوح آوارہ و پریشان پھرتی ہے مُردہ کی سب سے اچھی خدمت اور اُس کی روح کے ساتھ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ نعش کو سڑنے گلنے سے محفوظ رکھا جائے۔ اس کے لئے حنوط کا طریقہ عام طور پر جاری تھا۔ ہیرڈوٹس نے حنوط کرنے کا طریقہ اور اُس کی تفصیل بھی لکھی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ مصر کے ہر شہر میں کچھ لوگ ایسے رہتے ہیں جو نعشوں کو حنوط لگانے کا پیشہ کرتے ہیں۔ جس وقت وارثِ میت نعش کو حنوط لگانے والے کے پاس لیجاتا ہی تو وہ اُس کو لکڑی کے نمونے دکھلاتا ہی یہ نمونے تین قسم کے ہوتے ہیں اعلیٰ اوسط ادنیٰ اور قیمت و اجرت ہر نمونہ کی اُس کی حیثیت کے مطابق ہوتی ہے۔ اعلیٰ نمونہ جو سب سے زائد قیمتی ہے وہ اُزیریس کے شکل کے مانند ہے۔ غرض جب اُجرت طے ہو جاتی ہے تو صاحب میت نعش کو حنوط کرنے والے کے سپرد کر کے اپنے گھر چلا جاتا ہی اور حنوط کرنے والا اپنے کام میں مشغول ہوتا ہی۔

درجۂ اوّل کے حنوط کے لئے پہلے آدمی کے سر کا بھیجا نکالتے تھے اس طرح کہ کوئی عرق سر میں پہنچا کر اُس میں سر کے بھیجے کو حل کرتے تھے پھر ایک آنکڑا ناک کے نتھنوں میں ڈال کر اُسے باہر نکال لیتے تھے پھر نعش کا پہلو چیر کر آلائش باہر نکال لیتے تھے اور خرمے کی شراب سے دھو کر اُس میں خوشبودار دوائیں بھرتے تھے اور پھر اُس کو سی دیتے تھے اس کے بعد نعش کو ستر دن تک کھاری نمک میں رکھتے تھے پھر اُس کو دھوتے تھے اور

گوند بھرے کپڑے کی پٹیاں اُس پر لپیٹتے تھے۔ حنوط کا کام ختم ہو جانے کے بعد نعش وارثوں کے سپرد کردی جاتی تھی اور وہ ایک خانہ نعش کی شکل کا بنوا کر نعش اُس میں رکھتے تھے وہ خانہ ایک کمرہ میں رکھدیا جاتا تھا اور دیوار کا سہارا لگا دیا جاتا تھا۔



مومیائی شدہ نعش رکھنے کا خانہ

حنوط کی دوسری قسم یہ تھی کہ ارزہ کا تھوڑا گوند جو سرو کی قسم کا ایک درخت ہوتا ہے سوراخ دار نلکی سے مُردہ کے پیٹ میں داخل کرتے تھے اور پیٹ کو پھاڑے اور آلائش نکالے بغیر سوراخ بند کر دیتے تھے تاکہ وہ گوند باہر نہ نکل سکے۔ پھر بدن کو ستر روز کھاری نمک میں رکھتے تھے پھر اُس سے نکال کر گوند کا پانی باہر نکال دیتے تھے اُس پانی کے ساتھ آلائش بھی حل ہوکر خود خارج ہو جاتی تھی کھار میں رکھنے کے سبب گوشت گل کر نعش میں سوائے چمڑے اور ہڈی کے کچھ باقی نہیں رہتا تھا۔ اس کے بعد حنوط کرنے والا بغیر بندش وغیرہ کے میت صاحب میت کو دے دیتا تھا۔

حنوط کی تیسری قسم غربا کے لئے صرف یہ تھی کہ مائع کو بدن کے اندر پہنچا کر نعش کو کھاری نمک میں رکھ دیتے تھے۔

جو نعشیں کہ ان تینوں قسموں میں کسی طرح حنوط کی جاتی تھیں مصری اُن کو مومیا کہتے تھے اور ہم مومیائی کی ہوئی نعش کہتے ہیں۔

مصر کے قبرستانوں میں سے جو مقبرہ کھودا جاتا ہے اُس میں مومیائی شدہ نعشیں بکثرت ملتی ہیں۔ اکثر سیاح اسی قسم کی ہزاروں نعشیں یورپ لے گئے ہیں اور یورپ کے تمام بڑے بڑے عجائب خانوں میں مومیائی شدہ نعشیں موجود ہیں۔

پیرس کا مشہور عجائب خانہ لوور (Louvre) ان نعشوں کا بہترین ذخیرہ رکھتا ہے اور ان نعشوں کو چوبی خانہ میں لپیٹ کر رکھدیا ہے جو آنہ یرلیس کے مجسموں کے مشابہ ہیں۔

مُردوں کی پرستش قدیم مصریوں کا عقیدہ تھا کہ مُردہ کی مثال یعنی روح بھی ایک زندہ آدمی کے مانند ضروریات رکھتی ہے۔ اور غذا و لباس و مکان کی ضرورت مند رہتی ہے۔ فقرا مومیائی شدہ جسموں کو ریگ میں دفن کردینے پر قناعت کرتے تھے لیکن اُمرا اُس کے لئے مکان بنواتے تھے اور اُس کو منزلِ ابدی کہتے تھے۔ یہ مکان ایک وسیع گھر یا کم سے کم کمرہ کے مانند ہوتا تھا۔ اول سلسلوں کے بادشاہوں کے زمانہ میں غالباً یہ نعش خانہ ہرم کی صورت کا بنایا جاتا تھا چنانچہ منفیس کے قریب ایک شہر کی وسعت کے برابر ہرم ہیں۔ ان میں سے بعض ہرم برابر برابر صف میں بنائے گئے ہیں جیسے گلی میں رہنے کے گھر بنے ہوتے ہیں۔ اور بعض متفرق ہیں۔ بہت بلند اہرام میں بادشاہوں کو اور باقی میں بزرگوں کو دفن کرتے تھے۔ کیوں کہ ایک ہرم کے بنانے میں بہت زیادہ لاگت آتی تھی مقبرہ کے لئے عموماً ریت کے نیچے یا پتھر میں تہ خانہ بناتے تھے اور اُس کے مقابل میں ایک چھوٹا نماز خانہ جو باہر کی طرف کھلتا تھا۔ جب اس نماز خانہ میں داخل ہوتے تو اُس کے آخر میں ایک بڑی سِل نظر آتی تھی جیسے بند دروازہ اُکھاڑ کر رکھا ہو۔ اُس کے نیچے ایک چھوٹی میز ہوتی تھی جس پر نذر نیاز کے لئے چیزیں رکھتے تھے۔ یہ نماز خانہ مقبرہ کا صرف وہ حصہ ہے جہاں زندہ انسان جاسکتے تھے باقی حصہ مُردہ کے لئے ہوتا تھا اور کسی کو



قدیم مصری مقبرے

وہاں جاکر مرحوم کے لئے باعثِ زحمت ہونا سزاوار نہیں تھا۔ اسی لئے مقبرہ کا دروازہ نہ بناتے تھے۔ نمازخانہ کی آخری دیوار کی پشت پر ایک دالان بہت تنگ وتاریک ہوتا تھا۔ وہاں مُردوں کے مجسمے رکھتے تھے۔ اور کبھی ایک مُردہ کے لئے بیس سے زیادہ مجسمے ہوتے تھے اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر مومیائی شدہ جسم خراب ہوجائے تو اُس کی جگہ یہ کام دیں۔ مجسمے مُردے کی سنگین مُورت ہوتے تھے۔ نمازخانہ کے ایک کونے میں ایک کنواں پتھروں کا تراش کر یا پتھر کے تختوں کی چُنائی کا بنایا جاتا تھا جو بارہ پندرہ بلکہ کبھی تیس میٹر تک گہرائی کا ہوتا تھا۔ اور کنوئیں کی انتہا تک ایک چھوٹا راستہ بنا ہوتا تھا جو اُس غار تک جاتا تھا جو پتھروں کو تراش کر بنایا جاتا تھا۔ وہ مُردوں کا اصلی مکان ہوتا تھا اور اُس کے وسط میں ایک بڑا تابوت قرمزی یا سیاہ یا سفید پتھر کا رکھتے تھے اُس میں مُردہ ابدی خاموشی کے ساتھ سوتا تھا۔ مقبرہ میں کام کرنے والے میت کو کنوئیں میں لیجاکر رکھدیتے تھے اور اُس کے پہلو میں بڑے بڑے برتن پانی سے بھر کر اور خرما اور گیہوں اور گائے کا گوشت رکھدیتے تھے اُس کے بعد اُس راستہ کو بند کرکے کنوئیں کو پتھروں کے تختہ سے پاٹ کر مٹی سے بند کردیتے تھے پھر اُس کنوئیں میں جانا کسی کے لئے ممکن نہ تھا۔ زمانہ حال کے عقلمندوں نے اُن کنووں کو خالی اور صاف کرکے قبروں کو دیکھا ہے

ورانھیں اُسی طرح پایا ہے جیسے آج سے چار پانچ ہزار برس پہلے تیار کی گئی تھیں نعشیں سی طرح محفوظ تھیں یہاں تک کہ بالوں ناخنوں اور دانتوں میں بھی کوئی تغیر نہیں ہوا تھا جیسا لہ پہلے مذکور ہوا میت کو دفن کرنے کے وقت اُس کے پہلو میں کھانا وغیرہ اس خیال سے رکھدیتے تھے کہ مُردہ کھانے پینے کا محتاج نہ رہے۔ جب نئی غذائیں پہنچانا چاہتے تھے تو چونکہ مقبرہ میں نہیں جاسکتے تھے اس لئے نیا کھانا نمازخانہ میں رکھتے تھے جس میں میوہ اور چربی بھی ہوتی تھی علاوہ اس کے بخورات بھی جلاتے تھے تاکہ اُن کی خوشبو مردہ تک پہنچ جائے۔ کچھ عرصہ کے بعد مصریوں کا۔ یہ عقیدہ ہوگیا کہ مُردوں کے کھانے کے لئے مادّی چیزوں کے رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ خداوند سے التجا کرنا چاہیئے کہ وہ اُن کو بھوکا نہ رکھے۔ اس لئے اس معاملہ میں یا تو آنوبیس سے جس کا سر گیدڑ کا ہی التجا کرتے تھے یا اُزیریس کی طرف جو اموات کا خداوند ہے رجوع کرتے تھے۔ وہ نمازخانہ کے پتھر کی سِل پر یہ عبارت لکھدیتے تھے :۔

"ہم اُزیریس کو سجدہ کرتے ہیں اور التجا کرتے ہیں کہ وہ کھانا مثلاً روٹی عرقیات گائے۔ قاز کا گوشت۔ دودھ۔ شراب۔ لباس۔ عطریات عمدہ اور تمام پاک چیزیں جن کو خداوند خود استعمال کرتا ہی مُردہ کی روح کو بھی عطا کرے"

مصریوں کا یہ بھی عقیدہ ہوگیا تھا کہ مُردے صرف کھانے کی تصویروں پر قناعت کرتے ہیں مثلاً اگر اُن کے لئے روٹی کی شکل بنادی جائے تو کافی ہی اس لئے نمازخانہ کی دیواریں نقاشی سے معمور ہوگئیں وہ جس چیز کو مُردہ تک پہنچانا چاہتے تھے اُس کو مکان مذکور کی دیواروں پر نقش کردیتے تھے۔ جو تصویریں وہاں بنی ہوئی ہیں اُن میں کسانوں کی تصویریں بھی ہیں جو زمین کو جوت اور بو رہے ہیں فصل کاٹ رہے ہیں کھلیانوں سے غلہ اُٹھا رہے ہیں۔ درزی کپڑا اور موچی جوتے سی رہے ہیں اسی طرح اور پیشہ ور بڑھئی معمار اور ناچنے گانے والے اور بازیگروں کی بھی تصویریں ہیں علاوہ اس کے مردے کی

ب حالتوں کی تصویریں بھی مقبروں میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً وہ اپنی بیوی کے ساتھ دسترخوان
بیٹھا ہے یا جنگل میں شکار کر رہا ہے یا اُن جھیلوں کے کنارے مچھلیوں کے شکار میں مصروف
، جن میں پاپیرس گھاس اُگی ہوئی ہے۔

مقررہ ایام میں میت کے پس ماندے نمازخانہ میں جمع ہوتے تھے اور کھانا کھاتے
تھے اُن کا اعتقاد تھا کہ مُردہ بھی کھانے میں شریک ہوتا ہے۔ اس موقع پر کسی جانور کی
ربانی بھی کرتے تھے اور اُس کی چربی جلاتے تھے۔

قدیم مصری مُردے کو دیوتا کی طرح تصور کرتے تھے اور وارثوں کا یہ فرض تھا کہ میت
کی پرستش منقطع نہونے دیں اور جس طرح اُزیریس کی عبادت کرتے ہیں اُسی طرح مُردے کی
پرستش کریں۔ شاہی مُردوں کے لئے مخصوص کاہن رکھے جاتے تھے جو نمازخانہ کی حفاظت
ور عُرس کے دنوں کا اہتمام کرنے پر مامور ہوتے تھے۔ مثلاً رامسس دوم جس نے اپنے باپ
کے لئے آبیدس میں ایک معبد بنایا تھا اس معبد کے کتبہ میں لکھتا ہے:-

دُنیا میں سب سے اچھی چیز دیکھنے اور سُننے کے لئے وہ ۔۔۔ ہے جو اپنے سینہ میں
احسان مند دل رکھتا ہو۔ میرا دل مجھکو مجبور کرتا ہے کہ میں دنیا میں جو اچھا کام
دیکھوں وہ اپنے باپ کے لئے کروں۔ اے میرے باپ بیدار ہو اور اپنا سر
آسمان کی طرف بلند کر۔ اے میرے باپ تو خدا وند کے مانند ہے اور یہ میں ہوں
جس نے تیرے نام کو زندہ رکھا ہے میں تیرا محافظ ہوں میں نے تیرے اور تیری
روزانہ عبادت کے لئے ایک بڑی رقم مخصوص کر دی ہے۔ میں تیرے لئے
کاہنوں کو اُجرت دیتا ہوں کہ وہ مقدس پانی تیری خاک پر چھڑکیں۔ میں نے
تیرے لئے جنوبی املاک کو وقف کر دیا ہے تاکہ اس کا محاصل تیرے معبد کی
خدمت میں صرف کیا جائے۔

مُردوں کا حساب کتاب | مدت تک مصریوں کا یہ عقیدہ رہا کہ مُردے کی رُوح

اُسی مقبرے میں رہتی ہے جس میں اُس کا جسم چھوڑ دیا جاتا ہے۔ لیکن ایک زمانہ میں وہ اس عقیدے سے پھر گئے اور کہنے لگے کہ تمام روحیں زمین کے نیچے اُس مقام پر جمع ہوتی ہیں جہاں آفتاب جاتا ہے اور زمین کے نیچے سلطنت کا نام مملکت غرب رکھا تھا۔ وہاں اُزیریس سلطنت کرتا تھا وہ روحوں کو اُن کے اعمال کی پرسش اور حساب کتاب ہونے کے بعد قبول کرتا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ روح جب بدن سے نکلتی ہے تو اندھیرے دالانوں میں داخل ہوتی ہے پھر ایک کشتی پر زمین کے نیچے دریا میں سیر کرتی ہے اور اُس دریا کو عبور کرنے میں مہیب اور خوفناک شیطانوں کو دیکھتی ہے جو چاہتے ہیں کہ اُسے ٹکڑے کر ڈالیں لیکن اموات کے خداوند مثلاً آنوبیس اور تت اُس کی مدد کرتے ہیں اور اُس کی رہبری کر کے اُس کو حساب کتاب کے مقام تک پہنچا دیتے ہیں۔ وہاں اُزیریس قاضی کی طرح بیٹھا ہوتا ہے اور اُس کے بیالیس نائب ہوتے ہیں۔ جو روح کے پہنچنے کے بعد اُس کی تحقیقات کرتے ہیں کہ مُردہ بیالیس کبیرہ گناہوں میں سے کسی کا مرتکب تو نہیں ہوا ہے اور اُس کے اعمال کو عدالت کی ترازو میں تولتے ہیں اور اُس کے وزن کے موافق عذاب یا ثواب پہنچاتے ہیں جو روح عذاب کی مستحق ہوتی ہے اُسے ایک خوفناک جگہ میں پہنچاتے ہیں وہاں اُسے کوڑے لگائے جاتے ہیں اور عذاب میں مبتلا ہوتی ہے سانپ بچھو اُس کو کاٹتے ہیں یہاں تک کہ آخرکار فنا ہو جاتی ہے۔

لیکن جو روح پاک ہوتی ہے اُس کو امتحان کے بعد کلنگ یا ققنس وغیرہ کی کوئی سی شکل اختیار کرنا پڑتی ہے۔ ایسی روح اُن شیاطین سے بھاگ کر جو گھڑیال اور سانپ کی شکل اختیار کیے ہوئے ہیں آخرکار خداؤں میں مقبول ہوتی ہے پھر وہ ہمیشہ گولر کے درختوں کے سایہ میں اور اُس ہوا میں جسے شمالی نسیم ٹھنڈا کر دیتی ہے خوشی سے رہتی اور اُزیریس کے دسترخوان پر بیٹھتی ہے اور وہ کھانے جنھیں ایک دیوی اُس خداوند کے لئے تیار کرتی ہے کھاتی ہے اور عمدہ عمدہ عطر سونگھتی ہے۔

مصری چاہتے تھے کہ جب روحیں حساب کتاب کے لئے جائیں تو اُزیریس کی پیشی میں اپنے کو بری الذّمہ ثابت کر سکیں اس لئے ایک چھوٹی سی کتاب موسوم بہ کتاب اموات تابوت کے اندر مومیائی شدہ جسم کے پہلو میں رکھدیتے تھے اور جو جواب اُزیریس اور اُس کے نائبوں کو دینا چاہیئے اُس میں لکھے ہوتے تھے مثلاً اُزیریس سے پہلے یوں خطاب کرنا چاہیئے

سلام ہو تجھپر اے سچائی اور عدالت کے خداوندا اے میرے مختار میں تیرے پاس آیا ہوں تاکہ تیرے کاموں کو دیکھوں تیرا نام اور تیرے بیالیس ہمراہی خداوندوں کے نام میں جانتا ہوں۔

پھر اُس کو اپنی بیگناہی کے ثبوت میں یہ کہنا چاہیئے۔

"میں کسی مکاری کا مرتکب نہیں ہوا میں نے کسی کو دھوکہ نہیں دیا میں نے کسی بیوہ عورت کو نہیں ستایا۔ کسی محکمہ میں جھوٹ نہیں بولا جو فرایض میرے ذمہ تھے میں نے اُن کے ادا کرنے میں کاہلی نہیں کی کسی ایسی چیز کے قریب نہیں گیا جس کو خداوندوں نے بُرا سمجھا ہو۔ کسی آدمی کو قتل نہیں کیا۔ بے ایمانی سے کسی کو قتل نہیں کرایا۔ معبدوں کا کھانا اور خداوندوں کی نذر نیاز کو نہیں چھوڑا۔ مُردوں کے کھانے اور پانی کو نہیں اُٹھایا اناج وغیرہ ناپنے میں کمی نہیں کی کسی کی زمین بے ایمانی سے نہیں لی۔ وزن سے کم نہیں بیچا۔ شکارگاہ میں وقف شدہ جانوروں کو نہیں ستایا خدائی پرندوں کو جال میں نہیں پکڑا۔ متبرک مچھلیوں کو شکار نہیں کیا کسی نہر کو خراب نہیں کیا نہ اُسے کاٹا کسی خداوند کے جلوس کے آگے جانے میں میں مانع نہیں ہوا۔ میں پاک ہوں۔ میں پاک ہوں۔ میں پاک ہوں"

رُوح کو چاہیئے کہ بیالیس قاضیوں کے سامنے جو اُزیریس کے مددگار رہیں اسی عبارت کی تکرار کرے اُس کے بعد اپنے اچھے اعمال گنائے اور نیک کاموں سے اپنی محبت ظاہر کرکے خداوند کو خوش کرے۔ مثلاً کہے:۔

"میں نے بھوکوں کو روٹی دی ہے - پیاسوں کو پانی دیا ہے - ننگوں کو کپڑے پہنائے ہیں - عاجزوں کو سفر میں کشتی عنایت کی ہے خداوندوں کی راہ میں قربانی کی ہے اور مُردوں کو مرنے کے بعد خوراک پہنچائی ہے - اے قاضیو مجھکو نجات دو اور خداوند کے سامنے میری بُرائی مت کرو - کیوں کہ میرا مُنہ پاک ہے اور دونوں ہاتھ بھی پاک ہیں"

دسویں سلسلہ کے بادشاہوں کے بعد کوئی قبر اس سلطنت میں ایسی نہیں ہے کہ اس کتاب کا ایک نسخہ اُس میں نہو - مصری اس کتاب کی بعض عبارتوں کو مقبرے کی دیواروں پر مجسموں کے مُنہ پر تابوتوں پر بلکہ خود مومیائی شدہ نعشوں کے مُنہ پر بھی لکھدیتے تھے -

پانچویں فصل

مصریوں کے قدیم آثار

مصری معماری مصر کے بادشاہ اپنی یادگار کے لئے عمارتیں زیادہ بناتے تھے - بڑی بڑی عمارتیں اور خاص کر زیارت گاہیں اور اپنے مقبرے بنانا اپنا فخر سمجھتے تھے اور چوں کہ عمدہ عمدہ ہنروں کے مالک و واقف اور اچھے کاریگر تھے اس لئے اپنے ان مقاصد میں کامیاب ہوتے تھے - جب کوئی فرعون کسی عمارت کو بنانا چاہتا تھا تو اپنے معماروں کو پتھر لانے کے لئے پہاڑوں کے اُن سلسلوں میں بھیجتا تھا جو نیل کے کنارے واقع ہیں دیواریں بنانے میں چونے کے پتھر یا وہ پتھر جو ریت سے بنتے تھے کام میں لاتے تھے کیوں کہ اُن کا کاٹنا آسان ہوتا ہے لیکن بڑے بڑے مجسموں اور تابوتوں اور میلوں کے میناروں کے لئے جن کو مصری

مسلّہ کہتے ہیں قرمزی یا نیلے رنگ کے پتھر کی سلیں اُن پہاڑوں سے لاتے تھے جو آبشارِ سیان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ بڑے پتھروں کو پہلے دریائے نیل کے کنارے لاتے تھے اور جب دریا کا پانی طغیانی سے پہاڑوں تک پہنچتا تھا تو اُن پتھروں کو کشتی کے ذریعہ سے اُس جگہ تک پہنچاتے تھے جو جائے عمارت سے نزدیک تر ہو۔ وہاں خشکی پہ وہ پتھر جمع کرتے تھے پھر اُن کو ٹھیلوں پر لادتے تھے جن کو آدمیوں کا ایک دستہ رسیوں سے باندھ کر کھینچتا تھا۔ اور اُن ٹھیلوں کے راستہ میں روغن ملے ہوئے (چکنے) تختے بچھائے جاتے تھے۔ ان ٹھیلوں کو عام رعایا کے لوگ یا جنگی قیدی کئی کئی سو کی تعداد میں مل کر کھینچتے تھے اور کئی آدمی ڈنڈے لئے اُن کے سر پر رہتے تھے تاکہ وہ ٹھیلوں کے کھینچنے میں سُستی نہ کر سکیں۔

اہرام کی طرح قدیم عمارتوں میں پتھر نہایت صفائی کے ساتھ کاٹے جاتے تھے اور ان کے جوڑ اس طرح ملائے جاتے تھے کہ بغیر چونے یا مٹی کے بہت مضبوط رہتے تھے۔ پتھر کی سطح پر انتہا درجہ کی صیقل کیجاتی تھی۔ برعکس اس کے طبس کے تمام عمارتوں کی چھوائی ایک قسم کی مٹی سے کیجاتی تھی۔ اور اُس مٹی میں مختلف رنگوں سے نقش و نگار بنائے جاتے تھے۔ چوں کہ پتھر اُس مٹی سے بالکل چھپا دیئے جاتے تھے اس لئے صیقل کی کوئی ضرورت نہیں رہتی تھی۔ چوں کہ مصری یہ چاہتے تھے کہ ایسی عمارت بنائیں جو ہمیشہ قایم رہے اس لئے عمارت کی مضبوطی میں جن چیزوں سے کمی آنے کا احتمال تھا اُن سے بچتے تھے۔ مثلاً وہ طاق بنا سکتے تھے جیسے پُرانی مصری عمارتوں میں پائے جاتے ہیں لیکن جب اُنھوں نے دیکھا کہ طاقوں پر دونوں طرف سے دباؤ پڑتا ہے اور اس سے عمارت کے استحکام میں خلل پڑتا ہے تو اُنھوں نے طاق بنانا ترک کر دیا بلکہ دیواروں اور ستونوں پر پتھر کے تختے افقی سمت میں رکھنے لگے۔

طبس کے کھنڈر تمام مصر یادگار عمارتوں سے پُر تھا۔ اور تمام دیگر شہروں میں بھی اس قسم کی عمارتیں تھیں۔ لیکن مصر سفلی میں رفتہ رفتہ سب تباہ ہو گئیں اور اہرام کے سوا کوئی چیز

باقی نہ رہی برعکس اس کے طب کی یادگاریں اب تک محفوظ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں کی آبادی ایک زمانہ میں بالکل خالی اور ویراں ہوگئی تھی۔ جب عیسائی راہب وہاں پہنچے تو انھوں نے وہیں رہنا اختیار کیا۔ اس کے بعد مصری فلاح آئے اور انھوں نے معبدوں میں چھوٹے چھوٹے مکان بنالئے۔

شہر طب کے موقعہ پر دو عمارتیں پائی جاتی ہیں ایک کو کرنک (Karnek) اور دوسری کو الاقصر (Lauqsor) کہتے ہیں۔ یہ دونوں نیل کے داہنے ساحل پر ایک دوسرے سے آدھ گھنٹہ کی راہ کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ یہ دونوں ایک باغ کے ذریعہ سے جس کا طول دو ہزار گز کا ہے باہم متصل ہوگئی ہیں۔ باغ مذکورہ میں پتھر کی پٹیوں کا فرش ہے اور دونوں کناروں پر دو صفوں میں بڑے بڑے ابوالہول بنے ہوئے ہیں جن کا سر بارہ سینگے کا ہے۔

دریائے نیل کے بائیں ساحل پر ایک قبرستان تھا اور یہاں سے کوہ لیبی کے مقبروں تک جانے کا راستہ تھا۔ یہ مقبرے پہاڑ کی چٹانیں کھود کر بنائے گئے تھے کھنڈر ہنوز باقی ہیں اُن میں سے ایک ستی کا معبد ہے جس کو اس بادشاہ نے اپنے باپ کی یادگار میں بنانا شروع کیا تھا۔ رمسس نے اُسے مکمل کیا یہ معبد اب رامسوم (Ramesser) کے نام سے مشہور ہے۔

رامسوم کی دیواریں گلکاریوں اور تصویروں سے پُر ہیں جن سے رمسس کی فتوحات ظاہر ہوتی ہیں رامسوم کے احاطہ میں رمسس کا مجسمہ نشست کی حالت میں بنا ہوا تھا اُس کی سترہ میٹر کی بلندی تھی۔ اُس سے ایک ہزار گز کے فاصلہ پر شہر ابو کے نشانات ہیں جہاں تین بڑے معبدوں کے کھنڈر پائے جاتے ہیں۔

۱۷۹۹ء میں جب فرانسیسی فوج کی لین ڈوڈی شہر طب کے کھنڈر کے قریب پہنچی تو سپاہی تھکن پیاس اور گرمی سے بیجان ہو رہے تھے لیکن جب اُن کی نظر ان باعظمت عمارتوں

پر پڑی تو سب تکلیفیں بھول گئے اُس وقت سے ہزاروں سیاحوں نے ان کھنڈروں کی سیر کی اور سب پر وہی اثر ہوا جس چیز کا اثر آدمی پر سب سے زیادہ پڑتا ہے وہ موضع کرنک کا ستون دار محل جس کا سو گز طول اور پچاس گز عرض ہے۔

ایک فرانسیسی سیّاح کہتا ہے۔

"مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں کرنک کے شاندار محل کا کچھ وصف بیان کروں۔ اگرچہ جو تفصیل میں بیان کروں گا اُس کی وجہ سے لوگ مجھے دیوانہ سمجھیں گے۔ اگر تم اُس

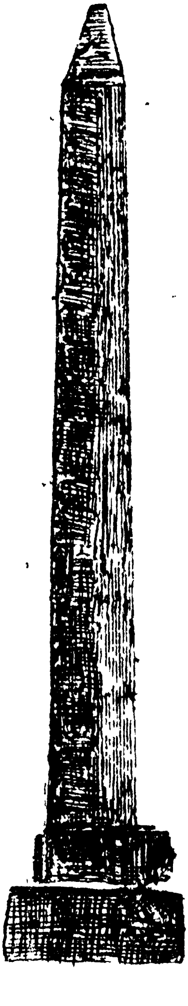


تھیبز میں ایک محل کا کھنڈر

محل کا تصوّر کرنا چاہتے ہو تو بُرجوں اور ستونوں کا ایک جنگل فرض کرو ستون تعداد میں ایک سو چونتیس ہیں۔ سب سے زیادہ اونچے ستون کی بلندی ۲۲ گز ہے اور ہر ستون پر جستہ تصویروں اور ہیرگلیفی خطوط سے بھرا ہوا ہے۔ ستونوں کے سرے کا محیط ۱۲ گز ہے بس یہی کرنک کا محل ہے۔ اور وہ اسی حالت پر اب سے تین ہزار سال پہلے تھا۔ زلزلہ سے فقط بارہ ستون اور ایک بڑا بُرج منہدم ہوگیا ہے جو ایک گرے ہوئے پہاڑ کی طرح معلوم ہوتا ہے لیکن ایک سو چونتیس ستون ابھی اُسی طرح کھڑے ہوئے ہیں“

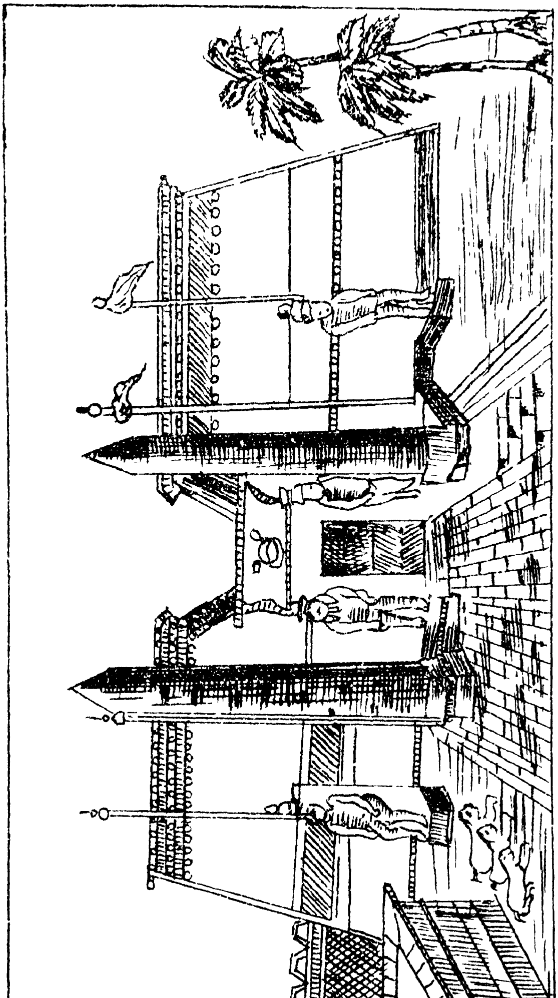
مصر کے معبد کی تعریف مصری اپنے معبد کو خدا کا گھر سمجھتے تھے۔ اور اُس کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ ناپاک آدمیوں اور چوروں سے محفوظ رہے۔ اس لئے معبد کے گرد ایک مربع احاطہ بناتے تھے جس کی دیواریں بہت اونچی اور چوڑی اینٹوں کی بنائی جاتی تھیں معبد کی دیوار کے پہلو میں غلّہ میوہ اور گھی اور پانی رکھنے کے گودام بناتے تھے۔ دیوتاؤں اور کاہنوں کا کھانا پکانے کے لئے نانبائیوں کی دوکانیں بھی بنائی جاتی تھیں بتوں کے جواہر و لباس اور عطر و خوشبو رکھنے کے لئے حجرے بنے ہوئے تھے۔ اور ان عمارتوں کے پہلو میں کاہنوں خادموں پجاریوں اور اُن کے اہل و عیال کے مکانات ہوتے تھے جب ان مکانوں کے جھرمٹ سے جن کا ایک محلہ بنا ہوا تھا گزرتے تھے تو پتھر کے فرش کا ایک باغیچہ ملتا تھا جس کے دونوں طرف ابوالہولوں کی ایک ایک صف نصب ہوتی تھی۔ یہ بڑے بڑے مجسمے سوتے ہوئے شیروں کی شکل کے ہوتے تھے جن کا سر کبھی انسان کے سر کے مانند اور کبھی مینڈھے کے سر کے مانند ہوتا تھا۔ پھر یہ باغیچہ ایک دوسرے احاطہ پر ختم ہوتا تھا جو دروازے کے سامنے ہوتا تھا اس دروازہ کے کناروں پر ناقص مخروطی شکل کے دو بڑے بُرج کتبوں اور تصویروں سے بھرے ہوئے بنے ہوتے تھے (معبد کرنک میں اسی طرح کے دو بُرج پائے جاتے ہیں جن کی بلندی چوالیس میٹر اور چوڑائی ایک سو تیرہ میٹر اور قطر پندرہ میٹر ہے) ان بُرجوں کو یونانی زبان میں پلین (Pylone)

کہتے ہیں، پیلن کے سامنے دو اونچے مسلّے سنگ سماق کے نظر آتے تھے جو کتبوں سے بھرے ہوئے تھے مسلّوں کی اونچائی بیس سے تیس گز تک تھی۔ یہ ایک ڈال پتھر کی چٹان سے تراشے گئے تھے اور ایک ایک پایہ پر قایم کئے گئے تھے اوپر کے حصّہ کو تانبہ کے ایک سرپوش سے منڈھ دیا تھا جس پر سونے کا ملمع تھا اور وہ دھوپ میں خوب چمکتا تھا (چند سال قبل معبد الاقصر کے ایک مسلّہ کو جو بیس گز سے زیادہ اونچا تھا پیرس میں لیجا کر ایک بڑے میدان میں نصب کیا ہی)



مسلّہ الاقصر

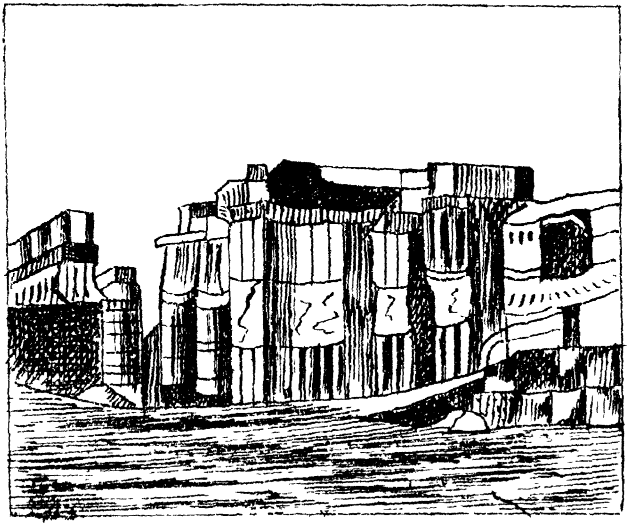
معبد کے دروازے کے دونوں طرف دو پتھر کے بیٹھے ہوئے آدمیوں کے بڑے مجسمے دکھائی دیتے تھے یہ مجسمے اُس عمارت کے بنانے والے بادشاہ کی شکل ظاہر کرتے تھے



معبد الاقصر کا دروازہ

دروازہ سے گزر کر ایک احاطہ ملتا تھا جس میں تہوار کے دن کاہن اور ان کے متعلقین جمع ہوتے تھے اُس احاطہ کے آخر میں ایک قیمتی لکڑی کا دروازہ ملتا تھا جس پر سونے کا کام تھا

اور یہی معبد کا اصلی دروازہ تھا۔ اس کے اندر جانے سے پہلے ایک کمرہ ملتا تھا جس کی چھت بڑے بڑے ستونوں پر قایم تھی۔ یہ ستون بالکل نقاشی اور مصوّری سے چھپے ہوئے تھے اور اُن کے سرے لوٹس کے پھول یا برگ خرما کے مانند تھے جن کے اوپر سے کسی قدر روشنی کمرے میں پہنچتی تھی۔



معبد الاقصر میں پتھر کے ستون

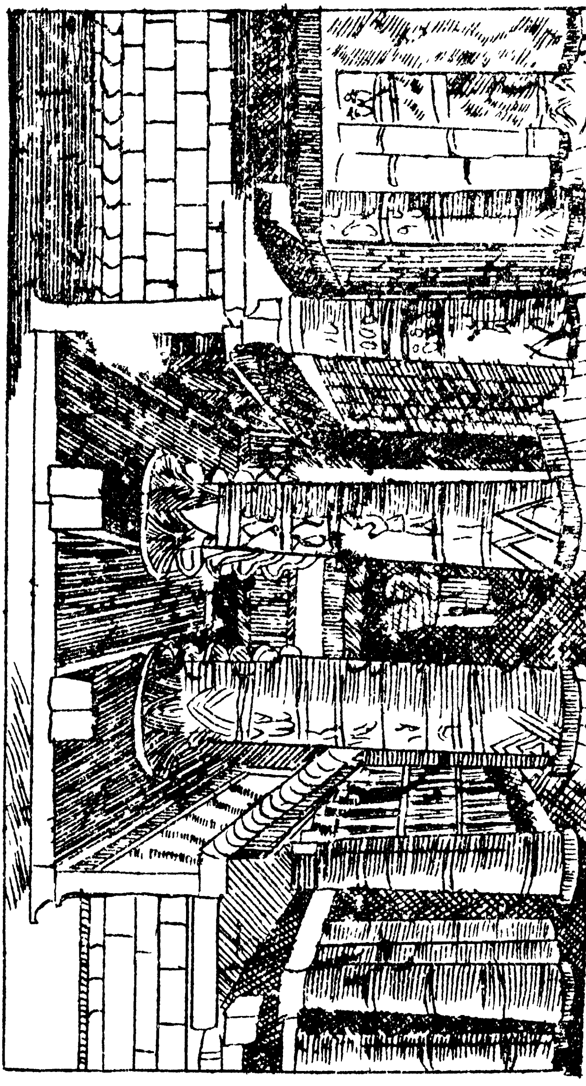
مصر کے لوگ وہاں چڑھاوے چڑھاتے تھے اور قربانیاں کرتے تھے۔ کاہن اُس مکان میں جمع ہوتے تھے اور بعض معتقدین کو بھی وہاں جانے کی اجازت ملجاتی تھی تاکہ اُس بُت کی نکلتے وقت زیارت کرسکیں جس کو وہ خدا سمجھتے تھے۔ اُس بُت کو ایک صندوق میں رکھتے تھے جو کشتی کے مانند بنایا جاتا تھا۔ اور جسے کاہن اپنے کاندھوں پر اُٹھا کر حرم کے باہر لاتے تھے اس ہال کے آخر میں ایک دہلیز تھی جس کے آگے خاص کمرہ یا خلوتگاہ راز تھی اور یہی حقیقی حرم تھا بعض کاہن وہاں جانے کا حق رکھتے تھے اور وہ کمرہ بہت چھوٹا اور بلندی میں بھی بڑے

کمرے سے کم تھا وہاں بالکل اندھیرا رہتا تھا اور ایک لکڑی کی کشتی میں جس پر طلائی کام کیا گیا تھا یا سنگِ سماق کے چھوٹے سے نماز خانہ میں دیوتا کا بُت استراحت میں مصروف ہوتا تھا۔ آخر میں اس کمرہ کے پہلو یا عقب میں اور چھوٹے چھوٹے تاریک کمرے تھے جن میں معبد کا خزانہ یا عبادت کے متعلق اشیا رکھی جاتی تھیں۔

معبد میں داخل ہونے سے آخر تک ہر کمرہ کی کرسی گزشتہ کمرہ سے بلند بنائی جاتی تھی اس لئے کُل معبد کی سیر میں ہمیشہ بلندی پر چڑھنا ہوتا تھا معبد کی چھتیں پٹی ہوئی تھیں۔ سب دیواریں اور ستون کتبوں نقاشیوں اور نشانات سے بھرے ہوتے تھے۔ جن میں قرمزی آبی یا طلائی رنگ سے کام لیا گیا تھا۔ بڑے کمرہ میں زمین پر بھی نقاشی کی گئی تھی اس پر گھانسوں پھولوں اور حیوانات اور ایسے اشخاص کی شکلیں بنائی گئی تھیں جو چڑھاوے کی چیزیں لیتے ہیں۔ اور دیواروں سے آسمان کی فضا ظاہر ہوتی تھی۔ خداوند کی شکلیں حرکت یا سکون کی حالت میں نظر آتی تھیں۔ چھت میں ستارے بنائے گئے تھے جن کے درمیان بڑے بڑے کرگس کی شکلیں بنی ہوئی تھیں جو اپنے پروں کو پھیلائے ہوئے تھے۔

زمین کے نیچے معبد اور مقبرے

مصر کے قدیم مقبرے اہرام کی طرح زمین کے اوپر بنائے گئے ہیں لیکن بارھویں سلسلۂ شاہی سے زمین کے نیچے مقبرے تیار ہونے کی ابتدا ہوئی جو پتھر کی چٹانیں کھود کر بنائے جاتے تھے۔ زمین کے نیچے کے قدیم ترین مقبرے موضع بنی حسن کے مقابر ہیں۔ یہ مقبرے گویا غار ہیں جو وسط پہاڑ میں تراشے گئے ہیں اُن میں جانے کے لئے ایک چھتّہ کے درمیان سے گزرنا پڑتا ہے جو ستونوں پر واقع ہے اور ہر ستون کا سر سفید پتھر سے تراشا گیا ہے اُن مقبروں میں صرف ایک کمرہ اور ایک گہرا طاقچہ ہے جس میں مُردہ کا جسم رکھا جاتا تھا اُس کی دیواریں نقاشی اور تصاویر سے بھری ہوئی ہیں۔ جن سے اُس زمانہ کا تمدّن اور روزمرّہ کے واقعات زندگی معلوم ہوتے ہیں۔ پہلے پہل جب یہ کمرے کھولے گئے تو ان کی نقّاشی تازہ تھی لیکن جب



بیبان زن کا ایک کمرہ

سیاحوں نے مشعل لے کر وہاں جانا شروع کیا تو دھوئیں سے کالی ہو گئی۔ بہت سے زیر زمینی مقابر شہر طیبس کے مغربی جانب کے پہاڑوں میں اٹھارھویں سلسلہ شاہی میں بنائے گئے ہیں اور تقریباً ایک فرسنگ پہاڑ میں اوپر سے نیچے تک سوراخ کئے ہیں۔ کہیں کہیں صرف

سو گز کی بلندی تک پہاڑ کھودا گیا ہے۔ اس موقع پر کمرے اس قدر تنگ اور گہرے بنائے گئے ہیں کہ یونانیوں نے اُن کو ٹونٹیوں سے تشبیہ دی ہے۔ اب تک پچیس قبرستان وہاں معلوم کئے گئے ہیں جن میں بادشاہوں کی قبریں ہیں ان کے علاوہ کئی سو غار اور ہیں جن کا راستہ ابھی معلوم نہیں ہوا۔

زیر زمین قبروں کا دروازہ پتھر سے کاٹا گیا ہے جو غالباً پتھروں اور ریت سے بند کیا گیا ہے تاکہ مُردہ کو تکلیف دینے کے لئے کوئی آدمی وہاں نہ جا سکے۔ اصل دالان ڈھالواں ہے جو ۶۰ یا ۸۰ گز تک پہاڑ کے نیچے چلا جاتا ہے (رمسس سوم کے قبرستان کے دالان کا طول ایک سو پچیس میٹر ہے) اور اس کمرہ میں جا کر مل جاتا ہے جہاں مردہ کا تابوت رکھا گیا ہے اُس کمرہ کی دیواریں اور چھت نقاشی اور تصویروں سے مزین ہیں اور یہ تمام کام مشعلوں کی روشنی میں کیا گیا ہے تاکہ سوائے مردہ کی رُوح کے کوئی دوسرا نہ دیکھ سکے۔

قبر اور تابوت کو آدمیوں اور چوروں سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام تدبیریں صرف کردیتے تھے۔ جس سیاح نے ستی اوّل کی قبر کو معلوم کیا ہے اُس نے پہلے ایک اور دالان پایا جہاں سے وہ دوسرے زینے اور دالان میں وہاں سے ایک چھوٹے سے کمرہ میں پہنچا جو ایک چوڑے اور گہرے کنویں سے جا ملا تھا۔ جب سیاح کنویں میں داخل ہو کر نیچے گیا تو وہاں کوئی راستہ نہ ملا۔ لیکن کنویں کے اوپر ایک تیر بنا ہوا تھا اور کنویں کے اُس طرف دیواریں جو نقاشی سے پٹی ہوئی تھی ایک سوراخ نظر آیا۔ بعض لوگوں نے اس راز کو کھولا کہ ستی اوّل کی قبر اُسی جگہ ہے۔ وہ اُس تیر کے رُخ پر چل کر اُس سوراخ سے گزرے اُس سوراخ سے دوسرے چھوٹے بڑے کمروں میں پہنچے کہ اُن میں سے بعض بند تھے۔ آخر کار ایک کمرہ میں پہنچے وہاں سفید سنگ مرمر کا تابوت رکھا تھا۔ شاید یہ تابوت بھی بادشاہ کا نہ تھا اُس کمرہ کی زمین نیچے سے خالی معلوم ہوتی تھی جب اُس میں سوراخ کیا تو ایک زینہ ملا جو ایک دالان میں جاتا تھا اور وہ دالان بہت گہرا تھا۔ اُس

راستہ سے چالیس گز آگے نہ جا سکے کیوں کہ راستہ کسی خرابی کی وجہ سے مسدود ہوگیا تھا۔

طب کے بادشاہوں نے زمین کے نیچے معابد بھی بنائے ہیں اور وہ عمارتیں کُشتر نیل کے کنارے ہیں۔ آبشاروں کے بالائی حصۂ ملک میں جن کو ایتوپی یعنی توبہ کہتے ہیں سب سے بڑا معبد ۹۰ گز بلند ہے اُس میں دو معبد بہت زیادہ مشہور ہیں جو موضع ایپسامبول (Ipsambol) (ابوسمبل) میں رمسس دوم کے زمانۂ سلطنت میں تیار ہوئے ہیں۔ اُن کی تعمیر زمین کے اوپر کے مُعابد سے مشابہ ہے لیکن بجائے اس کے کہ وہ پتھر سے بنائے جائیں پتھر تراش کر تیار کئے گئے ہیں۔ اور اُن کا جلوخانہ بھی پتھر کا تراشا گیا ہی اُس کا دروازہ دریائے نیل کے اوپر کھلتا ہی۔ چھوٹے معبد کا جلوخانہ چھ استادہ مجسموں سے مرکب ہی جن کی بلندی دس گز ہی۔ اُن میں سے چار مجسمے رمسس کے اور دو اُس کی بیوی کے ہیں۔ اور بڑے معبد کا جلوخانہ چار بیٹھے ہوئے مجسموں سے مرکب ہی اور یہ چاروں مجسمے رمسس کے ہیں جن کی بلندی بیس گز ہے اُن کے اوپر بائیس بیٹھے ہوئے بندروں کی ایک صف ہی جن کی بلندی ۲½ گز ہے بڑے معبد کا اندرونی حصّہ دروازہ سے لگا کے کمرہ کے آخری سرے تک پچاس گز ہے۔ سب سے پہلا کمرہ جو سب سے بڑا ہے سترہ گز لمبا اور پندرہ گز چوڑا ہے اور دونوں طرف کی دیواروں میں آٹھ مجسمے دس دس گز اونچے ترشے ہوئے ہیں۔ اور کمرہ کا تمام اندرونی حصّہ کتبوں اور تصویروں سے چھپا ہوا ہی۔

قدیم سلطنت کے مجسّمے مصر میں سنگ تراش اور مجسمہ تراشنے والے اپنے فن میں بڑے ماہر گزرے ہیں۔ ہم اُن کے نام نہیں جانتے لیکن اُن کی بنائی ہوئی چیزوں سے اُن کے کام کی اہمیت معلوم کرسکتے ہیں۔ شہر منفیس کے گرد بہت سے مجسمے مقبروں میں پتھر اور لکڑی کے پائے جاتے ہیں جن کو دیکھکر یقین ہوتا ہے کہ وہ تصویریں اور مورتیں اُن مُردوں کی ہیں جو ان قبروں میں دفن ہیں سب سے قدیم پتھر کا بُت سپائی (Sepa) کاہن اور اُس کی بیوی نزا (Neza) کا ہی ان مجسموں کے متعلق

ممنن کی طرح شکستہ ہیں۔

اہل طب خصوصاً اٹھارھویں سلسلہ کے بادشاہوں کے زمانہ سے کُلس بنانے کا شوق رکھتے تھے اُنھوں نے دروازوں کے دونوں طرف اور معبدوں کے احاطوں کے اندر اس قسم کے اکثر مجسمے بنائے ہیں۔ الاقصر میں قریباً دس ٹوٹے ہوئے مجسمے اسی طرح کے پائے جاتے ہیں۔ وہ سب بادشاہوں کی تصویریں ہیں جو ہاتھوں کو زانوؤں پر رکھے ہوئے بیٹھے ہیں۔ سب سے بڑا مجسمہ میں میٹر اونچا ہے۔ یہ سب بہت سخت اور صاف پتھر کے بنائے گئے ہیں۔ چوں کہ ان کے تراشنے کے لئے سنگ تراشوں کے پاس سوائے آلات برنجی اور سنگی کے کوئی اور چیز نہ تھی اس لئے یہ کام بہت مشکل اور طولانی ہوتا تھا اور وہ لوگ مجبور ہوتے تھے کہ ان مجسموں کو مُدوّر اور سنگین شکلوں میں بنائیں۔

نقوش برجستہ مصر کے معبدوں اور مقبروں کی دیواریں ایسے خطوط اور نقوش سے مستور ہیں جو فولادی قلموں سے کھودے گئے ہیں۔ یہ نقوش یا تو پہاڑوں کے وسط میں کھودے گئے ہیں یا پتھر کی سلوں پر کھود کر دیوار میں نصب کر دیا ہے۔ یہ کندہ اور اُبھرے ہوئے نقوش اکثر انسانوں اور حیوانوں کے ہیں جو نیمرخ ہیں اور مجمع کی شکل میں بنائے گئے ہیں ان سے قدیم مصریوں کے واقعات زندگی مثلاً جنگی معرکے۔ میلے اور تہوار اور مختلف کاروبار ظاہر ہوتے ہیں۔

شاہانِ سلسلۂ اول کے وقت کی اکثر تصویریں بہت اچھی بنی ہیں مصر کی گایوں اور خچروں کی شکلیں خوب بنائی ہیں۔ لیکن اٹھارویں سلسلہ کے بعد سے اکثر صورتیں یکساں اور بھدی ہیں۔ گھوڑے گویا لکڑی کے ہیں انسان بھی خشک اور بیجان اور ایک دوسرے کے مشابہ نظر آتے ہیں۔ سنگ تراش جس وقت چاہتے تھے کہ ایک صف سپاہیوں یا کاریگروں کی بنائیں تو سب کو ایک شکل پر بنا دیتے تھے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصر کے صنّاعوں نے دوسرے کے کاموں کی نقل شروع کر دی ہے اور وہ دنیا کی حالت اور طبیعت کا اندازہ بھول گئے ہیں

نقاشی مصر کے لوگ اپنی عمارتوں اور مومیائی شدہ نعشوں کو نقاشی سے بھر دیتے تھے لیکن اُس زمانہ کی نقاشی اور زمانہ حال کے پردوں کی نقاشی میں کوئی مناسبت نہیں ہے اُن کی نقاشی فقط رنگین خطوط ہیں جن میں روشنی اور سایہ کا پتہ نہیں (تقریباً ہمارے زمانہ کے حماموں کی تصاویر کے مانند) نقاش ایک تختہ پر بال کی قلم سے کام کرتے تھے اور رنگ میں پانی اور ایک قسم کی گوند حل کرتے تھے اُن کے رنگ عام طور پر گہرے آبی۔ قرمزی۔ زرد سبز۔ سیاہ مشکی اور سفید ہوتے تھے مگر وہ بہت چمکدار بناتے تھے کیونکہ تین ہزار سال سے زیادہ گزر جانے کے بعد بھی اب تک تازہ ہیں۔

مصری خط معلوم نہیں کہ مصریوں نے لکھنا کب سے شروع کیا لیکن اس قدر معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ بہت پُرانے زمانہ سے لکھنا جانتے تھے۔ پہلے پہل ان کی تحریر یہ تھی کہ جس چیز کا نام لکھنا چاہتے تھے اُس کی صورت بنا دیتے تھے۔ مثلاً اگر آدمی لکھنا چاہتے تو ایک آدمی کی تصویر اور مُرغ لکھنے کے لئے ایک مُرغ کی صورت بناتے تھے۔ اس بنا پر مصریوں کے اکثر اشارے چھوٹی چھوٹی تصویروں کی شکل میں ہوتے تھے۔ مثلاً آدمی۔ آلات۔ اوزار۔ ہتیار۔ چشم۔ کرگس۔ قاز اور حیوانات کے سر وغیرہ۔ انہیں شکلوں میں عمارتوں کے کتبے لکھے جاتے تھے۔ ان شکلوں کے بنانے میں وہ سخت محنت برداشت کرتے تھے۔ یعنی انھیں پتھر میں کھود دیتے تھے اہلِ یورپ اس خط کو ہیرگلیف Hieroglyphe یعنی خط متبرک کہتے ہیں لیکن ایک زمانہ میں ان شکلوں کے معنی میں تغیر ہو گیا اور ایک شکل سے فقط لغت کا پہلا حرف ظاہر ہونے لگا۔ مثلاً مرغ کی شکل سے میم اور شیر کی صورت سے شین اور کبوتر سے کاف مُراد لینے لگے لیکن اس خط میں اکثر مکرر نشان بھی بہت پائے جاتے ہیں یعنی چند علامتوں کے ایک ہی معنی ہوتے ہیں اور بعض علامتیں ایسی ہیں جو بجائے ایک حرف کے پورے ایک کلمہ کے معنی دیتے ہیں خلاصہ یہ کہ مصری خط کئی سو علامتوں سے مرکب ہے اور اُس کا پڑھنا بہت مشکل ہے چونکہ اس خط میں ہر علامت اپنی پہلی علامت سے ممتاز لکھی جاتی تھی اس لئے سیدھی طرف سے اُلٹی طرف

یا اُلٹے بائیں جانب سے سیدھی جانب لکھنے میں کوئی فرق نہیں تھا۔ جب ہیرگلیف خط کے لکھنے میں وقت معلوم ہوئی اور مصریوں کو جلد لکھنے کی ضرورت پڑی تو اُنھوں نے اپنے عملہ کے دفتروں اور کتابوں کے لئے علامتوں کو آسان شکلوں میں بدل دیا اس طرح ایک اور خط پیدا ہوا جس کو اہل یورپ ہیراتیک (Hieratique) یعنی مقدس کہتے ہیں۔

یہ خط نے کے قلم سے سیدھی جانب سے اولٹی طرف کاغذ پر لکھا جاتا تھا۔ اکیسویں سلطنت کے بعد ایک اور قسم کا خط ایجاد ہوا جس کو ڈیموتیک (Demetique) یعنی رعیتی کہتے ہیں اس کا لکھنا تو بہت آسان تھا لیکن پڑھنا بہت مشکل تھا۔

چھٹی فصل

قدیم مصریوں کے آداب اور صنعت و حرفت

فرعون مصری زبان میں مصر کے بادشاہ کو فرعون کہتے اور اُسے سورج کا لڑکا جانتے تھے اور سورج کو اپنا خداوند تصور کرتے تھے بلکہ خود فرعون کو بھی خداوندوں میں گنتے تھے اور اُس کو خدائے مہربان اور ہوروس مقتدر کہتے تھے اور اُس کو برابر سجدہ کرتے تھے۔ بلکہ اس کے واسطے معبد بناتے تھے۔ یہ خصوصیت کسی خاص بادشاہ کے ساتھ نہ تھی بلکہ تمام فرعون مصریوں کے نزدیک یہی درجہ رکھتے تھے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا وہ اسی وجہ سے ہے رمسیس دوم کی مورت ایک جگہ قدآدم بنائی ہے گویا وہ کھڑا ہوا ہے اور اُسی کے مقابل ایک اور تصویر ہے جس میں رمسیس دو خداؤں کے درمیان بیٹھا ہوا ہے کھڑا ہوا رمسیس بیٹھے ہوئے رمسیس کی پرستش کر رہا ہے اور اُس کے سامنے نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ بادشاہ خود اپنی عبادت کرتا ہے۔

فرعون کی الوہیت کا نشان وہ تاج ہوتا تھا جسے وہ زیب سر کرتا تھا وہ پتھر کے ایک ایسے منقوش تخت پر جلوس کرتا تھا جس پر نفیس اور قیمتی پارچے کے تکئے لگائے جاتے تھے اُس وقت مصریوں کا فرض ہوتا تھا کہ خداوندوں کی طرح اُس کے آگے سر اطاعت خم کریں اسی لئے فرعون کو تمام ملک میں پورا اختیار حاصل تھا کہ اگر وہ چاہے تو سب لوگوں سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے اور یہی وجہ ہے کہ مصر کے فرعون اس قدر بڑی عمارتیں اپنے بقائے نام کے لئے بنوا سکے۔

عمارات شاہی میں فرعون کے لئے ایک وسیع محل بنایا جاتا تھا اُس کے گرد فرعون کی بیویاں رہتی تھیں۔ خدام اور ملازم اکثر اوقات فرعون کے ساتھ رہتے تھے۔ چند نفر اُن میں زیادہ معزز تھے۔ اُن میں سے دو آدمی وہ تھے جو پنکھیاں جھلا کرتے تھے۔ وہ فرعون کے دائیں بائیں رہتے تھے۔ اور محافظ چتر (چتر نگاہدار) و محافظ اسلحہ (کماندار شاہی) و کمانڈنگ افسر باڈی گارڈ (رئیس مستحفظین بادشاہ) و خواجہ سرا (سرا نداز باشی) و انجنیر (مدیر ابنیہ) و داروغہ اصطبل (میر آخور) و محرر شاہی (کتاب دار) مہتمم مجالس موسیقی و ناظر ذخیرہ (ناظر انبار ہائے سلطنتی) و داروغہ مویشیان شاہی (صاحب جمع گلہ ہائے شاہ) و خزانچی (خزانہ دار) فرعون کے یہ نوکر جن کا اوپر ذکر ہوا سب سے زیادہ معزز تھے۔

فرعون کی کشتیاں طلائی اور اُس کے بادبان زرد وزری پارچہ کے تھے اُس کے گھوڑوں کا سازو سامان بہت زرق برق تھا۔

فرعون جس روز سرکاری طور سے باہر نکلتا اور آدمیوں کو اپنی صورت دکھاتا تھا اُس روز عام اجازت ہوتی کہ جو چاہے بادشاہ کی زیارت کرے۔ اُس وقت بادشاہ کے ہمراہ بڑا جلوس اور لشکر ہوتا تھا۔ چنانچہ اُس کے جلو میں ۲ کاہن آمن کے مجسمے کاندھوں پر اُٹھائے ہوئے چلتے تھے اُن کے پیچھے ایک کاہن انگیٹھی لئے چلتا تھا۔ اُس کے بعد ایک منشی نظر آتا تھا جس کے ہاتھ میں شاہی تقریر ہوتی تھی پھر فرعون ایک تخت پر بیٹھا دکھائی

دیتا تھا۔ اُس کے سر پر ایک چتر ہوتا تھا بارہ آدمی نہایت قیمتی لباس پہنے ہوئے اُس تخت کو اُٹھائے رہتے تھے۔ بادشاہ کے دونوں طرف معزز لوگ ہوتے تھے جو بادشاہ پر پنکھا جھلتے جاتے تھے۔ اور بعض بادشاہ کے ہتیار اور نشان لئے رہتے تھے۔ بادشاہ کی سواری کے پیچھے شاہزادے اور شاہی محافظ ہوا کرتے تھے۔

کاہن | عبادت گاہوں کی حفاظت اور امور قربانی کے لئے کاہن مقرر تھے جن کا ذریعۂ معاش اُس جائداد کی آمدنی تھی جو فرعون نے معابد کے لئے وقف کردی تھی۔ اُن کی تعداد زیادہ تھی - کیوں کہ ہر معبد میں حسب تفصیل ذیل کئی کاہن ہوا کرتے تھے۔ ایک بڑا کاہن یعنی سب کاہنوں کا سردار۔ ایک معبد کا پاسبان ایک محرّر جو سب مال و اسباب کی فہرستیں لکھتا اور اپنے پاس رکھتا تھا ایک کاہن لباس کی حفاظت اور امور قربانی کے لئے۔ ایک منجم چند طبیب۔ چند آدمی حنوط کرنے والے۔ چند معبد کے ملازم اور چند آدمی مقدس حیوانات کو خوراک دینے کے لئے۔

کاہنوں کے لئے معبد ہی میں مکان بنے ہوتے تھے۔ اور اُن کا یہ کام تھا کہ عبادت و ریاضت میں عمر بسر کریں ہر ایک کو رات دن میں دو مرتبہ غسل کرنا ضروری تھا۔ وہ بدن کے تمام بال حتیٰ کہ ابرو تک روزانہ ترشواتے تھے۔ کتانی لباس اور کاغذ کے جوتے پہنتے تھے۔ بکری۔ سور اور مچھلی کا گوشت اور لوبیا نہیں کھاتے تھے کیوں کہ اُن کو دیوتا ؤں کے حضور میں باریاب ہونے کی وجہ سے ہمیشہ پاک و صاف رہنے کی ضرورت تھی۔ نیز وہ روزانہ روزے رکھتے تھے اور ایک سے زیادہ شادی نہیں کرسکتے تھے۔

فوج | فرعون اپنی خدمت میں بڑا لشکر رکھتے تھے اس لحاظ سے اُس کے لشکر کی تعداد چار لاکھ تک پہنچتی ہے۔ اوقات صلح میں اُن کا گزارہ اُس مختصر جائداد کی آمدنی پر ہوتا تھا جو بادشاہ نے اُن کو دے رکھی تھی۔ لیکن جب سرحد کے شہروں کی حفاظت یا سرکاری عمارتوں کی نگہبانی میں مصروف ہوتے تھے تو اُجرت یا مخصوص تنخواہ لیتے

تھے۔ لشکرے لوگ زمانہ جنگ میں شاہی اسلحہ خانہ میں جا کر مسلح ہوتے تھے اُن کے ہتیار خود ڈھال، کمان اور نیزہ تھے۔ پہلے شاہی سلسلوں کے زمانہ میں تمام فوج پیادہ چلتی لیکن سلاطین ہیکسس کے زمانہ میں فوج کا ایک دستہ بنایا گیا جو گاڑیوں پر سوار ہوتے تھے۔ فوج کے افسر سپاہیوں میں سے منتخب کئے جاتے تھے۔

ایک اہلِ قلم نے اپنے شاگرد کے لئے اہل فوج کے مصائب کی تشریح کی ہے منجملہ اُس کے کہتا ہے۔

"تو سمجھتا ہے کہ سرداران فوج اہل قلم سے خوش قسمت ہیں۔ آؤ ہم فوجی افسروں کا کچھ حال بیان کریں۔ بچپن کے زمانہ میں اُن کو پکڑ کر لے جاتے ہیں اور اُن کو فوجی بارک میں قید کرتے ہیں اُن کے پیٹ پر زخم پڑ جاتا ہے آنکھوں اور دونوں ابروؤں کا بالائی حصہ بھی زخمی ہو جاتا ہے (ان سے وہ زخم مراد ہے جو زرہ اور خود پہننے سے پڑ جاتا ہے) ان کا سر جا بجا سے پھٹا اور میلا ہوتا ہے اور کاغذی گھاس کے مٹھے کی طرح جو کاغذ بنانے کے لئے کوٹا جاتا ہے۔ پٹا کٹتا رہتا ہے۔ آؤ اب ہم اُن کے شام اور دوسرے دُور و دراز ممالک کے سفر کی مصیبتیں بیان کریں۔ بیچارہ فوجی افسر خچر کی طرح اپنی روٹی پانی کا بوجھ اپنے کاندھے پر اُٹھاتا ہے درد سے اُس کی کمر ٹوٹی جاتی ہے ناگوار اور خراب پانی پیتا ہوا اپنے مقررہ مقام پر پہنچتا ہے۔ پھر جس وقت دشمن کے سامنے پہنچتا ہے تو کانپتا تھر تھراتا ہے اور اُس کے اعضا میں قوت باقی نہیں رہتی جب وہ مصر میں پلٹ کر آتا ہے تو وہ اُس لکڑی کے مانند ہوتا ہے جسے کیڑے نے کھا لیا ہو۔"

اس کے بعد مذکورہ بالا انشا پرداز جنگی سواروں کے افسروں کی طرف اپنی قلم کو پھیر کر کہتا ہے۔

"آؤ اب تم سے فوجی گاڑی والے افسروں کی پر مشقت و تکلیف زندگی کا حال بیان

کریں۔ اور اُن کی حالتِ زار کا نظارہ کریں۔ اس پیشہ میں انسان شاگردی کرنے اور اُس کو سیکھنے کے بعد سب سے پہلے اصطبل میں جاتا ہی کہ اپنی حضرت کے حضور میں کوئی گھوڑا اُس گاڑی کے لیے جو اسے سپرد کی گئی ہے انتخاب و تجویز کرے اور اچھے سے اچھی مادہ انتخاب کرے۔ پھر اس خیال سے کہ اپنی جوڑی کو لے کر اپنے مرکزہ قیام گاہ پر پہنچے اپنی گاڑی کو کستا ہی اور اس پر سوار ہوتا ہے اور چار راہ گھوڑوں کو ہانکتا ہی مگر یہ کام اُس کے بس کا نہیں ہے۔ مال و اسباب کے علاوہ گاڑی خود بھاری ہے پھر اُس کو سامان بہت لے جانا بہت دشوار ہے مجبوراً اُس کو پیدل چلنا اور خود اس کو کھینچنا پڑتا ہی۔ راستہ میں درختوں کے درمیان سے گذرتے وقت سانپ پر پاؤں پڑ جاتا ہے یہ خونخوار گزندہ اس کے پاؤں میں کاٹ لیتا ہی اس کی ایڑی میں سانپ کے کاٹنے سے سوراخ ہو جاتے ہیں۔ قواعد و حاضری کے وقت بھی وہ آسودہ نہیں ہونے پاتا اور ذرا آرام نہیں کر سکتا بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ ذرا سا قصور سرزد ہونے پر اُس کو زمین پر لٹاتے اور سو ضرب بید لگاتے ہیں۔"

اہلِ قلم بادشاہ کچھ ایسے لوگ بھی ضرور رکھتا تھا جو ملک کا انتظام کریں کاشتکاروں کے حقوق مقرر کریں اور پہنچائیں۔ اُن سے محاصل وصول کریں اور تمام معاملات غور اور نگرانی سے انجام دیں ان اشخاص میں لکھنے پڑھنے اور حساب کی قابلیت ہونا ضروری تھا اس قسم کے لوگوں کو دبیر کہتے تھے ایک حساب جاننے والا معزز دبیر۔ انجینیر معمار حاکم اور کاہن بلکہ سردار ہو سکتا تھا۔ حاصل یہ کہ لایق آدمی ہر جگہ اور ہر عہدہ پر پہنچ سکتا تھا دبیر مذکورۂ بالا اپنے لڑکے کو مخاطب کرکے کہتا ہی۔

"یہ فن یعنی دبیری سب فنون سے بہتر ہے میں نے جو تجھکو مدرسہ میں بھیجا ہی تو اُس دلی محبت کی وجہ سے ہی جو میں فطرتاً تجھسے رکھتا ہوں کیوں کہ جو کام مدرسہ میں کیے جاتے ہیں وہ ہمیشہ رہنے والے اور پہاڑ کی طرح سے مضبوط ہوتے ہیں۔"

رعایا مصر کی رعایا کاشتکار تھی جو بادشاہ اور کاہنوں اور مصری بزرگوں کے لئے کھیتی کرتی تھی۔ اُن کی کوئی ذاتی ملکیت اور زمین نہ تھی اُس ملک کی گرم و خشک آب و ہوا کی زندگی میں زیادہ مصارف نہیں ہوتے تھے۔ مصری تقریباً اپنا تمام وقت جنگل میں گزارتے تھے اور جنگلی غذا کھاتے تھے بلکہ جنگل ہی میں سوتے تھے اسی لئے اُن کے گھر چھوٹے چھوٹے اور سامان سے خالی ہوتے تھے۔ وہ لوگ لباس کے بھی زیادہ محتاج نہ تھے۔ کام کرنے والے فقط لنگی باندھتے تھے وہ بھی اتنی نہ ہوتی تھی جو زانو تک پہنچ سکے۔ عورتیں ایک قسم کا پیرہن پہنتی تھیں جو کتان کا بنایا جاتا اور لڑکے بالکل برہنہ رہتے تھے۔ خوراک بھی بالکل سادہ تھی وہ اکثر سبزی اور کاغذی گھاس کی جڑیں کھاتے تھے ایک بچہ کے کل مصارف پندرہ سال کی عمر تک ہمارے زمانہ کے ساڑھے تائیس روپیہ سے زیادہ نہیں ہوتے تھے۔

کاشتکاروں کے لئے ضروری تھا کہ اپنے پیداوار کا ایک حصّہ بادشاہ کے یہاں داخل کریں۔ دبیر اُن کا حال یوں دکھاتا ہے۔

شاید تم نے دہقانوں کی حالت پر غور نہیں کیا ہے جو زمین کو جوتنے اور بونے میں مشغول رہتے ہیں۔ جب تک محصول فراہم نہ ہو حصۂ شاہی کی تشخیص کرنے والے اُن کے سر پر موجود رہتے ہیں۔ تحصیلدار لکڑی ہاتھ میں لئے ہوئے اور سپاہی چمڑے کی چھڑیاں لئے ہوئے اُن کے ہمراہ ہوتے ہیں۔ اور اُن پر دباؤ ڈال کر زور دیکر



عمالِ مصر کا رعایا سے تحصیل وصول

غلہ طلب کرتے ہیں اگر بیچارہ دہقان غلہ نہیں رکھتا تو اُسے زمین پر لٹا کر باندھتے ہیں اور نہر کے کنارے تک کھینچ کر لے جاتے ہیں اور سر کی طرف سے پانی میں ڈال دیتے ہیں"۔

جس وقت بادشاہ کوئی عمارت بنوانا یا نہر کھُدوانا یا سڑک بنوانا چاہتا تھا تو تمام اہالیانِ سلطنت بیگار کے لئے مجبور کئے جاتے تھے۔ پہلے حاکم کے نام ایک حکم صادر ہوتا تھا وہ آبادی میں اُس کا اعلان کرتا تھا اور مزدوروں کو خبردار کرتا تھا حکم مشتہر ہونے کے بعد سب آدمیوں کا فرض تھا کہ کام پر چلے جائیں اور پندرہ دن یا ایک مہینے کی خوراک اپنے ہمراہ لے لیں کسی قدر میٹھی روٹیاں، پیاز اور باقلاء قتلی بھی اپنے ساتھ لے جائیں کام کی جگہ پہنچکر معماروں اور کام کے ماہروں کے ماتحتی میں مزدوری کریں۔ مزدوروں سے کام لینے والے مار پیٹ میں بالکل دریغ نہیں کرتے تھے۔ پندرہ اتیس دن گزرنے کے بعد دوسری جماعت کام پر آجاتی تھی اور یہ لوگ واپس چلے جاتے تھے مگر اکثر آدمی واپس نہ جا سکتے تھے۔

حکومت سلطنت کے کارگزار لوگ رعایا کے باب میں بالکل مختار تھے کہ وہ جس طرح چاہیں اُس سے کام لیں اور اُن کو اپنا مطیع رکھیں بہت سے لوگ فراشوں کی طرح جو لکڑی سے فرش کو جھاڑتے ہیں، ہاتھوں میں لکڑیاں لئے رہتے تھے اور جب وصول تحصیل کے لئے جاتے تھے تو اُن کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ اگر وصول مالگذاری میں توقف ہوتا تھا



مصری عمال کی سیاست

تو اُن کے پیٹھ اور پاؤں پر لکڑیاں لگواتے تھے۔ مصر کے لوگ لکڑی کو آلۂ حکمرانی اور اسبابِ تربیت سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ جوان آدمی کی پیٹھ لکڑیاں کھانے کے لئے ہی جب کسی شخص کی لکڑی سے خبر لی جاتی ہے تو حکم پر اچھی طرح کان لگاتا ہے۔ مصر کے آدمی نرم مطیع فرماں بردار بچوں کی طرح خوش خلق تھے اور اب بھی اُسی طرح ہیں۔ لکڑی سے پٹنے کے وقت نہ کبھی مارنے والے کا مقابلہ کرتے اور نہ کبھی حکومت سے بغاوت کرتے تھے۔

تیوہار مصر کے لوگ میلوں اور تفریحوں کے عاشق تھے۔ وہ تیوہاروں کے دنوں میں اپنے دیوتاؤں کے معبدوں کے قریب گانے اور ناچنے کے لئے جمع ہوتے تھے ہیروڈوٹس یونانی سیاح نے اُن کے بوباست کی عید کی بعض چیزیں دیکھی ہیں اور اُن کو روایت کیا ہے وہ کہتا ہے:-

مُصری عورت و مرد کشتیوں میں بیٹھکر دریائے نیل کو طے کرتے ہیں کشتی چلاتے ہیں اُن کی عورتیں چُٹکیاں بجاتی ہیں اور مرد نَے بجاتے ہیں۔ بعض عورتیں اور مرد آواز ملاکر گاتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہیں جس وقت کسی شہر کے نزدیک سے گزرتے ہیں تو کشتی کو کنارے کے قریب لاتے ہیں۔ اس وقت کشتی کی بعض عورتیں گانے اور چٹکیاں بجانے میں مشغول ہوتی ہیں اور بعض بلند آواز سے شہر کی عورتوں کو گالیاں دیتی اور فحش بکتی ہیں وہ ان کی طرف دیکھتی اور ناچتی ہیں۔ جب بوباست میں پہنچ جاتے ہیں تو عید کی رسم اوّل ہوتی ہے۔ اُس دن سال کے باقی دنوں کے برابر شراب پیتے ہیں۔ عید کے دنوں میں اُمرا دعوتیں کرتے ہیں میزبان مہمانوں کو ایک بڑے کمرے میں لیجاتے ہیں۔ غلام اُن لوگوں کے سر پر پھولوں کے تاج رکھتے اور شراب پلاتے ہیں اُس کے بعد چھوٹی چھوٹی میزیں لائی جاتی ہیں جن پر سبزی پرندوں کا گوشت شراب روٹی انجیر اور انگور کے خوشے رکھے ہوتے ہیں۔ مہمان چھوٹی چھوٹی صندلیوں پر یا خالی زمین پر بیٹھ کر میوے اور

گوشت کو ہاتھ سے اور پتلی چیزوں کو چمچے سے کھاتے ہیں۔ اسی دوران میں گانے والے آتے اور چنگ بانسری اور ڈھول بجاتے ہیں۔ عورتیں ناچتی اور گاتی اور گیسند بازی کرتی ہیں۔

صنعت و تجارت | مصر کے لوگ سونا چاندی تانبہ اور لوہے کا سامان بنانے سے بے خبر نہ تھے۔ ہماری بہت سی صنعتیں اُنھیں معلوم تھیں۔ جب ہم چار ہزار برس پہلے کے مقبرے کھولتے ہیں تو ہم کو ایسی چیزیں ملتی ہیں جن کی نسبت ہم خیال نہیں کرسکتے کہ وہ اس قدر پرانی ہوں گی۔ لوور کے عجائب خانہ میں مصر کی بہت سی قدیم مصنوعات پائی جاتی ہیں جیسے کتاں اور اُون کے کپڑے جو قرمزی اور آبی رنگ کے ہیں۔ کانچ کی چیزیں۔ گلے میں باندھنے کے کانچ کے ٹکڑے جو کبھی کبھی رنگ دار ہوتے تھے روغنی کوزے اور برنجی نقرئی او رطلائی برتن سنگ مرمر کے ٹکڑے جن پر سبز اور آبی رنگ کا چمکدار روغن کیا گیا ہے۔ چوب اقاقیا کے ترشے ہوئے آلے۔ اور چینی کے تختے جو دیوار میں نصب کئے جاتے تھے انگوٹھیاں اور آرایش کا سامان جو قیمتی پتھروں سے یا زمرد اور یاقوت سرخ سے تیار کیا گیا ہے حتی کہ مصنوعی پھول اور ہونٹوں اور بھووں کے لئے رنگ اور مصنوعی بال بھی موجود ہیں۔ اس کے علاوہ بچوں کے کھلونے مثلاً گڈے جن کو ریشم کے ڈورے سے حرکت دیتے تھے اور چھوٹے چھوٹے جانوروں کے کھلونے طرح طرح کے برتن اور باغبانی کے اوزار بھی پائے جاتے ہیں۔

اہل مصر نے دنیا میں سب سے پہلے کاغذ ایجاد کیا۔ اُن کے کاغذ بنانے کا طریقہ یہ تھا کہ پاپیرس کی شاخوں سے جو غالباً تین میٹر چوڑی ہوتی تھیں پتلی پتلی پٹیاں کاٹتے تھے اور اُن کو پہلو بہ پہلو رکھتے تھے۔ جس سے ایک تختہ سا بن جاتا تھا۔ پھر اُس پر گوند چھڑکتے تھے اور ایک تختے کو دوسرے تختے پر اس طرح رکھتے تھے کہ ایک تختے کی پٹیاں دوسرے تختے کی پٹیوں پر زاویہ قائمہ بنائیں۔ پھر اُن کو اس قدر سخت دباتے تھے کہ

وہ باہم وصل ہو جاتے تھے اس طریقہ سے اُس زمانہ کا کاغذ بن جاتا تھا جسے لکھنے سے پہلے خوب صاف کر لیتے تھے۔ یہ گویا وصلی کا کاغذ تھا جس کا رنگ میلا ہوتا تھا۔ پھرنے کے قلم لو سیاہی میں ڈبو کر اُس کاغذ کو لکھتے تھے۔

جو چند چیزیں مصر میں پیدا نہیں ہوتی تھیں اُن کے لئے مصر کے لوگ دوسروں کے محتاج تھے۔ اور وہ چیزیں یہ ہیں۔ عمارتی اور کشتی بنانے کی لکڑی۔ تانبہ ہاتھی دانت اور خوشبو کی چیزیں اگر بتی وغیرہ ان چیزوں کو باہر کے لوگ کشتی پر دریا کی راہ سے یا اونٹوں پر خشکی کے راستہ سے مصر کے اُن مقامات میں لاتے تھے جہاں تجارت کرنے کی اجازت تھی لاتے تھے خود مصر کے لوگ اپنے ملک سے باہر جانا پسند نہ کرتے تھے۔ وہ دریا سے مدت تک ڈرتے اور بحری سفر سے نفرت کرتے رہے۔

ایک مصری کی سرگزشت جو مصر سے باہر گیا تھا

مصر کے بہادروں میں ایک شخص موسوم بہ سینوہیت بارھویں سلسلہ کے بادشاہوں کے زمانہ میں مجبور ہوا کہ مصر سے باہر جائے۔ یہ شخص اپنی سرگزشت یوں بیان کرتا ہے۔

مَیں پہلے پہل اُس بڑی دیوار کے باہر ہوا جو مصر کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور جنگل میں قدم رکھا۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ پیاس نے مجھ پر غلبہ کیا اور ضعف طاری ہو گیا میرا گلا اس قدر خشک ہو رہا تھا کہ معلوم ہوتا تھا آگ لگی ہے میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ موت کا ذایقہ ہے جو میں چکھ رہا ہوں یکایک ایک ایسی حالت پیدا ہوئی جس نے میرے ضعیف دل کو قوی کر دیا اور میرے اعضا میں طاقت آگئی۔ وہ جانوروں کی دل پذیر آواز تھی۔ میں اُمیدوار ہوا کہ دیکھوں کیا ہے اس حالت میں میں نے ایک جنگلی آدمی کو دیکھا اور اُس سے خواہش کی کہ وہ کسی جگہ پہنچانے کے لئے میری رہبری کرے۔ اُس نے مجھے پانی دیا اور اپنے قبیلہ تک لے گیا۔ میں اُس قبیلہ سے دوسرے قبیلہ میں پہنچا اسی طرح ولایت اِدُم تک چلا گیا وہاں میں نے دوسرے مصریوں

کو دیکھا اُس ملک کے سردار نے مجھے اپنے پاس ٹھیرایا اور کہا کہ میرے پاس ٹھہر اور میرے ساتھ بسر کر پھر مصری زبان سیکھیگا (یعنی تو ابھی اپنے وطن سے باہر نہیں گیا ہے) میں نے اُس کی دعوت کو قبول کیا اور وہاں رہنے کا ارادہ کر لیا اُس شہر کے بادشاہ نے اپنی لڑکی کی میرے ساتھ شادی کر دی اور خالصہ کی بہت اچھی زمین مجھے دیدی۔ وہ ملک دنیا کی بہترین جگہ ہے وہاں انجیر اور انگور بہت ہیں شراب پانی کی طرح بکثرت ہے اور شہد بھی بہت پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح زیتون کے درخت اور ہر قسم کے میوہ دار درخت وہاں کثرت سے ہیں اس سرزمین کے غلّہ اور مویشی کا کسی طرح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ بادشاہ نے مجھکو اُس ملک کے قبیلوں کا معزز رئیس کر دیا اور ہر روز مجھے روٹی شراب پنیر پکا ہوا گوشت اور قاز کے کباب بھیجتا تھا یہ علاوہ اُس شکار کے ہے جو میرے شکاری کُتے میرے لئے شکار کر کے لاتے تھے۔ کئی برس تک میں نے اسی طرح بسر کی چوں کہ میرے لڑکے دلیر تھے اس لئے سب قبیلہ کے سردار ہو گئے۔ جو مسافر میرے وطن کو جاتے تھے یا وہاں سے آتے تھے وہ میرے پاس ضرور آتے تھے کیوں کہ میں سب سے محبت کرتا تھا۔

سلطنت تنو کے بادشاہ نے مجھکو اپنی فوج کا سردار کر دیا۔ جس ملک کو میں نے فتح کیا وہاں کے لوگوں کو مجبور کیا کہ اپنی زمین کے محاصل میں سے خراج ادا کریں۔ میں نے اُن کے مویشی لے لئے اور اُن کے مال کا مالک ہو گیا۔ جنگجو آدمیوں کو مار ڈالا جب بادشاہ نے میری یہ بہادری دیکھی تو مجھکو دوست رکھنے لگا۔

ایک روز تنو کا ایک بہادر میرے خیمہ میں آیا اور مجھکو لڑائی کی دعوت دی میرا یہ حریف بہادری میں مشہور و بے نظیر تھا۔ اور اپنے تمام برابر والوں کو زیر کر چکا تھا مجھسے کہنے لگا کہ تجھکو مجھسے مقابلہ کرنا چاہیئے کیوں کہ ابھی تو مجھکو کوئی غالب

نہیں ہوا ہی۔ وہ بہادر اس اُمید میں تھا کہ میرا مال و مویشی اپنے قبیلہ میں لیجائیگا۔ بادشاہ نے اس کے متعلق مجھسے دریافت کیا۔ میں نے جواب میں عرض کیا کہ میں نہ اُس کو پہچانتا ہوں اور نہ میں نے اُس کا مکان دیکھا ہی۔ نہ میں کبھی اُس کے دروازہ پر گیا ہوں اور نہ اُس کی دیوار پر چڑھا ہوں۔ وہ ایک بیوقوف آدمی ہی جو یہ خیال کرتا ہے کہ میرے بچھیرے گھوڑے بچھڑے گائیں اور بکریاں لیجائیگا اور اُن پر قبضہ کر لے گا۔ یہ کہکر میں نے اپنی کمان کو درست کیا اور تیر جمع کئے۔ حربے صاف کئے اور خنجر تیز کیا۔ علی الصباح بادشاہ تمام قبیلے کے آدمیوں اور سب ملازموں کو لے کر میرے پاس آیا کیوں کہ وہ اس لڑائی کا تماشہ دیکھنا چاہتا تھا۔ تمام دل میرے لئے تڑپتے تھے اور سب مرد و عورت فریاد کرتے تھے میرے دوستوں کے دل میرے لئے غمگین تھے اور وہ کہتے تھے۔ کہ کیا یہ بھی ایسا ہی بہادر ہی جو اُس سے لڑتا ہی کیا یہ اُس شخص کا حریف ہی جو سپر نیزہ و تیر رکھتا ہی جس وقت میں میدان میں نکلا اور اُس کے سامنے کھڑے ہو کر اُس تیر کو رد کیا تو اُس جنگجو نے میرے اوپر حملہ کیا۔ میں نے ایک ایسا تیر مارا جو اُس کے گردن کے پار ہو گیا۔ وہ ایک چیخ مار کر زمین پر گر پڑا۔

سینوہیت نے اپنی حکایت اس جگہ ختم کر دی ہے۔

شامپولون اور فرانس کے فاضل جنھوں نے تاریخ مصر میں مہارت پیدا کی ہے

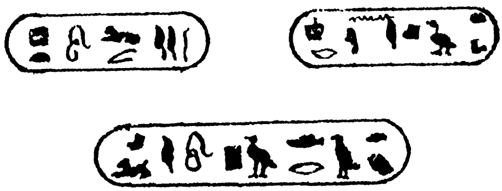
اٹھارھویں صدی کے آخر تک مصر قدیم کے کچھ حالات معلوم نہ تھے صرف یونانیوں کی تحریریں تھیں۔

چوں کہ یونانیوں نے مصر کو قبضۂ ایران کے زمانہ میں دیکھا اور وہ اُن کے پُرانے کتبوں اور تحریروں کو نہ پڑھ سکے اس لئے اُن کے بیان میں بہت سی غلطیاں ہیں۔

۱۷۹۸ء و ۱۷۹۹ء میں فرانس کی فوجوں نے زیر حکم نپولین بونا پارٹ تمام مصر کو فتح کیا اُس فرانسیسی فوج کے ہمراہ کچھ فرانس کے علما بھی تھے۔ اُنھوں نے مصر کے کھنڈروں کو دیکھکر اُن کی تعریف کی اور بعض تصویریں اور پتھر وہاں سے فرانس لے گئے بعض پتھروں پر کچھ عبارت بھی کندہ تھی لیکن اُس عبارت کا پڑھنا ممکن نہ تھا۔ (جس کو خط ہیروگلیف یعنی تحریر مقدس کہتے ہیں)

ایک فرانسیسی نوجوان کو جس کا نام شامپولون (Shampollion) تھا اور جو ۱۷۹۰ء میں بمقام فیزاک (Figeace) پیدا ہوا تھا خط رمزی کی داستان سُن کر اُس کے پڑھنے کا شوق پیدا ہوا اُس نے چودہ برس کی عمر میں جب کہ وہ مدرسہ میں پڑھتا تھا قبطی زبان کی صرف ونحو جو پرانی مصری زبان سے نکلی تھی اور اُس زمانہ میں رائج تھی حاصل کر کے ۱۸۰۸ء میں مدرسہ سے باہر آنے سے پہلے انجمن علوم وصنائع میں جو فرانس کے ایک شہر میں قایم تھی مصر کے متعلق اپنی تحقیقات کا اظہار کیا۔ اُس کے بعد پیرس میں آکر مصر کے آثار قدیمہ دیکھنے کے لئے گیا (جو لووَر کے عجائب خانہ میں تھے)

۱۷۹۹ء میں فرانسیسی توپخانہ کے ایک افسر کو مصر کے شہر رشید میں ایک پتھر ملا تھا اور وہ اُسے فرانس میں لے آیا تھا۔ اُس پتھر پر ایک عبارت تین خط میں لکھی تھی۔ اُن تین خطوں میں سے ایک یونانی اور دو مصری خط تھے فضلائے فرانس نے یونانی خط کی مدد سے دوسرے خط یعنی دیماٹیک کو پڑھ لیا۔ لیکن پہلے خط یعنی ہیروگلیف (خط مقدس) کے سمجھنے سے عاجز رہے۔



مصری تحریر

۱۸۲۱ء میں شامپولون نے رشید والے پتھر کے کتبہ میں اُن الفاظ پر اپنا خیال ڈالا جن کے گرد جدول کھنچی ہوئی تھی۔ فضلائے فرانس کا گمان تھا کہ یہ بادشاہوں کے نام ہیں شامپولون نے اُن کو پڑھا اور اُس کے ذریعہ سے اُس خط کی الف بے معلوم کرلی اُس نے خیال کیا کہ خط ہیروگلیف کی زبان قبطی زبان سے بہت مشابہ ہے۔ اس خیال کی بنا پر

اُس نے کوشش کرکے اُس کتبہ کی کچھ کچھ عبارت پڑھ لی۔ لیکن ہیریں کے اور فضلا نے جو قبطی زبان جانتے تھے اس کی تحقیقات کی تردید کی شامپولون نے خود مصر کا سفر کیا اور مصری زبان کی صرف و نحو لکھی۔ لیکن اس سخت محنت اور زحمت سے وہ جانبر نہ ہو سکا اور اُس نے ۱۸۳۲ء اکتالیس برس کی عمر پاکر وفات پائی۔

شامپولون نے ثابت کر دیا تھا کہ خط ہیروگلیف پڑھا جا سکتا ہے۔ اُس کے علاوہ بعض دیگر علما بھی مصر کے آثار اور عمارتوں کے ملاحظہ میں مصروف ہوئے۔ اس کوشش سے ایک نیا علم پیدا ہوا جس کو فرانس میں اژیپتولوژی (Egyptologie) انگلستان میں اجپٹالوجی (مصریات) کہتے ہیں۔ مصریات کے عالم صرف فرانس ہی میں نہیں بلکہ انگلستان اٹلی اور جرمن میں بھی ہیں۔ اُن کا کام صرف کتبے پڑھنا ہی نہیں بلکہ وہ مصر میں جاتے ہیں اور نئے کتبے پیدا کرتے ہیں۔ وہ عمارتیں اور مقابر کھودتے ہیں اور ہزاروں مجسمے مصر سے لاتے ہیں یا اُسی جگہ ان ہیکلوں کا ملاحظہ کرتے ہیں۔ نقاشی جواہرات اور زینت کی چیزیں حتی کہ مصر کی کتابیں بھی جو پاپیرس پر لکھی ہوئی ہیں اُنھوں نے حاصل کرلی ہیں۔ مصری زبان کے لئے صرف و نحو اور لغت بھی مرتب کرلی ہے۔ وہ مصری نوشتوں کو کمال صحت کے ساتھ پڑھتے ہیں خلاصہ یہ کہ قدیم مصر کی صنعت اور تاریخ اور دیگر حالات کے متعلق ہم جو کچھ جانتے ہیں وہ اُنھیں کی تحقیقات کا نتیجہ ہے مصریات کا آغاز فرانس سے ہوا جن لوگوں نے قدیم مصر کے متعلق نئی نئی باتیں دریافت کیں وہ بھی زیادہ تر فرانس ہی کے تھے۔ اُن کے نام یہ ہیں دے سلسی (Desaulcy) دے روژ (De-Rauge) ماریت (Mariette) ماسپرو (Maspero) ماریت ۱۸۲۱ء میں پیدا ہوا اور اپنے وطن میں لڑکوں کا معلم تھا۔ اُس نے ایک مومیائی شدہ نعش دیکھی اور اُسے مصر کے عجائبات کا اشتیاق پیدا ہوا۔ چنانچہ وہ مصر کے آثار قدیمہ دیکھنے کے لئے پیرس میں لودر کے عجائب خانہ میں آیا۔ اُس کے بعد سلطنت فرانس کی طرف سے مصر کی تحقیقات پر متعین ہوا۔

ماریت نے مصر میں سرایم منفیس کو معلوم کیا ۔ سرایم منفیس ایک مقبرہ ہے جس میں مصری آپیس گایوں کی مومیائی شدہ نعشیں رکھتے تھے ۔ اِن اکتشافات کی بدولت ماریت مشہور ہو گیا اور سلطنت مصر کی طرف سے اُس کو بیگی کا لقب عطا کیا گیا اور اجازت دی گئی کہ وہ تمام مصر میں جہاں چاہے کھُدائی کا کام جاری کرے اور آثارِ قدیمہ کی تحقیقات کرے۔ چنانچہ وہ ۳۰ سال تک سرزمین مُلکِ مصر کی چھان بین کرتا رہا ۔ معبد ابوالہول ۔ قبر آمازیس اور سلاطین ہیکسس کی عمارتیں معلوم کیں اور شہرِ طب کی عمارتوں کی تلاش کو اُس نے حدِّ کمال تک پہونچایا اور جو چیزیں اُن کوششوں میں ہاتھ آئیں اُن کو بولاق کے عجائب خانہ میں قاہرہ کے نزدیک جمع کیا ۔ اب وہ جگہ مصری آثار کا بہترین مرکز ہو گئی ہے۔

مسٹر ماریت بیگ نے ۱۸۸۱ء میں وفات پائی وہ قدیم مصریوں کی طرح سنگ سماق کے تابوت میں رکھ کر بولاق کے عجائب خانہ میں دفن کیا گیا اور دو ابوالہول اُس کی قبر کے موکل قرار دئیے گئے ۔ تاکہ اُس کی قدر و جلالت ظاہر ہو ۔ بولاق کا عجائب خانہ ہمیشہ فرانسیسیوں کی نگرانی میں رہا ہے، اُنھوں نے اپنی کوششیں برابر جاری رکھی ہیں ۔ نئی نئی یادگاریں اور پاپیروس کے نوشتے معلوم کیے ہیں جس سے مصریات یعنی قدیم مصریوں کی تاریخ اور اُن کے حالات و واقعات کا علم برابر ترقی کر رہا ہے۔

دوسرا حصّہ

قدیم کلدانی اور آشوری سلطنت کی تاریخ

کلدہ اور آشور کی تعریف

دجلہ اور فرات آرمینا کے بلند اور برفانی پہاڑوں سے دو بڑے دریا (۱) دجلہ (۲) فرات جاری ہوتے ہیں۔ یہ دونوں دریا دو مخالف سمتوں میں بہ کر آخر میں ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔

فرات ابتدا میں بہت تیز اور سیلاب کی طرح ایک آبشار سے دوسرے آبشار میں گرتا ہی پھر ایک گہرے تنگنائے سے چھوٹے چھوٹے پہاڑوں کے درمیان مغرب کی طرف سے جنوب کی طرف چلا جاتا ہی۔ بظاہر معلوم ہوتا ہی کہ یہ دریا سے ٹیرانہ میں گریگا۔ یہاں پہونچکر اس کی رفتار اسقدر تیز ہو جاتی ہی کہ اُس میں کشتی چلانا ناممکن ہو جاتا ہی۔ آدمی جس وقت اُسے عبور کرنا چاہتے ہیں تو بکری کی کھال کی مشکوں پر سوار ہو کر (جن کے ایک جانب لکڑیوں کے ٹکڑے باندھ دیے جاتے ہیں) گزرتے ہیں۔

کوہستان سے باہر نکل کر فرات کی رفتار میں سکون پیدا ہو جاتا ہی۔ اس کی چوڑائی ایک سو سے ایک سو بیس میٹر تک ہو جاتی ہی اور وہ نہایت سکون کے ساتھ خراماں خراماں بڑے بڑے غیر آباد اور ویران جنگلوں میں بہتا ہوا کسی قدر مشرق کی طرف مائل ہو کر صحرائے

بے برگ و گیاہ سے گذرتا ہوا خلیج فارس میں جا گرتا ہے فقط چند چھوٹی چھوٹی ندیاں جو گرمیوں میں خشک ہو جاتی ہیں اُس میں گرتی ہیں۔ اِن چھوٹی ندیوں میں ایک خابور بھی ہے۔ فرات کا پانی کسی قدر صحرا میں ضایع ہو کر کیچڑ اور زرد رنگ کے پانی کی ایک نہر سی رہ جاتی ہے جو بدشواری ریگستان کو طے کرتی ہے۔

دجلہ کی لمبائی فرات سے قریبًا ایک ثلث کم ہے لیکن اُس کی گہرائی، تیز رفتاری اور پانی کی مقدار زیادہ ہے۔ یہ دریا تین چشموں سے مل کر پہاڑوں سے باہر نکلتا ہے اِن تینوں چشموں کو تین ندیاں کہتے ہیں۔ پھر فرات کی ایک شاخ سے قریب ہو جاتا ہے اور دونوں دریاؤں کے درمیان میں صرف ایک پہاڑ حائل ہوتا ہے۔ دجلہ شروع میں ایک ہلکے سیلاب کے مانند پہاڑی تنگناؤں سے آتا ہے۔ اُس کے بعد نہر کی صورت ہو جاتا ہے اور سو میٹر کی چوڑائی میں تیر کی طرح پہاڑیوں پر سے اُچھلتا کودتا گذر جاتا ہے پھر ایک جنگل میں جنوب کی طرف پھیل جاتا ہے وہاں ایک بڑی ندی اُس میں گرتی ہے وہ ندی بھی پہاڑ کی بلند چوٹیوں سے آتی ہے اُس میں ہمیشہ پانی رہتا ہے اسی وجہ سے ہر فصل میں دجلہ کی رفتار تیز اور سخت ہوتی ہے۔ بعض جگہ اُس کا عرض دو سو میٹر تک پہنچ جاتا ہے چنانچہ موصل سے بڑی بڑی کشتیاں اُس میں آجاتی ہیں اور بغداد سے جہاز وغیرہ بھی پھر دجلہ جنوب و مشرق کی طرف مڑ کر ایک پست اور مسطح جنگل میں پہونچتا ہے جہاں فرات بھی بہتا ہے۔

بغداد میں دونوں دریاؤں کے درمیان صرف چند فرسنگ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ اور نہر کے ذریعہ سے ان دونوں کو ملایا جا سکتا ہے۔ اس زمین پر قریبًا چھ فرسنگ تک دونوں دریا برابر چلے جاتے ہیں اُس کے بعد الگ ہو جاتے ہیں ساٹھ فرسنگ طے کرنے کے بعد آپس میں بالکل مل جاتے ہیں۔ دونوں سے مل کر جو دریا بنتا ہے اُس کا عرض پانسو میٹر کا ہے اُس کو شط العرب (دریائے عرب) کہتے ہیں اور یہ آخر کار فاؤ کے قریب خلیج فارس میں گرتا ہے۔

پہلے دجلہ اور فرات کا مدخل اس جگہ نہ تھا۔ لیکن چونکہ دریا کے ساتھ بہت سی مٹی بہ کر آتی ہی جس سے خلیج بھرتی جاتی ہی۔ اِس لیئے دریا کا ساحل ہر چالیس برس کے بعد ایکہزار گز کے قریب پیچھے ہٹ جاتا ہی۔

کلدہ اور دونوں دریاؤں کے درمیان کا حصّہ

دجلہ اور فرات ایک پست اور وسیع میدان میں باہم ملتے ہیں جس کی سطح سمندر سے زیادہ بلند نہیں ہی۔ اُس کو اب عراقِ عرب کہتے ہیں۔ اگلے زمانہ میں اُسے کلدہ کہتے تھے۔ زمین کا وہ تنگ حصّہ جو دونوں دریاؤں کے درمیان گھرا ہوا ہی اور جہاں دجلہ و فرات برابر بہتے ہیں اُس کو انگریزی میں میسو پوٹامیہ (Mesopotamia) یعنی بین النہرین اور اہلِ عرب جزیرہ کہتے ہیں۔

کلدہ اور بین النہرین زرد رنگ کی مٹی کا ایک مسطح جنگل ہی جس کو یہ دونوں دریا لائے ہیں۔ اُس میں نہ کہیں پہاڑ واقع ہی اور نہ وہ کہیں ناہموار ہی۔ وہ ایک خشک ملک ہی جس میں صرف جاڑوں میں چند دن کثرت سے بارش ہوتی ہی باقی سال بھر بالکل پانی نہیں برستا البتہ کچھ کُہر پڑتا ہی وہ بھی بہت کم۔

وہاں سخت ہوائیں چلتی ہیں اور کوئی چیز اُن کے مقابلہ میں نہیں ٹہر سکتی۔ جاڑوں میں شمالی پہاڑوں کی طرف سے ٹھنڈی ہوا چلتی ہی اور جب آسمان بالکل صاف ہوتا ہی تو ہوا ٹھنڈی ہو جاتی ہی۔ ماہِ جنوری میں صبح کے وقت پانی کی سطح برف کی ہلکی تہ جم جاتی ہی مگر دوپہر کو وہ بالکل پگھل جاتی ہی اور اُس کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔

اونٹ سردی کی وجہ سے بمشکل حرکت کر سکتے ہیں اور اہلِ عرب جن کو گرمی سے شکایت رہتی ہی زمین پر گر پڑتے ہیں۔ ماہِ اپریل و مئی کے بعد سخت گرمی پڑنے لگتی ہی گرمیوں کے موسم میں ہوا کی حدت تیز ہو کر حرارت چالیس بلکہ پچاس درجہ بڑھ جاتی ہی۔ دوپہر کو باہر آنا ممکن نہیں ہوتا وہاں کے لوگ دن کو اندھیرے کمروں یا تہ خانوں میں پناہ لیتے ہیں۔ اور شام کو باہر

سے نکلتے ہیں۔ بہت لوگ رات کو کوٹھوں پر سوتے ہیں مگر رات کو بھی ہَوا خراب ہوتی ہی۔
اِن چند ماہ کی مدّت میں پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں گرتا۔ جنوب مشرقی ہَوا جو سمندر کی طرف سے آتی ہی جب وہ جنگل سے گذرتی ہی تو خشک ہوجاتی ہی اور پانی اپنے ساتھ نہیں لاتی بلکہ بخلاف اس کے ہَوا میں گرد وغبار بہت شامل ہوتا ہی جو حلق اور ناک میں داخل ہوجاتا ہی کلدہ کی چاروں طرف مصر کی طرح ایک بڑا ریگستان ہی۔ اگر یہ دریا نہوتے تو خود یہ سرزمین بھی ریگستان ہوجاتی۔

اِس سرزمین کی آبادی انھیں دو دریاؤں پر موقوف ہی جو پہلے مٹی بہا کر لاتے تھے اور اب پانی لاتے ہیں۔ اور اُس کی سرزمین کو زرخیز بناتے ہیں۔ ہر سال موسمِ بہار میں برف گھلنے کی وجہ سے اِن دریاؤں میں طغیانی ہوتی ہی اور ہر طرف پانی ہی پانی پھیل جاتا ہی مگر اس طغیانی کی مدّت کم ہوتی ہی۔ دو تین ہفتہ کے بعد دریا اپنی اصلی جگہ پر واپس آجاتے ہیں۔ جن جھیلوں میں پانی رہ جاتا ہی اُسے بھی آفتاب جلد خشک کردیتا ہی۔ چونکہ آج کل سلطنت ناواقف لوگوں کے ہاتھ میں ہی اس لیئے طغیانی نقصان پہونچاتی ہی۔ دجلہ کا پانی بہت تیز رفتار ہی اِس لیئے بہت سی مٹی بہا لے جاتا ہی۔ فرات کا دایاں کنارہ بہت نیچا ہی اِس لیئے مغرب کی طرف وسیع میدان کو پانی کی تہ میں چھپا لیتا ہی اور بڑے بڑے گڈھے پڑجاتے ہیں جہاں نرکل بکثرت لگا ہوا ہی۔ وہاں سے تپ شروع ہوکر تمام ملک میں پھیل جاتی ہی۔ جونہی پانی خشک ہوتا ہی سیاہ اور بدبودار کیچڑ باقی رہ جاتی ہی۔ اِسی وجہ سے وہاں آبادی نہیں ہی۔ اور بابل کے کھنڈروں کے قریب سوائے بدوی اور جنگلی ڈاکوؤں کے کوئی نہیں رہتا۔ یا کسی قدر مجہول لوگ ہیں جو کسی کام کے قابل نہیں ہوسکتے۔

اُن پست جزیروں میں جنھیں فرات نے پیدا کیا ہی بعض عربوں نے مٹی اور نرکل کے مکان بنا لیئے ہیں اگر یہ وہاں سے باہر جانا چاہتے ہیں تو چھوٹی کشتیوں کے ذریعہ سے تنگ راستوں میں ہوتے ہوئے نے زار کو عبور کرتے ہیں۔

کلدہ کی زمین دنیا کے ممالک میں سب سے زیادہ زرخیز تھی اور اگر وہاں پانی ممکن ہو تو اب بھی ہن برسنے لگے چنانچہ موسم بہار میں گھانس اور طرح طرح کے پھولوں سے زمین چھپ جاتی ہے اور اُن کی کثرت سے زمین پر ایک فرشِ گل معلوم ہوتا ہے۔ ایک انگریز سیاح موسوم بہ لایارڈ (Layard) کہتا ہے۔

"کلدہ کی زمین میں میرے تازی کتے بالکل گھانس میں چھپ جاتے تھے اور جب وہاں سے باہر آتے تھے تو پھولوں کی وجہ سے اُن کا رنگ زرد یا سُرخی مائل یا آبی ہو جاتا تھا۔"

آخر بہار میں آفتاب کی حرارت سے صرف خشک زمین اور گرد باقی رہ جاتی ہے اور گھانس اور پھول سب ناپید ہو جاتے ہیں۔ اگر وہاں کے لوگ آبپاشی کی طرف توجہ کریں تو بہت زیادہ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

قدیم کلدانی دریاؤں کی طغیانی روکنے اور پانی کی حفاظت کرنے کے لیے بند بناتے تھے اُنھوں نے پانی کو جمع رکھنے کے لیے بڑے بڑے تالاب کھود رکھے تھے نیز اُس پانی کو لے جانے کے لیے وہ مصنوعی نہریں کھودتے تھے اِس لیے بہت زیادہ فائدہ اُٹھاتے تھے۔ اور اسی سبب سے زمین کلدہ میں خودرو گیہوں بکثرت ہوتے تھے کلدانیوں کے زمانہ میں گیہوں کی پیداوار دو سو گنے سے تین سو گنے تک ہوتی تھی۔ اور اُس کے پتے چار اُنگل چوڑے ہوتے تھے۔ فصل اسقدر جلد تیار ہوتی تھی کہ وقت سے پہلے اُس کے کاٹنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ یا جانوروں کو اُس میں چرنے کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔ چینے اور تلی کے درخت متوسط درختوں کی برابر ہوتے تھے۔

یونانی سیاح ہیرڈوٹس نے کلدہ کو دیکھا ہے وہ کہتا ہے:۔

"میں بیان نہیں کر سکتا کہ سر چینے اور تلی کے درخت کس قدر بلند ہوتے ہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جنہوں نے ملک کلدہ کو نہیں دیکھا وہ یقین نہیں کرینگے۔"

کلدہ کے درختوں کی تفصیل یہ ہے کہ دریاؤں کے کنارے پر تو کھجور کے درخت تھے اور باغوں میں میوہ دار درخت کھجور کے درخت وہاں کے باشندوں کی تمام ضرورتوں کو کافی ہو جاتے تھے۔ اُس سے وہ ایک قسم کی روٹی شراب سرکہ اور کپڑا بننے کے لیے سُوت تیار کرتے تھے۔ کھجور کے تنے کے تیر بناتے تھے گٹھلیاں تنور میں جلائی جاتی یا جانوروں کو کھلائی جاتی تھیں۔ کہتے ہیں کہ ایک فارسی کی نظم میں اُس کے تین سو ساٹھ فائدے بیان کیے گئے ہیں۔

باغوں اور میدانوں میں گائے اور بکریوں کے گلّے چرتے تھے دریاؤں کے کنارے قاز اور مرغابیاں بہت پائی جاتی تھیں اُن کی پانی کی سطح مچھلیوں سے بھری ہوئی تھی۔

اِس ملک کی سرسبزی تین ہزار برس تک رہی اُس زمانہ میں یہ ملک تمام دنیا کے ممالک سے زیادہ زرخیز اور سرسبز و شاداب تھا۔

آشور۔ زمینِ کلدہ کے شمال میں شمالی و مشرقی پہاڑوں تک جو زمین واقع ہے اُسے آشور کہتے تھے۔ وہ ایک جنگل ہے جو بعض جگہ ناہموار بھی ہے۔ اُس سرزمین میں ریت اور پتھر زیادہ ہیں۔

یہ زمین طبعاً خشک اور بے حاصل ہے۔ لیکن دریاؤں کے کنارے اس میں بھی خوب پیداوار ہوتی ہے بلکہ اگر ریت میں پانی دیا جائے تو وہ بھی زرخیز ہو سکتا ہے۔ آشوری بھی کلدانیوں کی طرح دریاؤں کے پانی کو جنگلوں تک لا کر کھیتوں اور باغوں میں پانی دیا کرتے تھے۔

آشور کے نشیبی مقامات میں بھی کلدہ کی طرح خشک اور جلانے والی ہوا چلا کرتی ہے وہاں طرح طرح کے حبوبات اور غلّہ کی پیداوار ہوتی ہے لیکن درخت کم ہوتے ہیں۔ بلند مقامات میں خصوصاً دجلہ کی گھاٹیوں میں جن کا سلسلہ پہاڑوں کے دامن تک چلا گیا ہے اُن پہاڑوں کی چوٹیاں ہمیشہ برف میں ڈھکی رہتی ہیں۔ یہاں سردی کلدہ سے زیادہ سخت ہوتی

ہی۔ تین مہینہ تک برابر کبھی پانی اور کبھی برف گرتی ہی۔ موسم بہار میں شبنم بھی بہت پڑتی ہی کبھی رعد و برق کا طوفان بھی آجاتا ہی۔

گرمی کا موسم آشور میں کلدہ کی طرح سخت نہیں ہوتا۔ اگرچہ دن میں گرمی ناقابلِ برداشت ہوجاتی ہی مگر رات اچھی ہوتی ہی اُس میں خشکی بھی زیادہ نہیں ہوتی۔ اس زمین میں چنار شاہ بلوط اور گولر کے درخت بہت ہوتے ہیں آشور میں نرم ریتا ور سفید مرمر وغیرہ پتھروں کی کانیں بہت ہیں جن کا ورق اُتارنا آسان ہی مگر کلدہ میں ایسی کانیں نہیں ہیں شمالی مشرقی پہاڑوں میں لوہہ تانبا سیسہ اور چاندی کی کانیں بھی پائی جاتی ہیں۔ جنگل میں درندے اور چرندے مثلاً شیر، تیندوا، ہرن، شترمرغ، چکو، بھینس، گورخر، خرگوش، اور رفتار بہت پھرتے رہتے تھے۔ کوہستان میں ریچھ اور جنگلی بکریاں بھی تھیں لیکن اب یہ جانور کمیاب ہیں۔

قدیم کلدانی اور آشوری سلطنتیں

کلدہ کے قدیم لوگ مختلف نسلوں کے تھے اُن کی اصل صحیح معلوم نہیں نہ یہ معلوم ہی کہ وہ اس ملک میں کہاں سے آئے تھے۔ صرف اس قدر معلوم ہوتا ہی کہ اُن میں اکثر سامی قوم کے تھے کلدانی کاہن مدعی تھے کہ اُن کے ملک میں تیس ہزار برس بلکہ اس سے بھی پہلے سے بادشاہ ہوتے آئے ہیں منجملہ اُن کے ایک بادشاہ نے دو ہزار سات سو برس سلطنت کی ہی۔ اِس میں شک نہیں کہ یہ قصہ ایک پُرانا افسانہ ہی لیکن یہ یقینی ہی کہ فرات کے جنگل میں ایک بہت قدیم سلطنت ضرور تھی اور شاید وہ مصر سے بھی قدیم تر ہی۔ میلادِ مسیح سے چار ہزار برس پہلے سے کلدہ کے لوگ گیہوں بونا مٹی کے پختہ مجسمے بنانا دھاتوں کا استعمال میں لانا اور لکھنا بھی جانتے تھے۔ نقاشی بھی کرتے تھے اور شہر اور عمارتیں بھی بناتے تھے

کلدہ کے اکثر شہر کچی ہوئی اینٹوں سے بنائے گئے ہیں۔ اُن کے کھنڈر ٹیلوں کی صورت میں ہیں۔ فرات کے جنگل میں اس قسم کے ٹیلے بکثرت پائے جاتے ہیں۔ سیاحوں نے

بعض ٹیلوں میں محنت کرکے اُن کا پتہ لگا کر دس شہر سے زیادہ معلوم کیئے ہیں جو بالکل مٹ گئے تھے۔ فرات کے نشیبی اطراف میں شہر اور (Our) اریدو (Eridou) اوروک (Ourouk) لارسام (Larsam) لگش (Lag-ash) کہ ان سب کو اطراف شومیر (Shoumir) کہتے ہیں اور اس سے اوپر دجلہ و فرات کے درمیان شہر نیپور (Nippure) سیپار (Sippar) اگادہ (Agade) بابیلو (Bubilou) یعنی بابل کہ ان سب کو ناحیۂ اکد (Accad) کہتے ہیں۔ اب تک دریافت ہو چکے ہیں۔ یہ سب کلدہ کے شہر تھے جو سخت محنت سے معلوم کیئے گئے ہیں۔ اور ان شہروں کی تاریخ وغیرہ کے متعلق جو کچھ ہمارے علم میں ہے وہ اُنھیں تحقیقات کا نتیجہ ہے۔

کلدہ کے ہر شہر میں ایک خاص خداوند کی پرستش کی جاتی تھی اور اس کے لیئے ایک معبد بنا ہوا تھا۔ اُس معبد کا کاہن اُس شہر میں سلطنت کرتا تھا۔ بعض کاہن بادشاہوں نے گردونواح کے شہروں پر بھی قبضہ کر لیا تھا اور اس طرح کلدہ کے ایک حصہ کو ایک سلطنت بنا کر اپنے قبضہ میں کرکے خود کو شومیر و اکد کا بادشاہ کہتے تھے اگرچہ ابھی تک ہم کو اُن بادشاہوں کے حالات کا پورا علم نہیں ہو سکا لیکن چھ ہزار سال پیشتر تک کی تاریخ مجملاً معلوم ہو گئی ہے۔

الام دجلہ کے پار کلدہ کی مشرقی جانب ایک ملک ہے جو ایران کا ایک حصہ ہے۔ آج کل اُس کو خوزستان کہتے ہیں۔ پُرانے زمانہ میں اُس کے کئی نام تھے اُنھیں میں سے ایک نام الام (Elam) بھی ہے۔ دجلہ کے قریب اس ملک کی زمین پست گرم و مرطوب اور کلدہ ہی کے برابر زرخیز ہے۔ جتنا شمال و مشرق کی طرف بڑھتے جائیے اُتنے ہی سرد مقامات ملتے جائینگے جو اکثر کوہستان ہیں۔ کرخہ اور کارون کے ایسے بڑے دریا بھی بہتے ہیں اسگلے زمانہ میں الام میں جو آدمی رہتے تھے وہ سامی وغیرہ قوموں کی مخلوط نسل سے تھے۔ اُن کا تمدن

بہت پُرانا اور اکثر باتوں میں کلدانیوں کے تمدن و آداب سے مشابہ تھا۔ اُنھوں نے ایک بڑی سلطنت قایم کر لی تھی جس کا دار السلطنت شہر شوش تھا۔ یہ سلطنت اکثر کلدہ کے ساتھ لڑائی میں مصروف رہتی کبھی غالب اور کبھی مغلوب ہو جاتی تھی۔ ہم چند سال پیشتر تک اُس ملک کی حالات سے واقف نہ تھے۔ لیکن آخری سالوں میں بڑی کوشش کے بعد شہر شوش اور کلدہ کے کھنڈر ظاہر ہوئے جن سے وہاں کے بہت سے بادشاہوں کے نام اور سلطنت کے حالات ہم کو معلوم ہوئے اور اب ہم واقف ہوئے ہیں کہ اِلام کے تمدن اور سلطنت کی قدامت اور اُن کے بعض بادشاہوں کی شوکت و قدرت اگر کلدہ سے زیادہ نہ تھی تو کسی طرح کم بھی نہ تھی۔

کلدہ کے قدیم بادشاہ کلدہ کے بہت پُرانے بادشاہوں میں سے جن کے حالات ہم کو معلوم ہوئے ہیں وہ مصر کے پہلے سلسلوں کے بادشاہوں کے ہمعصر تھے اور سنہ ۳۰۰۰ ق م مسیح کے قریب گذرے ہیں۔ اُن میں سب سے زیادہ مشہور سارگن تھا۔ جو سنہ ۳۸۰۰ قبل مسیح میں مقام اگاوہ تخت نشیں ہوا۔ اُس نے کلدہ کے اکثر شہر فتح کیے اور سلطنتِ کلدہ کو انتہائی قوت و شوکت پر پہونچا دیا۔

ہمسایہ قوموں اور سلطنتوں سے بھی اکثر لڑائیاں ہوئیں۔ اِلام کو کئی مرتبہ مغلوب کر کے خراج دینے پر مجبور کیا سوریہ (شام) اور جزیرہ نمائے سینا تک تاخت و تاراج کیا۔ سارگن نے بعض عمارتیں بھی بنائیں اور شکستہ معبدوں کی مرمت کی۔ شہر ادرک میں ایک کتب خانہ ترتیب دیا جس میں پُرانی کتابیں اور اوراق جمع کیے۔ نجوم و سحر اور صرف و نحو وغیرہ جو کچھ علوم اُس زمانہ میں معلوم تھے اُن سب کا ذخیرہ فراہم کیا اِسی لیے شہر ادروک بلدۃ الکتب (کتابوں کا شہر) کے نام سے موسوم ہو گیا۔

سارگن کے متعلق بھی اکثر بزرگ آدمیوں اور بادشاہوں کی طرح افسانے بنائے گئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اُس کے پیدا ہونے کے بعد اُس کی ماں نے اِس خوف سے کہ اُس کا چچا

اُسے مار ڈالے گا ایک ٹوکری میں رکھ کر دریائے فرات میں بہا دیا۔ ایک شخص نے جو پانی بھر رہا تھا بچّہ کو دیکھ کر ٹوکری باہر نکالی۔ اور اُس کو اپنے بچوں کی طرح پالا آخر کار سارگن خدا کی مدد سے بادشاہی تک پہونچا۔

سارگن کے بعد اُس کا بیٹا نارامسن بادشاہ ہوا۔ یہ بھی ایک طاقتور بادشاہ تھا اور اُس نے بھی اکثر فتوحات حاصل کیں جو عمارتیں اُس کی باقی ہیں اُن سے خوبی اور کمال ظاہر ہوتا ہی۔

کلدہ کے نامور بادشاہوں میں سے ایک لگش کا بادشاہ گودیا (Gudea) نامی ہوا ہی۔ اگرچہ اس نے فتوحات زیادہ حاصل کی ہیں مگر اُس کی عمارتیں لڑائیوں سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ شہر لگش کے کھنڈروں میں اُس کی عمارات کے آثار ملے ہیں۔ اِن عمارتوں کی اینٹوں پر اُس کا نام لکھا ہوا ہی اور مجسمے بھی پائے گئے ہیں جن کے سر کٹے ہوئے ہیں۔ غالباً یہ ایک ایسے شخص کی شکل ہیں جو ہاتھ سینہ پر رکھے ہوئے ہی اور اُس کے اعمال اُس کے کپڑوں پر لکھے ہوئے ہیں۔



گودیا

شہر اور کے بادشاہوں کے آثار بھی ہاتھ آئے ہیں۔ اُن سے معلوم ہوا ہی کہ ایک مدّت تک شاہانِ مذکور شومیر و اکد کی بادشاہی کا دعویٰ کرتے رہے اور تمام شاہانِ کلدہ اُن کے

تابع رہے۔

کلدہ کے بادشاہوں کی یہ حالت تھی کہ ہر شہر کا بادشاہ الگ ہوتا تھا ایک مدّت تک کوئی بادشاہ سب پر فوقیت حاصل کرکے اُن کو اپنا ماتحت بنالیتا تھا۔ اور اپنا لقب سلطان شومیر واکد رکھ لیتا تھا۔ اور اپنے ہمسایوں سے لڑتا رہتا تھا اکثر غالب آجاتا تھا۔ چنانچہ ایک مدّت تک اُنھوں نے اِلام کو بھی اپنا ماتحت رکھا۔ یہاں تک کہ تیئسویں صدی قبلِ مسیح کے آغاز میں شوش کے بادشاہ کوتورنخونتہ (Kuturanakhunta) نامی نے کلدہ پر دست اندازی کی اور اُس ملک کے بادشاہوں پر غلبہ حاصل کرکے اُن کی دیوی نانا رانی کے نسمہ کو معبد اورک سے اپنے ملک میں اُٹھا لے گیا اُس وقت سے چند شاہانِ کلدہ سلاطین اِلام کے ماتحت رہے۔ لیکن اکیسویں صدی قبل مسیح میں ہاموارابی (Hammurabi) شاہِ بابل نے اِس حالت کو بدل دیا۔ ہاموراابی جو ملک بابل کا حکمران تھا پہلے شاہانِ شوش کا ماتحت تھا بعد کو اُن سے بغاوت کرکے اُن پر فتح پائی تو بابل اور تمام کلدہ کے شہروں کو اُن کی اطاعت سے آزاد کرکے اپنا ماتحت کرلیا۔ بابل کو سلطنتِ شومیر واکد کا پایہ تخت ومرکز قرار دیا۔ پھر ملک کی آبادی اور معابد کی مرمت وغور پرداخت میں مشغول ہوا۔ نئے معبد بنائے گئے زمین کو سیراب کرنے کے لیئے نہریں بنوائیں۔ اور دجلہ وفرات کی طغیانی روکنے کے لیئے بند بندھوائے۔ وہ اپنے ایک کتبہ میں اپنی نسبت لکھتا ہے:۔

> "میرے خداوندوں نے مجھ کو ملک شومیر واکد کا فرماں روا کیا اُن کے خراجوں کا مجھ کو مالک بنایا میں نے اُن کی بہبودی کے لیئے نہر ہاموراابی کھدوائی۔ اور اُس کی شاخیں غیر مزروعہ جنگلوں میں لے گیا تاکہ شومیر واکد کے آدمی خشک سالی میں مبتلا نہوں۔ غیر مزروعہ جنگل میری کوشش سے زرخیز ہوگئے۔ اور بے حاصل زمینوں میں پیداوار ہونے لگی"۔

اِن امور سے موراابی ایک عقلمند بادشاہ معلوم ہوتا ہے لیکن اُس کا سب سے بڑا کارنامہ جو ہاتھ آیا ہے

وہ قانون نامہ ہی جو اُس نے ترتیب دے کر پتھر پر کُھدوایا ہی۔ یہ قانون نامہ شوش کی تحقیقات میں ملا ہی اُس سے معلوم ہوتا ہی کہ حامورابی کے زمانہ میں کلدانیوں کی زندگی ایک مضبوط قانون کی ماتحت تھی۔ اور اُس سے انحراف سزا کا باعث ہوتا۔ نیز یہ بھی خیال ہوتا ہی کہ اور لوگوں نے بھی اکثر اُسی قانون سے اخذ و اقتباس کیا ہی۔

حامورابی کے جانشین بھی اُسی کے نقشِ قدم پر چلے لیکن آہستہ آہستہ ضعف پیدا ہوتا گیا یہاں تک کہ سترہویں صدی میں ایک جنگ جو قوم شمالی کوہستان سے نکل کر (جہاں آج کل کرد آباد ہیں) اور کلدہ پر مُسلط ہو کر اصلی باشندوں میں مخلوط ہو گئی۔ سلطنت کلدہ کی اہمیت بالکل جاتی رہی روز بروز ضعف بڑھتا گیا یہاں تک کہ اُن کی طاقت و شوکت آشور کی طرف منتقل ہو گئی۔

سلطنتِ آشور کلدہ کے شمالی جانب دریائے دجلہ کے درے میں ایک قوم رہتی تھی جو اگرچہ نسلاً کلدانیوں کے ہم قوم تھی مگر نسبتاً اُن سے زیادہ مفلس اور جنگجو تھی۔ اُن کا مشہور شہر دریائے دجلہ کے کنارے معبد آشور کے قریب اُسی دیوتا آسور کے نام پر آشور Elassar کے نام سے موسوم تھا۔

آشوری معبد آسور کے بڑے کاہن کے فرمانبردار رہتے تھے۔ وہ کاہنی اور بادشاہی دونوں رُتبے رکھتا تھا اِن کا سب سے پُرانا بادشاہ جس کا نام ہم کو معلوم ہوا ہی مصر کے اٹھارہویں سلسلۂ شاہی کا ہمعصر تھا اور اٹھارہویں یا اُنیسویں صدی قبلِ مسیح میں گذرا ہی۔ یہ کاہن بادشاہ مدت تک شاہانِ بابل کو خراج دیتے رہے اُس کے بعد پندرھویں اور چودھویں صدی میں اُنھوں نے تھوڑی قوت پکڑی اور اطراف کے ممالک پر قبضہ کر کے اپنے کو بادشاہ کہنے لگے۔ اور اپنا لقب سلطان افواج رکھا۔ کیونکہ اُنھوں نے پیدل فوجوں کے دستے مرتّب کیے تھے۔ اور ہمسایہ سلطنتوں سے لڑائی شروع کی بلکہ تیرھویں صدی میں بابل پر بھی قبضہ کر کے شاہانِ بابل کو خراج ادا کرنے

پر مجبور کیا۔

آشوری بادشاہوں میں سب سے زیادہ مشہور تگلات فالازار (Teglathfhalaza) ہوا ہی جو بارھویں صدی میں سلطنت کرتا تھا۔ اُس نے اپنے فتوحات کو ایک طویل کتبہ میں (جس میں سات سو سطریں ہیں) تفصیل کے ساتھ لکھا ہی۔ یہ کتبہ اُس کے دار السلطنت کے کھنڈروں میں پایا گیا ہی۔ بادشاہ مذکور لکھتا ہی:۔

"میں تگلات فالازار مقتدر بادشاہ اور مغلوب نہونے والی فوجوں کا سلطان ہوں۔ دنیا کے چاروں گوشوں کا مالک۔ بادشاہوں کا بادشاہ۔ اور تمام خداوندوں کا خداوند۔ اور سلطانوں کا سلطان۔ بڑی عظمت والا بادشاہ اور بہت بڑا فاتح ہوں میں وہ ہوں جس نے سیلاب کی طرح دشمنوں کے ملکوں کو لے لیا۔ اور خداوند آشور کی مہربانی سے اپنا کوئی دشمن وہمسر باقی نہ چھوڑا۔ اور آشور کے تمام دشمنوں کو اپنا مطیع کیا۔"

اُس کے بعد اپنی لڑائیوں کی تفصیل شروع کرکے کہتا ہی:۔

"میں ابھی تخت پر بیٹھا ہی تھا کہ مشی (Moshi) لوگوں کو جن کی جماعت بیس ہزار کی تھی شکست فاش دی۔ اور اُن کے پانچ بادشاہوں کو مغلوب کرکے نابود کیا۔ شاہانِ مذکور پانچ سال سے ہمارے خداوند آشور کا خراج خود لیتے تھے اور ادا نہ کرتے تھے۔ کسی بادشاہ میں جرارت نہ تھی جو اُن سے باز پرس کرتا۔ انھوں نے کماژن (Commagene) کو فتح کرلیا تھا۔ میں نے اپنے خداوند آشور کی عبادت کرکے جنگی گاڑیوں اور سپاہیوں کو جمع کیا۔ اور اُن کی فوج کے دستوں کو شکست فاش دی اُن کی نعشوں سے پہاڑوں کے درے اور چوٹیاں بھر گیں۔ اُن کے مقتولوں کے سر میں نے کٹوا کر اُن کے شہروں کی دیواروں میں چنوا دیئے۔ بڑی غنیمت میرے ہاتھ آئی۔ دشمن کے چھ ہزار آدمی جو میرے سپاہیوں کے ہتھیاروں سے بچ گئے تھے وہ میرے پاؤں کو بوسہ دیتے ہیں۔ میں اُن کو

گرفتار کرکے آشور لے آیا ہوں۔

تگلات فالازار نے اسی طرح اپنی سب لڑائیوں کو لکھا ہے۔ اس بادشاہ نے (جیسا کہ وہ خود کہتا ہے) مغرب کی طرف کاشن کو جو شمالی و شرقی شام میں ایک ملک تھا فتح کیا۔ اور شہروں میں آگ لگا دی یا وہاں کے لوگوں کو دوسری طرف قلعوں میں بھگا دیا۔ اور جو بادشاہ اُن کی مدد کے لیے آیا تھا اُس کو بیوی بچوں سمیت گرفتار کر لیا نیز اُس کے معبود کے مجسمے اور اُس معبود کے طلائی و نقرئی سامان پر قبضہ کر کے اُس بادشاہ کے دارالسلطنت اور اُس کی عمارتوں کو جلا دیا۔ ان فتوحات کے شکرانہ میں تگلات فالازار نے ایک برنجی (Bronze) برتن اپنے خدا آشور پر چڑھایا۔

دوسری لڑائیوں میں تگلات فالازار نے دجلہ کے منبع تک کل زمین لے لی۔ چنانچہ وہ خود کہتا ہے:۔

"خداوند آشور کے حکم سے میں نے جنگی گاڑیوں اور سپاہیوں کو جمع کیا اور ایک سخت ملک میں داخل ہوا۔ یہ ملک ایسے پہاڑوں کے درمیان واقع تھا جن کی چوٹیاں نوکدار اور خنجر کی طرح تیز تھیں۔ وہاں گاڑیوں کو راستہ نہ ملا۔ میں نے جب یہ دیکھا تو گاڑیوں کو جنگل میں چھوڑ دیا۔ اور پہاڑوں پر چڑھ گیا۔ اس ملک کو ویران کیا اور دشمن کی فوج کی گوشمالی کی اُن کے شہروں پر قبضہ کیا۔ اُن کے خداوندوں کو معہ خزانہ کے لے لیا۔ اور خود انھیں بھی قید کر لیا اُن کے شہروں کو آگ لگا کر ویران کر دیا۔ پھر اپنے خداوند آشور کا شکریہ ادا کیا"

پھر آرمینیا کی نسبت کہتا ہے:۔

"ناقابل گذر اور بلند پہاڑوں کو (جن میں کسی بادشاہ نے قدم نہیں رکھا تھا) اور دشوار گذار راستوں اور بڑے گھنے جنگلوں کو میں نے عبور کیا تیئس بادشاہ متفق ہو کر میرے مقابلہ کے لیے آئے مگر شکست کھا کر بھاگ گئے اور ایک سو بیس جنگی گاڑیاں

میرے لیے چھوڑ گئے۔

اسی طرح تگلات فالازار نے اپنے کارنامے لکھے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ آشوریوں نے قلعوں کا محاصرہ کیا۔ اُن قلعوں کے جنگجو آدمیوں کو ہلاک کیا۔ باشاہوں کو زندہ گرفتار کیا پھر تگلات فالازار نے اُن کو رہا کر دیا مگر ایک ہزار دو سو گھوڑے اور دو ہزار گائیں مفتوح باشندوں سے بطور تاوانِ جنگ وصول کیں۔ اور مغلوب بادشاہوں کے لڑکوں کو بطور اوّل اپنے پاس رکھا۔

تگلات فالازار شام والوں سے بھی لڑا ہے اور اُس نے شمالی کلدہ کو بھی فتح کیا ہے اُس کے بعد اپنی سلطنت کے پانچویں برس وہ کتبہ کھدوایا جس میں ان لڑائیوں کے واقعات تحریر ہیں۔ اِس کتبہ میں اپنے شکار کی نسبت وہ لکھتا ہے:۔

"میں نے خداوندوں کی توفیق سے جنگل میں چار جنگلی بھینسیں اپنی قوت اور طاقت سے شکار کیں جو میری کمان تلوار اور نیزہ سے ماری گئیں اُن کی کھال اور سینگ میں اپنے شہر آشور میں لایا۔ دوسری مرتبہ میں نے جانور کے منبع کے قریب دو بڑے ہاتھی قتل کیے اُن کے دانت اور کھال شہر آشور میں لایا۔ ایک زندہ ہاتھی بھی میں نے گرفتار کیا۔ ایک مرتبہ ایک سو بیس شیر میری تلوار سے مارے گئے۔ آخرکار میں معبدوں کی مرمت اور مجسموں کی اِصلاح میں مصروف ہوا۔ اُن کی چھتیں نئی بنوائیں اور ممالک مفتوحہ کے درختوں کی لکڑی سے اُن کے نئے دروازے بنوائے اور پرانے دروازے نکلوا دیے۔ اِسی طرح میں مفتوح شدہ ممالک سے درخت کھدوا کر لایا ہوں اور اُنھیں اپنے ممالک میں لگوایا ہے۔"

اُس وقت سلطنت آشور ارمینیا کے مغرب سے فرات کے اُس پار پھیلی ہوئی تھی۔ شمال و مشرق میں آرمینیا کے پہاڑوں اور بحیرۂ اسود تک اور جنوب میں خلیج فارس تک اس کی وسعت تھی۔

لیکن مطیع قبائل نے پھر جلد بغاوت کی اور سلطنت کی یہ وسعت تگلات فالا زار کی وفات تک بھی قایم نہ رہی اس بادشاہ کی اولاد نے اُس کی فتوحات کو ہاتھ سے کھودیا۔

نینوس اور سمیرامیس کی داستان

یونانیوں نے بجائے اس صحیح قدیم تاریخ کے جس کا ذکر ہم نے کیا ہی اور جس سے پہلے کوئی مطلع نہیں تھا۔ نینوس بادشاہ آشور (Ninus) اور سمیرامیس (Semiramis) اور ملکۂ بابل کا افسانہ نقل کیا ہی وہ کہتے ہیں کہ نینوس آشور کے پہلے بادشاہ بلوس (Belus) کا بیٹا تھا۔ چونکہ اُسے فتوحات کا بہت شوق تھا اِس لیئے پہلے اُس نے کلدہ پر حملہ کیا اور وہاں کے بادشاہ کو مع خاندان کے قید کرکے قتل کرڈالا۔ پھر آرمینیا کی نوبت آئی وہاں بھی قتل و غارت کا سیلاب بہایا اور ارمینیا کے بادشاہ نے نینوس کی اطاعت قبول کرلی۔ پھر بادشاہ مدی (Medi) کو مغلوب و گرفتار کرکے سولی دی اِن لڑائیوں میں سترہ برس صرف ہوئے۔ نینوس نے تمام ایشیا کو ہندوستان تک لے لیا۔ اور ارادہ کیا کہ دارالسلطنت ایسا بنایا جائے جو تمام مفتوحہ اور موروثی مقامات سے بہتر ہو۔ اس لیئے شہر نینوا (Ninive) کی بنا ڈالی چونکہ باختر کے لوگوں نے مغربی ہندوستان میں نینوس سے مقابلہ کیا تھا اِس لیئے تین کرور دو لاکھ پیدل اور دو لاکھ سوار اور دس ہزار فوجی گاڑیاں لے کر باختر کی طرف روانہ ہوا۔ اِسی لڑائی میں نینوس اور سمیرامیس سے ملاقات ہوئی۔

سمیرامیس

اُن لوگوں کے قول کے بموجب سمیرامیس اُس دیوی کی لڑکی تھی جس کی عسقلان (Ascalon) شام میں پرستش کی جاتی تھی۔ کہتے ہیں کہ اِس لڑکی کا سر انسان کا اور بدن مچھلی کا تھا۔ اُس کی ماں نے اُس کے پیدا ہونے کے بعد اُسے جنگل میں پتھر کی چٹانوں کے درمیان چھوڑدیا۔ جو کبوتر اُن اطراف میں رہتے تھے اُنھوں نے اُسے اپنے پروں سے چھپایا اور گرمی پہونچائی۔ یہ کبوتر چرواہوں کے مکانوں

میں جا جا کر اپنی چونچ میں دودھ لاتے اور قطرہ قطرہ اُس کے مُنہ میں ٹپکاتے تھے۔ نیز پنیر چرا کر اُس کے لیئے لاتے تھے۔ چرواہوں نے ایک دفعہ اُن کبوتروں کا تعاقب کیا اور اُس مقام پر پہونچے جہاں یہ حسین لڑکی پڑی تھی۔ وہ اُسے اُٹھا لائے اور نینوس کے ایک سردار کے پاس لے گئے۔ اُس نے اپنی لڑکی بنا کر اُسے پرورش کیا اور سمیرامیس نام رکھا جس کے معنی شامی زبان میں کبوتر کے ہیں۔ سمیرامیس جب جوان ہوئی تو اُس نے ایک حاکم کے ساتھ شادی کر لی۔ اور اُس کے ہمراہ نینوس کی فوج میں باختر گئی۔ نینوس کے لشکر نے اُس شہر کا محاصرہ کیا جس میں باختر کا بادشاہ محصور تھا اُس شہر کے آدمی نینوس کی فوج کا مقابلہ کرنے لگے اور شہر کا فتح کرنا مشکل ہو گیا۔ اُس وقت سمیرامیس لباسِ جنگ پہن کر قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئی اور اُس نے نینوس کے لشکر کو قلعہ میں داخل کر دیا۔ نینوس اُس کی شجاعت اور حُسن صورت دیکھ کر اُس پر عاشق ہو گیا اور اُس کے شوہر سے لیکر اپنے نکاح میں لے لیا۔ اُس کے شوہر نے رنج وغم میں خودکشی کر لی۔

تھوڑے عرصہ کے بعد نینوس مر گیا اور اُس کی نعش نینوا میں ایک ہرم کے نیچے دفن کی گئی جو ہزار گز سے زیادہ بلند تھا۔ سمیرامیس اُس کی جانشین ہوئی۔ اُس نے فرات کے کنارے ایک دارالسلطنت نینوا سے بھی بڑا تعمیر کیا اور اُس کا نام بابل رکھا۔ سمیرامیس نے بابل کے گرد ایک شہر پناہ بنوائی جس کا دَور ستر ہزار میٹر تھا۔ اور دیوار کی چوڑائی اتنی تھی جس پر چھ گاڑیاں برابر برابر چل سکیں۔ فرات کے کنارے ایک بند بندھوا کر بہت بڑا معبد بنوایا۔ پھر اپنی تمام سلطنت میں دورہ کیا اور کئی شہر آباد کئے۔ نئے رستے نکالے۔ پہاڑوں میں سڑکیں کھدوائیں اور اپنے مردہ سرداروں کے مقبرے بنوائے۔ پھر مصر میں گئی اور آمن سے اپنی قسمت اور زندگی کے آیندہ حالات پوچھے۔ اُس پر خداوند کی طرف سے الہام ہوا کہ تو ایک غیر معمولی طریقہ پر غائب ہو جائے گی اور دیوی کا رتبہ حاصل کریگی۔ ان کاموں کے بعد سمیرامیس نے ایتوپی پر قبضہ کر لیا اور جب اُس نے یہ چاہا کہ بڑے فاتحین کا درجہ حاصل کرے تو ہندوستان پر لشکر کشی کی اور سندھ سے اِدھر اُتر گئی۔ لیکن بادشاہِ ہند نے جنگی ہاتھیوں سے اُس کو شکست دی۔ آخر سمیرامیس مجبوراً

واپس ہوئی پھر اپنے ملک کے باہر نہیں نکلی بلکہ عمارتیں بنانے میں مصروف ہوگئی۔ اُس وقت سے ایشیائی تمام بڑی بڑی عمارتوں کو سمیرامیس کی طرف منسوب کرنے لگے۔ جو عمارتیں اُس ملکہ نے بنوائی ہیں اُن میں بابل کے معلق باغات بھی ہیں جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کئی باغ اور مصنوعی جنگل بلند مقامات پر بنوائے گئے تھے۔ جو اپنی خوبی کے لحاظ سے عجیب وغریب تھے۔ اگلے لوگ اُن کو اہرامِ مصر کی طرح دنیا کے ساتھ عجائبات میں گنتے تھے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ سمیرامیس نے دنیا کی منتہائی آبادی یعنی دریائے یورال کے جنگل میں ایک کتبہ لگا کر اُس پر یہ عبارت کھدوائی تھی:۔ "اگرچہ خدا نے مجھے عورت کے پیکر میں پیدا کیا ہے لیکن میرے کام دنیا کے بڑے بڑے معزز مردوں کے برابر ہیں۔"

جب سمیرامیس کو یہ معلوم ہوا کہ اُس کا لڑکا اُسے معزول کر کے خود تخت وتاج پر قبضہ کرنا چاہتا ہے تو اُسے سزا دینے کے بجائے خود سلطنت سے دست کش ہوگئی اور ملک اپنے لڑکے کے لیے چھوڑ کر کبوتری کی صورت میں تبدیل ہو کر اُڑ گئی۔ آشور کے آدمیوں نے کبوتر کی شکل میں دیوی کی حیثیت سے اُس کی پرستش شروع کی۔

کلدانی واقعات یونانیوں نے نینوس اور سمیرامیس کے قصے کو تو نقل کیا ہے لیکن کلدانیوں کی روایات اِس کے مخالف ہیں۔ وہ حضرت نوح علیہ السلام اور اُن کے زمانہ کے طوفان سے مشابہ ایک روایت نقل کرتے ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ بل (Bel) نامی دیوتا کو آدمیوں کے گناہوں پر غصہ آیا اور اُس نے ارادہ کیا کہ اُن کو ہلاک کر دے اِس لیے اُس نے بادشاہ کیزدترس (Kisouthros) کو حکم دیا کہ ایک بہت بڑی کشتی اپنے اور اپنے متعلقین کے لیے بنا اور ہر جنس کے جانور کا ایک ایک جوڑا اُس میں رکھ لے تاکہ جنس ضایع نہ ہو۔ کیونکہ میں ہر جاندار کو ہلاک کرنے والا ہوں۔ کیزدترس نے اپنے لیے کشتی بنائی اور روغنِ قیر سے اُس پر پالش کیا پھر جو کچھ سونا چاندی وغیرہ اُس کے پاس تھا سب اُس میں رکھ لیا اور اپنے خاندان والوں اور ملازموں کو بھی اُس میں بٹھا لیا۔ اور حیوانات شہری وجنگلی کا ایک ایک جوڑا بھی اُس میں رکھ کر کشتی کا دروازہ

ند کر دیا اُس وقت بارش سیلاب کی طرح نمودار ہوئی اور آسمان پر اندھیرا چھا گیا چھ شبانہ روز یہی حالت رہی جو کچھ زمین پر تھا سب پر پانی بھر گیا اور تمام جاندار غرق ہو گئے۔ ساتویں دن پانی کم ہونا شروع ہوا، اور طوفان موقوف ہوا۔ کیزدترس نے کشتی کا دروازہ کھولا۔ اُس نے کشتی کے ارد گرد پانی پر لاشیں بہتی دیکھیں۔ آخر کار کشتی آرمینیا کے ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر ٹھہر گئی۔ کیزدترس چھ دن کشتی میں ٹھہرا رہا پھر اُس نے کبوتر کو ہوا میں چھوڑا وہ کوئی جگہ اپنے ٹھہرنے کے قابل نہ پا کر پلٹ آیا۔ پھر بجائے کبوتر کے کوّے کو چھوڑا وہ مردار نعشوں کو پانی پر دیکھ کر اُن کے کھانے میں مصروف ہو گیا۔ اور پلٹ کر نہ آیا۔ آخر کار پانی خشک ہو گیا اور کیزدترس اور اُس کے ساتھیوں نے کشتی سے اُتر کر سرزمین کلدہ پر قدم رکھا۔ اور شہر بابل آباد کیا۔ یہاں اُن کی اولاد پھیلنا شروع ہوئی۔ جب اُن کی تعداد اور طاقت و شوکت بہت بڑھ گئی تو اُن میں غرور پیدا ہو گیا۔ اُنھوں نے چاہا کہ ایک ایسا برج بنائیں جس کی چوٹی آسمان تک پہنچ جائے۔ چنانچہ برج بابل تعمیر کیا۔

زبان میں تفرق خداوندوں کو اُن کی اس جسارت پر غصہ آیا۔ اُس وقت تک سب لوگ ایک زبان بولتے تھے۔ مگر ایک دن اُنھوں نے دیکھا کہ کوئی ایک دوسرے کی زبان نہیں سمجھتا۔ خداوندوں نے اُن کی بولیوں میں اختلاف پیدا کر دیا۔ اور برج کا کام ناتمام رہ گیا۔ چونکہ وہ لوگ ایک دوسرے کی زبان نہیں سمجھتے تھے اس لیئے تمام دنیا میں متفرق ہو گئے اور اور زمین کے مختلف حصّوں میں سکونت اختیار کی۔

کلدہ کی روایات میں اسی طرح اور بھی قصّے ہیں جن میں سے بعض حضرت خضرؑ اور اُن کی داستانِ آبِ حیات اور بعض نمرود کی حکایت کے مشابہ ہیں جس کا ذکر توریت میں آیا ہے اور قرآن میں بھی دوسری طرح سے مذکور ہے۔

اب بھی کلدہ میں ایک ٹیلے پر جہاں پہلے شہر آور آباد تھا ایک برج کے کھنڈر موجود ہیں جن کو برج نمرود کہتے ہیں۔



برجِ بابل کے کھنڈر

دوسری فصل

سلطنتِ نینوا

نینوا — جب سلطنتِ آشوری کا پایۂ تخت شہرِ آشور میں تھا اُس زمانہ میں دجلہ کے کنارے ایک اور شہر آباد پایا جاتا تھا جس کو نینوا کہتے تھے۔ نینوا اُس جگہ واقع تھا جہاں دجلہ کشتی رانی کے قابل ہو جاتا تھا۔ کوہستان سے اُس کا فاصلہ چند فرسنگ ہی۔ وہ قطعۂ زمین جس پر نینوا آباد تھا

کسی زمانہ میں نہایت زرخیز اور وسیع تھا۔ آشور کے قدیم بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ نے نینوا میں ایستار (Istar) نامی دیوتا کے لیئے ایک معبد بنایا تھا دوسرے بادشاہ نے تیرھویں صدی میں اپنے لیئے ایک شاندار عمارت بنائی رفتہ رفتہ نینوا ملک کا بہترین شہر اور آشوری قوم کا پایۂ تخت ہوگیا بادشاہوں نے آشور کو چھوڑ کر وہیں رہنا اختیار کیا۔ اور اُس شہر یا اُس کے حوالی میں اپنی عمارتیں بنائیں۔ ابھی تک ایسے نشانات باقی ہیں جنھیں نینوا کی عمارتوں کے کھنڈر کہہ سکتے ہیں۔ ساتویں صدی قبل مسیح میں سنّاحریب نامی ایک بادشاہ ہوا اُس نے اس شہر کو اور رونق و وسعت دی۔ ایک جدید شہرپناہ بنوائی اور اُس کے گرد خندق کھدوائی۔ کہتے ہیں کہ اس شہرپناہ کا دَور تین فرسنگ تھا جس کے اندر آبادی اور مزروعہ زمین تھی اُس کا آثار ۱۶ میٹر اور اونچائی ۵۰ میٹر تھی۔ قدیم بادشاہ کا محل دریا کے کنارے بنا ہوا تھا جو اُس کی طغیانی سے شکستہ ہوگیا تھا اور پانی نے اُس کی دیوار میں سوراخ کر دیئے تھے۔ اس لیئے سناحریب نے دجلہ کا پانی وہاں سے ہٹا کر دیوار کی مرمت کرائی اور عمارت کو گرا کر اُس کی جگھ ایک اور بہت بڑا محل بنوایا۔ جس کی چھتوں میں درخت صندل و آبنوس و پستہ کی کڑیاں چڑھائی گئیں تھیں اور اُس کی دیواریں نقوش اور خطوط سے پُر تھیں۔ اُس کے گرداگرد کنگورہ دار چار دیواری تھی جس کے دروازے نہایت مستحکم تھے۔ اور تمام محل کے صحن کی وسعت ۲۰ ہزار مربع گز تھی۔ اس عمارت کے قریب ایک اور بہت بڑا مکان سنگ مرمر اور چوب ارز سے بنایا گیا تھا جس کے دروازوں پر گائے اور شیر کے بڑے بڑے مجسمے نصب تھے۔ یہ عمارت خراج خانہ کے نام سے موسوم تھی۔ کیونکہ سونا چاندی اور تمام قیمتی سامان جو فتوحات میں بطور خراج حاصل ہوتا تھا اِس میں جمع کیا جاتا تھا۔

چونکہ دجلہ کی طغیانی وسط شہر تک اپنا اثر کرتی تھی اِس لیئے سنّاحریب نے بند بندھوا کر شہر کی دیواروں سے اُسے روکا۔ شہر میں بہت سے مکانات بنوائے۔ گلیوں اور کوچوں کو سیدھا کیا۔ شہر میں آب رسانی اور اُس کی حوالی زمین کی آب پاشی کے لیئے پہاڑ سے نہر کھدوا کر دو

دریاؤں کا پانی شہر تک لایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نینوا کے مضافات میں گیہوں اور جو کے ہرے بھرے کھیت اور انگوروں کے باغ نظر آنے لگے۔ علاوہ اِس کے نینوا تجارت کا مرکز ہو گیا۔ متصلہ ملکوں کی پیداوار کشتیوں پر، اور پہاڑی علاقوں کی پیداوار قافلوں کے ذریعے سے وہاں پہونچنے لگی۔ مختصر یہ کہ دو صدی کے اندر نینوا دنیا کے عظیم الشان شہروں میں سے ہو گیا۔

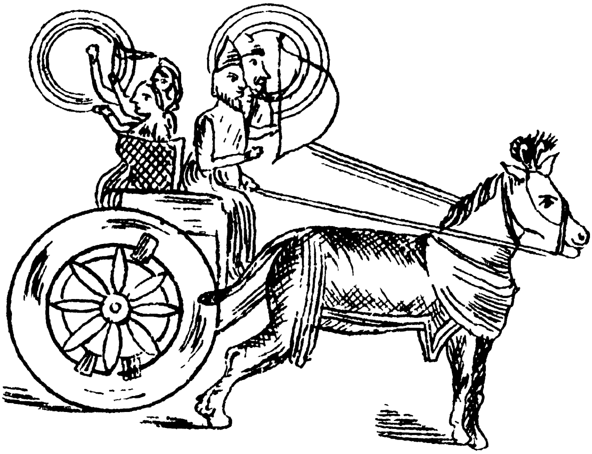
آشوری ایک مدّت تک دجلہ کے کنارے سے کلدہ تک ایک ہی سلطنت قایم رہی آشوری اُس زمانہ میں نہایت جنگجو اور شجاع بلکہ خونخوار درندے تھے۔ اُنھوں نے پیدل فوج اور سواروں کے رسالے مرتب کیے تھے۔ پیادے تانبہ کے جوشن اور ایک قسم دھاتی خود پہنتے تھے جس پر ایک طرہ لگا ہوتا تھا۔ لڑائی کے وقت وہ ایک گول ڈھال سے اپنی حفاظت کرتے تھے۔



آشوری پیادہ فوج

اسلحہ میں اُن کے پاس ایک نہایت خمدار کمان ہوتی تھی جس سے چھوٹے چھوٹے تیر پھینکتے تھے اور ایک نیزہ استعمال کرتے تھے اور ایک چھوٹی سی تلوار بھی رکھتے تھے، جو کبھی کبھی استعمال میں آتی تھی۔ سوار چھوٹے چھوٹے گھوڑوں پر جن کی دُمیں بہت لمبی ہوتی تھیں بلا زین اور رکاب کے سوار ہوتے تھے۔ ایک چادر یا کمبل گھوڑے کی پشت پر ڈال لیتے تھے۔ پیدلوں کی

طرح سوار بھی کمان اور نیزہ استعمال کرتے تھے۔ بادشاہ لڑائی کے وقت دو پہیوں کی گاڑی پر جو بہت ہلکی ہوتی تھی بیٹھتا تھا۔ اور دو تین گھوڑے جن پر نفیس ساز ہوتا تھا اُس گاڑی کو کھینچتے تھے۔ اور بہت متمول اشخاص کا بھی یہی طریقہ تھا۔



آشوری جنگی گاڑیاں

لڑائی کے وقت آشوری اپنی فوج کے گرد ایک مٹی کی دیوار بنالیتے تھے سپاہی خیموں میں مقیم ہوتے تھے۔ ہر خیمہ ایک ستون پر کھڑا کیا جاتا تھا۔ ایک پتھر جس پر آشوری فوج کی تصویریں کھدی ہوئی ہیں دستیاب ہوا ہی اُس سے معلوم ہوتا ہی کہ ایک سپاہی خیمہ میں اپنا بستر کر رہا ہی دوسرا کھانا پکا رہا ہی ایک اور سپاہی ایک چھوٹی سی میز پر اپنا سامان رکھ رہا ہی۔

محاصرہ کے وقت آشوری مدافعت کرنے والوں پر صرف تیر اور پتھر پھینکنے اور سیڑھیوں سے دیواروں پر چڑھنے ہی پر بس نہیں کرتے تھے بلکہ اور آلات بھی مثلاً گرز اور برج متحرک وغیرہ استعمال کرتے تھے۔ گرز ایک بڑی لکڑی کا بنایا جاتا تھا جس کے سرے پر کسی جانور کا سر بنا ہوتا تھا۔ اور اُس کو آگے پیچھے مارتے تھے اِس طرح سے دیوار میں رخنہ پڑجاتا تھا۔

برج متحرک لکڑی کا ایک مرتفع برج ہوتا تھا جو پہیہ دار چھکڑے پر قایم کیا جاتا تھا۔ اِس کی بلندی قلعہ کی دیواروں کی بلندی سے زیادہ ہوتی تھی۔ اُس میں بہادر اور جنگجو آدمی بیٹھ جاتے تھے چند اور لوگ اُس کو محصور شہر تک ڈھکیل کر لے جاتے تھے۔ یہ لوگ برج سے مدافعت کرنے والوں پر تیر اور پتھر پھینکتے تھے۔

ہر سال فصلِ بہار میں آشور کا بادشاہ اپنی فوج کو جمع کرنے کا حکم دیتا اور اُسے اپنے ہمراہ لے کر کسی ملک پر حملہ کر کے اُسے غارت کرتا تھا۔ اگرچہ اُن ممالک کے لوگ بھی اپنی حفاظت اور اپنے غنیم کا مقابلہ خوب کرتے تھے لیکن چونکہ آشوریوں کی فوج نہایت مہذب اور باقاعدہ تھی اس لیئے وہ اکثر فتح پا جاتے تھے۔ لڑائی تمام ہونے کے بعد مقتولوں کے سر بدن سے الگ کر دیتے اور قیدیوں کو زنجیروں میں باندھ لیتے بلکہ اکثر کو قتل کر ڈالتے تھے۔



آشوریوں کا مقتولوں کے سر شمار کرنا

اُس کے بعد دار السلطنت کا محاصرہ کر کے اُس پر قبضہ کر لیتے تھے اور وہاں معبدوں کے مجسمے اور ظروف اور محلوں کے لباس اور فرش وغیرہ کے اقسام سے جو کچھ ملتا سب غارت کر کے شہر میں آگ لگا دیتے تھے اِس طرح اُس ملک کو ویران و خراب کر دینے کے بعد واپس

ہوتے تھے۔

آشور کا بادشاہ اور اُس کا لشکر مفتوحہ ممالک کے عملہ کے آدمیوں، جنگی قیدیوں، عورتوں مردوں، جوان لڑکوں اور لڑکیوں کو گرفتار کرکے اپنے ساتھ آشور میں لے آتا تھا۔ گائے بکریوں کے گلّے گاڑیاں اونٹ اسباب لباس کپڑے اور غلّہ اور میوے تھیلے بھی لوٹ کے مال میں شمار ہوتے تھے۔ جب آشوری اپنے ملک میں پہونچتے تھے تو مالِ غنیمت اور قیدیوں کو بادشاہ اور لشکری سب آپسمیں تقسیم کرلیتے تھے۔

فوج کا سردار اکثر بادشاہ ہوتا تھا جو لڑائی اور شکار میں بہت مہارت رکھتا تھا۔ لڑائی کے وقت گاڑی پر سوار ہوکر تیر اندازی کرتا تھا۔ اور امن کا زمانہ اپنے قصرِ سلطنت میں بسر کرتا تھا۔ بادشاہ کا لباس بہت قیمتی اور سنہرے کام کا ہوتا تھا۔ وہ ایک چھوٹا سا کوٹ پہنتا تھا۔ اُس کی ٹوپی اکلیل یا نوک دار تاج تھی۔ بازوبند گلوبند اور گوشوارے بھی پہنتا تھا۔ دو خادم اُس کے ساتھ رہتے تھے۔ ایک چتر بردار اور دوسرا پنکھا جھلنے والا۔

بادشاہ مطلق خود مختار ہوتا تھا اور اُسے رعایا کا چرواہا کہتے تھے۔ وہ اسی طرح اپنے بادشاہ کی اطاعت کرتے تھے جیسے بکری چرواہے کی۔ آشوریوں کے خیال میں خداوند آشور نے اُسے بادشاہ کرکے اور سلطنت کا حکمراں قرار دے کر یہ خواہش کی ہے کہ وہ دوسرے ممالک کے بادشاہوں پر اپنا اقتدار جمائے۔ لہذا ہمسایہ بادشاہ مجبور تھے کہ نینوا میں آکر آشوری بادشاہ کے پاؤں پر گریں اُسے سجدہ کریں اور اپنے کو اُس کی رعایا سمجھیں اور سونا چاندی قیمتی کپڑے اُس کے لئے تحفتہً لائیں۔ جو بادشاہ یہ نہ کرتا تھا وہ باغی سمجھا جاتا تھا۔ اُسے گرفتار کرکے اُس کی زندہ کھال کھینچتے تھے یا سولی پر چڑھادیتے تھے یا لکڑی اُس کے بدن میں داخل کرتے تھے۔

آسور نا ذیر پال میں پہلے ذکر کرچکا ہوں کہ تگلات فالازار کے جانشینوں نے

اُس کے فتوحات کو ہاتھ سے کھو دیا تھا اور آشوری سلطنت کی وہ وسعت باقی نہیں رہی تھی۔ چنانچہ
ایک مدت تک یہی تنزل پذیر حالت رہی۔ یہاں تک کہ کچھ کچھ اُس ملک کے بادشاہوں کو پھر اپنے
مقبوضات کی وسعت کا خیال پیدا ہوا اور اُنھوں نے قرب و جوار کے ممالک میں دست اندازی
شروع کی۔ نویں صدی قبل مسیح کے آغاز میں آسورنازیربال (Assurnazir-
pal) نامی بادشاہ ہوا۔ اور ۸۸۰؁ قبل مسیح میں اُس نے فتوحات شروع کیں۔ جو تحریر
اُس نے خود لکھی ہے اُس سے پایا جاتا ہے کہ وہ اپنی فوج اور گاڑیاں لیکر دجلہ سے اوپر کی طرف
گیا اور آرمینیا کے پہاڑوں تک جا پہونچا وہاں کے باشندوں نے پہاڑوں کی اُن چوٹیوں پر
پناہ لی جو خنجر کی طرح تیز تھیں۔ اور فقط پرند اُن تک پہونچ سکتے تھے۔ آشوریوں نے وہیں پہنچکر
اُن کے دو سو آدمیوں کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ اور اُن کے گلّے اپنے ساتھ لیے۔" اُن کی
نعشیں درختوں کے پتوں کے مانند پہاڑ پر جا بجا پھیلی پڑی تھیں۔ اُن اطراف کے رہنے والوں نے
اس واقعہ سے خوف زدہ ہو کر بادشاہ کے حضور میں آ آ اُسے سجدہ کیا اور بہت سے گھوڑے
گائیں بکریاں اُس کی نذر میں پیش کیں۔ اِس کے بعد آشوری فوجوں نے تقریباً دس شہر اُدہر
فتح کر کے غارت کر دئیے۔ ایک قلعہ کے لوگوں نے البتہ اُن کا مقابلہ کیا مگر آشوریوں نے اُسے
بھی فتح کر لیا بادشاہ نے اُس قلعہ کے تمام جنگجو آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور اُن کے سر کٹوا کر نعشوں
کو سولی پر لٹکا دیا اور اُس قوم کے سردار کو قید کر کے اَربل (Arbeles) میں لایا۔
اَربل میں اُس کی کھال کھچوا کر دیوار پر لٹکوائی۔

آسورنازیربال نے اِن مفتوحہ ممالک میں سے ایک شہر اپنے نام پر آباد کیا اور اُس کے
دروازہ پر اپنا ایک مجسمہ اور کتبہ نصب کرایا۔

مگر اُس نے انھیں فتوحات پر قناعت نہ کی بلکہ موسم گرما میں وہ پھر حملہ آور ہوا اور بہت گاؤں
فتح کر کے جلا دیئے اُس کے بعد اُسے اطلاع ملی کہ بین النہرین میں ایک جماعت باغی ہو گئی ہے اور
اپنے حاکم کو قتل کر کے احیاباب کو اپنا بادشاہ مقرر کر لیا ہے۔ آسورنازیربال نے فوراً لشکر لیکر اُدھر کا

کچھ کیا وہ لوگ نہایت خوف زدہ ہوکر اُس کے پاؤں پر آگر گر پڑے اور رحم کی استدعا کی۔



آسور ناز یر بال کا مجسمہ

بادشاہِ آشور نے خود اس واقعہ کو نقل کیا ہی۔ وہ کہتا ہی:۔

"میں نے اُن آدمیوں میں سے نصف کو قتل کر ڈالا۔ اور نصف کو غلاموں کی طرح اپنے ساتھ لے گیا۔ شہر کے باہر ایک ہرم بنوایا اور بعض باغی سرداروں کی کھالیں کھچوا کر اُس ہرم پر لٹکوائیں۔ بہت سے لوگوں کو دیوار میں چنوایا اور بہت سے لوگوں کے بدن میں لکڑی داخل کرائی۔ بہت سے باغیوں کو اپنے سامنے بلوا کر اُن کی کھالیں کھچوا دیں اور دیواروں پر لٹکوائیں۔ احیا باب کو بھی نینوا میں لے آیا۔ اور وہاں اُس کی کھال کھچوا کر شہر پناہ

پر لٹکوائی ہے "

اس کے بعد آشوری فوجیں واپس آئیں۔ غلاموں اور جانوروں کے گلے اور بے شمار مالِ غنیمت سے بھری ہوئی گاڑیاں اپنے ساتھ لائیں۔ بادشاہ نے اپنے مکان میں اپنا ایک بہت بڑا مجسمہ نصب کرایا۔

ایک بادشاہ نے آسورنازیربال کے دربار میں آکر اظہار اطاعت کیا اور بہت بڑی مقدار سونے چاندی کی پیش کی اور اپنے لڑکے کو دربار شاہی میں بطور ارغوال کے چھوڑ گیا۔

اُسی زمانہ میں جب وہ لڑائیوں سے فارغ ہو کر آرام میں مصروف تھا اُس نے سنا کہ آشوری حکام میں سے ایک شخص نے دجلہ کے کوہستان میں خود مختاری کا دعویٰ کیا ہے اس لئے وہاں حملہ کیا اور باغی کا قلعہ فتح کر کے ایک گروہ کو قید کیا اُس میں سے اکثروں کو قتل کر ڈالا اور بہت سے لوگوں کی آنکھیں نکلوالیں اور ناک کان کٹوا ڈالے۔ حاکم کی زندہ کھال کھچوائی اور اُس کے شہر کو برباد کر دیا۔ پھر وہاں ایک ہرم بنوا کر اُس پر اپنا مجسمہ نصب کرایا۔

آسورنازیربال نے اپنی سلطنت کے پہلے سال میں یہ کام کئے لیکن اُس کے بعد بھی وہ نچلا نہ بیٹھا چنانچہ دوسری سال زاگرس (Zagros) (کردستان اور لرستان کے پہاڑ) کے پہاڑی آدمیوں سے لڑائی لڑی۔ تیسری سال ارمینیا پر حملہ کیا۔ چوتھی سال دجلہ کے بالائی حصّہ تک گیا۔ آسورنازیربال خود ایک مستحکم شہر کی فتح کے واقعات (جو ایک پہاڑ پر واقع تھا) لکھتا ہے:-

" میں نے اپنے خداوند آشور کی مدد سے شہر پر یورش کی اور دو دن تک اُس کے شرق کا محاصرہ کیئے رہا۔ تیر جو رایاں نامی دیوتا برساتا ہے دشمن پر اولوں کی طرح برستے رہے۔ آخر میرے سپاہی عقاب کی طرح شہر پر چھا گئے اور اُسے لے لیا۔ آٹھ سو آدمی کو قتل کر کے اُن کے سر کاٹ ڈالے۔ اُن کی نعشوں سے ایک ہرم بنوایا۔ سات سو آدمیوں کو سولی دیدی۔ اور اُس شہر کو تباہ و برباد کر دیا "

آسورنا زیربال نے ایک اور شہر کے دوسو آدمیوں کو قید کرکے اُن کے ہاتھ کٹوا ڈالے پھر اِس بادشاہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ایک نیا دارالسلطنت اُس مقام پر جہاں دریائے زاب کبیر دجلہ میں گرتا ہی بنوائے۔ دجلہ اور زاب کبیر کے درمیان ایک قلعہ موسوم بہ کالاک (Kalak) تھا اِس غرض کے لیئے اُسے برباد کرکے بجائے اُس کے ایک نیا شہر آباد کیا۔ یہ شہر ایک مدّت تک شاہانِ آشور کا پایہ تخت رہا اِس شہر میں ایک بہت اونچا محل بنوایا جس کی بلندی دریائے دجلہ کی طرف سے اور بھی زیادہ تھی۔ یہ محل اور وہ ہرم جو ایک معبد کے متصل اُس نے بنوایا تھا تمام شہر سے بلند تھا۔ غروب آفتاب کے وقت جب شفق کے رنگ کالاک کے مشرقی حصّہ پر پڑتے تھے تو وہ گویا پریوں کا ایک شہر معلوم ہوتا تھا۔ اس عمارت میں بادشاہ نے اپنا ایک مجسمہ نصب کرایا۔ اِس کے ایک ہاتھ میں عصائے سلطنت اور دوسرے ہاتھ میں ایک گرز ہی اور سینہ پر حسب ذیل کتبہ ہی۔

"آسورنا زیربال عظیم الشان بادشاہ، قدرت والا بادشاہ، فوجوں کا بادشاہ اور آشور کا بادشاہ ہی۔ دجلہ کے کنارے سے لبنان تک کی سرزمین اُس کے قبضہ میں ہی۔ سمندر اور تمام ممالک جو آفتاب کے طلوع ہونے کی جگہ سے اُس کے غروب ہونے کے مقام تک پھیلے ہوئے ہیں سب اُس کی اطاعت کرتے ہیں"

آسورنا زیربال نے ۲۵ سال تک سلطنت کی۔ مذکورہ بالا واقعات کے علاوہ اُس نے اور بہت سی لڑائیاں لڑیں اور ملکِ شام کا شمالی حصّہ فتح کیا۔

آسورنا زیربال کا لڑکا سالمانازار سیوم (Salmanasar) پانچ سال تک سرکش قبیلوں کو مطیع کرنے کے بعد شاہانِ دمشق اور قوم بنی اسرائیل کے ساتھ معرکہ آرائی پر متوجہ ہوا۔ سوریہ میں اُس نے بڑی فتح حاصل کی۔ دمشق کو وہ فتح نہ کرسکا مگر وہاں کے تمام درخت کٹوا ڈالے۔ صور و صید کے بادشاہوں اور بنی اسرائیل کے بادشاہ نے خوف زدہ ہوکر اُس کی اطاعت کرلی۔ اور سونے چاندی کے برتن وغیرہ اُس کی نذر کے لیئے بھیجے

سالمانازار نے بابل اور کلدہ کو بھی فتح کیا اور اپنی فتح کی یادگار میں ایک عمارت بنوائی جو آبُرج نمرود کے نام سے مشہور ہے۔ اُس میں اپنی فتوحات کی تصویریں اس طرح بنوائیں کہ مغلوب سلاطین اُس کے پاؤں پر گر کے اُسے سجدہ کر رہے ہیں اور بادشاہ کے پیچھے خدمت گار کھڑے ہیں جو مالِ غنیمت لیئے ہوئے ہیں اور اونٹ گھوڑے ہاتھی اور بندر ہمراہ ہیں۔ اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ نے ۳۱ لڑائیاں فتح کی ہیں۔

سارگن شاہانِ آشور سو برس تک دریا دجلہ سے لیکر اُدھر بحرِ احمر تک اپنی فتوحات کو وسیع کرتے رہے مگر اُس کے بعد جو ممالک کہ مُطیع ہو گئے تھے وہ تمام باغی ہو گئے۔ ۷۴۵ قبل مسیح میں تگلات فالازار دوم تختِ سلطنت پر متمکن ہوا اُس نے آشوریوں کی حکومت پھر قایم کی۔ وہ پندرہ برس تک لڑتا رہا اُس نے بابل۔ دمشق کلدہ اور سوریہ کو فتح کر لیا ہزاروں قیدیوں کو گرفتار کر کے اُن سے کالاک میں ایک عالیشان محل بنوانے کا کام لیا اور وہاں ایک کتبہ اس مضمون کا کھدوایا:-

"میں نے قبیلوں کو مُطیع کیا پہاڑ اور جنگل کے رہنے والے لوگوں پر غلبہ حاصل کیا بادشاہوں کو سرنگوں کیا اور اُن کی جگہ اپنی طرف سے حاکم مقرر کیئے۔"

اِس فاتح کا لڑکا سالمانازار چہارم اپنی سلطنت کے پانچویں سال میں مر گیا جب کہ اُس کی فوجیں بنی اسرائیل کے پایہ تخت شہرِ سامار ی کا محاصرہ کیئے ہوئے تھیں۔ سالمانازار چہارم کی فوج نے سارگن کو جو تمام فوج کا سردار تھا اپنا بادشاہ بنا لیا۔ (۷۲۲ قبل مسیح) ساماری تین برس کے محاصرہ کے بعد فتح ہوا۔ آشوری سپاہیوں نے اُس کو غارت کر دیا سارگن نے مالِ غنیمت میں سے ۵۰ جنگی گاڑیاں اپنے لیئے رکھ لیں اور باقی تمام مال سپاہیوں میں تقسیم کر دیا وہ اُس شہر کے ۲۷ ہزار دو سو اسّی آدمی گرفتار کر کے اپنے ساتھ لایا بعض کو کالاک میں اور بعض کو بابل کے قریب رہنے کی اجازت دی کلدہ شوش اور عرب کے لوگوں کو جنھیں وہ زبردستی اُن کے وطنوں سے نکال لایا تھا بجائے ساماری کے لوگوں کے وہاں آباد کیا۔ پھر بادشاہِ شوش

ہمبانیگاس (Humbanigas) کے مقابلہ کے لیئے روانہ ہوا۔ جس نے سارگن کے خلاف علم بغاوت بلند کرکے بابل پر حملہ کیا تھا۔ چنانچہ سارگن نے اُس کو شکست دی



سارگن اور اُس کے وزیر اعظم

اُس زمانہ میں سوریہ کے ایک حصّہ کے لوگ بادشاہ حماۃ کی سرپرستی میں باغی ہو گئے اُنھیں اطمینان و یقین تھا کہ مصری فوجیں اُن کی مدد کے لیئے آرہی ہیں لیکن مصریوں کے پہونچنے سے پہلے سارگن صوریہ میں پہونچ گیا۔ اور بادشاہ حماۃ کو گھیر کر قید کرلیا اور اُس کی زندہ کھال کھچوالی۔ پھر سابا کن نامی بادشاہ مصر کے مقابلہ کو روانہ ہوا۔ سابا کن نے چاہا تھا کہ اپنی فوجیں بادشاہ گازا کی فوجوں سے متفق کرکے سارگن پر حملہ آور ہو۔ مگر اس سے قبل سارگن مقام رافیامین دشمن پر غالب ہوا۔ اُس نے بادشاہ گازا کو معہ اُس کے خاندان کے قید کرکے آشور میں بھیجدیا اور شہر پر قبضہ کرکے اُسے جلا ڈالا۔ بیس ہزار تینتیس آدمی گازا کے قید کیئے۔ پھر عرب کے رئیسوں کی تنبیہ کے لیئے روانہ ہوا جنھوں نے اُس سے مقابلہ

کیا تھا۔ ۲۰۰ گاڑیاں اُن سے وصول کیں اور سات ہزار آدمی قتل کرکے اور اپنا ایک نائب وہاں مامور کرکے واپس آیا۔

ملک آشور کے شمال میں آرمینیا کے پہاڑوں پر ایک مقتدر بادشاہ تھا جس کا نام اُدرسا (Ursa) تھا۔ اُس کے پاس فوجی اور جنگی گاڑیاں بہت تھیں اور سارگن آشوری بادشاہ کی رعایا کے ساتھ سازش کرکے اُنھیں شورش پر آمادہ کیا۔ سارگن باغیوں کی طرف روانہ ہوا۔ اور اُن کے دو شہر فتح کرکے جلا ڈالے اور وہاں کے باشندوں کو قید کرکے ملک سوریہ میں لے آیا۔ جب سارگن مجبوراً دوسری طرف روانہ ہوا اور دو برس تک شمال کی طرف نہ آسکا تو اِس مدت میں بادشاہ مذکور نے سوریہ میں تاخت و تاراج شروع کی اور شہر کارکیمش (Karkemish) کو برباد کردیا۔ بادشاہِ مصر اور عرب کی ملکہ نے اونٹ، عود، کتّے اور چاندی ہدیتاً بھیجی۔

آرمینیا میں سارگن کا ایک باوفا دوست آزا (Aza) نام داں (Van) کا بادشاہ تھا اور سا اور اُس کے شریک حکمرانوں نے متفق ہوکر اُسے مار ڈالا اور اُس کی نعش درندوں کے سامنے کوہستان میں ڈلوا دی۔

سارگن نے جب یہ سُنا تو فوراً کوہستان کی طرف روانہ ہوا اور اُن حکمرانوں میں سے ایک کو گرفتار کرکے اُسی جگہ جہاں آزا مارا گیا تھا اُس کی کھال کھچوائی۔ اور آزا کے بھائی اولوزون (Ullusun) کو وہاں کا بادشاہ کردیا۔ مگر جونہی سارگن چلا گیا اور ایک فتنہ کے فرو کرنے پر متوجّہ ہوا تو اولوزون نے دوسرے رئیسوں کے ساتھ متفق ہوکر بغاوت کی۔ اس خبر کو سُن کر آشوری ٹڈی دَل فوجیں اُمنڈ پڑیں اور پلٹ کر اُس ملک کو فتح کرکے برباد کردیا۔ اولوزون مغلوب ہوکر سارگن کے پاؤں پر گر پڑا سارگن نے اُس کا قصور معاف کردیا لیکن اُس ملک کے قریب رہنے والے لوگوں کو گرفتار کرکے لے گیا پھر شمال و مشرق کی طرف روانہ ہوا تاکہ بدکے باغیوں کی سرکوبی کرے۔ چنانچہ اُن کے رئیس

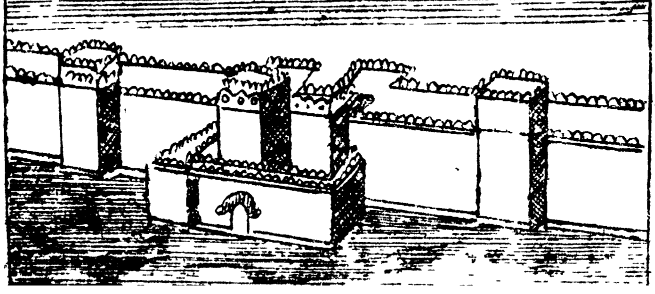
کو بھی گرفتار کرکے شہروں کو برباد کر دیا اور چار ہزار آٹھ سو بیس آدمی قید کرکے انھیں سوتر کی طرف روانہ کر دیا۔

سارگن پھر دوسری بار آرمینیا میں گیا اس دفعہ اورسا بالکل مغلوب ہو گیا۔ اور اُس کی تمام فوج اور کل خاندان کے آدمی گرفتار کئے گئے۔ اور یہ سب ملک اور شہر برباد ہو کر آگ کی نذر ہو گئے۔ دوسرے بادشاہ نے اورسا کو پناہ دی سارگن نے اُس کے ملک پر بھی حملہ کرکے دارالسلطنت کو فتح کرکے برباد کر ڈالا۔ اور بیس ہزار ایک سو آدمی وہاں سے قید کیے۔ اور اُس شہر کے خداوند کا مجسمہ معہ بیحد مالِ غنیمت اور چھ سو بیس خچروں کے لے گیا اور رسا نے جب یہ دیکھا تو مایوس ہو کر خودکشی کر لی۔

مِد کے لوگوں نے دوبارہ بغاوت کی سارگن پھر اُن کی سرکوبی کو گیا۔ اور اُن کو اطاعت پر مجبور کیا۔ مِد کے بینتالیس رئیسوں نے آشوری بادشاہ کو اپنا خداوند تسلیم کیا۔ مویشیوں اور گھوڑوں کے گلے خراج کے طور پر دیئے۔ اِس کے بعد سارگن مغرب کی طرف ایشیائے کوچک کی سرحد پر پہونچا وہاں کا بادشاہ شاہانِ آشور کا تابع تھا۔ اُس کے لڑکے نے اُسے سلطنت سے معزول کر دیا تھا۔ سارگن نے اُس غاصب کو قید کرکے اُس کی جگہ دوسرا بادشاہ مقرر کیا گیا پھر وہاں سے جنوب کی طرف فلسطین (Philistens) کے ملک میں گیا اُنھوں نے خراج دینے سے انکار کیا تھا۔ اور اپنے بادشاہ کو نکالکر ایک غاصب کو تخت نشیں کر دیا تھا اور اپنے شہر کے گرد گہری گہری خندقیں کھود کر پانی سے بھر دی تھیں جب آشوری لشکر وہاں پہونچا تو غاصب مصر کی طرف بھاگ گیا۔ سارگن نے شہر پر قبضہ کرکے وہاں کے باشندوں کو قید کر لیا اور اُن کی جگہ اُن لوگوں کو جنھیں وہ مشرق سے پکڑ لایا تھا مقیم کر دیا۔

جزیرہ قبرس کے بادشاہوں نے خود بخود سارگن کو خراج بھیجا۔ کلدہ کے بادشاہ نے بارہ برس سے خراج بھیجنے میں تامل کیا تھا اور اس فکر میں مبتلا تھا کہ کسی طرح آدمیوں کو

آشوریوں کے قبضہ سے چھوڑائے اس لئے اُس نے شوش کے بادشاہ کے ساتھ اتفاق کرلیا شوش کے بادشاہ نے شاہِ کلدہ کی امداد کے لئے اپنی فوجیں بھیجدیں سارگن نے دجلہ سے اُتر کر شوش پر تاخت وتاراج شروع کی شوش کی فوجیں یہ سن کر اپنے ملک کی طرف واپس آئیں۔ سارگن نے کلدانیوں پر حملہ کردیا بابل نے مقابلہ کی جرأت نہ کی اور سارگن بے لڑائی کے شہر میں داخل ہوگیا۔ اور وہاں کے خداوندوں کے لئے قربانی کرکے اپنے کو بابل کا بادشاہ قرار دیا۔ کلدہ کا بادشاہ شہر دوریاکن میں دریا کے قریب قلعہ نشین تھا اُس نے دریا کے بند توڑواکر اُن کا پانی جنگلوں میں بہادیا تھا۔ آخر اس شہر کے سامنے لڑائی ہوئی۔ کلدانی فوج اور اُن کا بادشاہ بھاگ گیا اور اپنا سونے کا تخت رواں۔ سونے کا تخت سلطنت۔ سونے کا عصا۔ سونے کا اور سامان اور چاندی کی گاڑیاں یہیں چھوڑ کر خود قلعہ دوریاکن میں پناہ لی۔ سارگن نے حملہ کرکے قلعہ لے لیا اور بادشاہ معہ اپنے بیوی بچوں اور خزانہ و خدمتگاران محل اور تمام باشندوں کے گرفتار ہوگیا۔ اس کے بعد سارگن نے شہر میں آگ لگادی۔ اور شہر پناہ کو توڑوا ڈالا۔ جب آشور کا بادشاہ سب ملکوں پر قابض ہوگیا تو اُس نے چاہا کہ ایک شہر سب سے الگ اپنے نام پر تعمیر کرائے۔ اس لئے نینوا سے پندرہ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ایک چھوٹے سے دریا کے کنارے غیر آباد جگہ انتخاب کرکے وہاں ایک شہر بنام دور ساریوگن Dur-Sarguken (



قصر سارگون کا دروازہ

یعنی قلعہ سارگن تعمیر کرایا۔ اس شہر کے راستے عمدہ اور شہر پناہ مضبوط تھی۔ شہر پناہ کے کنارے مغرب کی طرف ایک بلند مسطح سطح بنائی۔ جس کی وسعت ایک ہزار میٹر مربع تھی اس کے بنانے میں دو کروڑ تین لاکھ میٹر مکعب مٹی صرف ہوئی جو قیدیوں کے ذریعہ سے ڈھلوائی گئی تھی۔

اس بلندی پر قصر سارگن بنایا گیا جس میں دو سو سے زیادہ کمرے تھے اور اس کی چھتوں کی کڑیاں ارز سرو بستہ اور آبنوس کی لکڑی سے بنائی گئی تھیں۔ محل کے دروازوں کے دونوں جانب بڑے بڑے مجسمے گائے کے نصب کئے گئے جن کا سر آدمی کا تھا اور دیواریں میناکار اینٹوں اور مرمری نقوش سے مزین تھیں۔ جن میں سارگن کی لڑائیوں کے نقشے اور تصویریں تھیں۔ اور فتوحات کی تفصیل بطور کتبے کے درج تھی۔

سارگن ۷۰۶ قبل مسیح میں اپنا تمام دربار خزانہ اور بت جن کو وہ خدا سمجھتا تھا اس نئے پایۂ تخت میں لے گیا اور وہاں ایک سال رہنے کے بعد وہیں مار ڈالا گیا۔

سناخریب اور آسارہاؤون | سارگن کا بیٹا سناخریب جو اُس وقت باپ کی جانب سے بابل کا حاکم تھا آشور میں آکر بادشاہ ہوا لیکن شاہ آشور کے تمام باجگذار بادشاہ سارگن کے مرنے کی خبر سُن کر باغی ہو گئے۔ سناخریب پھر اُنھیں مطیع کرنے پر مجبور ہوا چنانچہ دو سال اس میں صرف ہوئے۔ پھر وہ شاہ کردونیا (Kardunias) پر جو کلدہ پر قابض ہو گیا تھا حملہ آور ہوا۔ بابل سے چند کیلومیٹر کے فاصلہ پر بڑی زبردست لڑائی ہوئی آخر شاہ کردونیا اپنے گاڑیاں گھوڑے اور اونٹ سب چھوڑ چھاڑ کر دلدلی علاقہ کی طرف بھاگا۔ اور پہاڑ کی گھاٹیوں میں پناہ لی۔ سناخریب نے بابل میں پہنچکر شاہی خزانہ پر قبضہ کر لیا اور شاہ کردونیا کی بیویوں درباری اُمرا اور سپاہیوں غرض سب کو قید کر لیا۔ پھر اُس نے ۷۹ قلعے اور آٹھ سو اٹھائیس گانوں فتح کرکے ان کے باشندوں کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ بابل کے ایک نجومی کے لڑکے کو جس نے دربار

میں پرورش و تربیت پائی تھی بابل کا حاکم بنا دیا۔ واپسی کے وقت ساحلِ فرات سے
گزرتے ہوئے دو ہزار آٹھ سو زن و مرد قیدیوں اور سات ہزار پانسو گھوڑوں پانچ ہزار
تین سو تیس اونٹوں اور ستر ہزار گایوں اور دس ہزار آٹھ لاکھ بکریوں کو ہمراہ لے
نینوا میں داخل ہوا۔



سناخریب لشکر کشی کے وقت

اب سوریہ کی نوبت آئی اس ملک کے بادشاہوں نے بھی خراج دینے سے انکار
کیا تھا۔ اور مصر کے بادشاہ کے ساتھ مل گئے تھے۔ سناخریب کوہستان سے گزر کر تا نک
سوریہ میں پہنچ گیا اکثر بادشاہ بھاگ گئے۔ عسقلان کا بادشاہ مقابلہ کے لئے نکلا مگر
اپنے اہل و عیال اور خاندان سمیت گرفتار ہوا آشوری اس کو آشور میں لے آئے۔
نشیبی مصر کے بادشاہوں نے بڑھکر آشوریوں پر حملہ کیا مگر انھوں نے بھی شکست
کھائی۔ یہودا برباد ہو گیا اور دو لاکھ آدمی قید ہوئے۔ پھر سناخریب نے سرزمینِ مصر کی
طرف قدم بڑھایا۔ شاہِ ایتوپی اپنی فوجوں کو لے کر یہاں آگیا تھا مگر جیسا کہ تاریخ مصر

میں مذکور ہے آشوری فوجوں میں بیماری پھیل گئی تھی لہٰذا سناخریب بغیر لڑائی واپس چلا آیا کلدانیوں نے پھر بغاوت کی سناخریب ناگہانی طور پر بابل کی طرف بڑھا۔ اور بغیر لڑائی کے اُس ملک میں پہنچکر دریا کے ساحلی ملک کو فتح کرلیا۔ بادشاہ بیت یاکن (Bityakın) اُن بتوں کو جنھیں وہ اپنا معبود سمجھتا تھا لے کر کشتی کے ذریعہ سے بھاگ گیا لیکن اُس کا سارا خاندان گرفتار رہوا۔ آشوریوں نے بیت یاکن کے شہروں کو برباد کردیا اور وہاں کے معززلوگوں کو گرفتار کرلیا۔ سناخریب نے اپنے بڑے لڑکے کو کلدہ کی سلطنت دیدی بیت یاکن کے لوگ جو بھاگ گئے تھے۔ اُنھوں نے شوش میں پناہ لی اور پھر دوبارہ آمادۂ جنگ ہوئے۔ سناخریب نے فنیقیہ سے ایک کپتان ملاح کو لاکر اُس کی نگرانی میں نینوا کی قریب کشتیوں کا ایک دستہ مرتب کرایا۔ اور پانچ دن میں دجلہ کو طے کرکے سمندر کے قریب پہنچ گیا۔ اوّل سمندر کے دیوتاؤں کے لئے قربانی کی پھر بطور نذر کے سونے کی چھوٹی کشتیاں اور مچھلیاں سمندر میں ڈالیں اُس کے بعد شوش میں پہنچکر اس حکومت کے بہت سے شہروں کو منہدم کردیا۔ اور وہاں کے باشندوں کو گرفتار کرکے کشتیوں پر اپنے ساتھ لے آیا۔ اس عرصہ میں بابل والوں نے بغاوت کی سناخریب نے واپس جاکر باغیوں کے سردار کو گرفتار کرکے آشور میں بھیجدیا۔ فصل بہار میں پھر دوبارہ شوش پر حملہ کیا اور اس سرزمین کے چونتیس قلعوں کو فتح کرکے ان قلعوں کے باشندوں کو اپنے ساتھ لے گیا اور جن لوگوں کو وہ مغرب سے لایا تھا اُنھیں وہاں آباد کیا لیکن جو باغی بادشاہ بابل سے بھاگ گیا تھا اُس نے پھر پلٹ کہ تخت پر قبضہ کیا اور بڑے معبد کے خزانوں پر متصرف ہوکر شوش کے بادشاہ سے مدد کی درخواست کی۔ چنانچہ کلدانیوں اور شوشیوں نے مل کر سناخریب سے جنگ کی مگر مغلوب ہوئے۔ سناخریب خود اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے۔

"ہمارے گھوڑوں کے زین اور لڑنے کے ہتیار دشمنوں کے خون میں ایسے ہوگئے

تھے جیسے دریا میں تیرتے ہوں۔ فوجی گاڑیوں نے نعشوں کو کچل ڈالا تھا اور میں نے فتح کی نشانی کے لئے مُردوں کی اُنگلیاں کٹوا دیں اور جن لوگوں کو میں نے زندہ گرفتار کیا سیاستاً اُن کے ہاتھ کٹوا دیئے۔"

سناخریب نے فتح کے بعد بابل سے انتقام لیا۔ شہر کو جلا ڈالا۔ شہر پناہ اور معبدوں کو گرا کر اُن کے ملبہ کو دریائے فرات میں ڈلوا دیا۔ پھر آشور میں واپس آ کر شہر نینوا کی توسیع اور نہروں کے کھودنے اور ایک عالی شان محل کے تعمیر کرنے میں جنگی قیدیوں سے کام لیا اور کتبۂ ذیل کھُدوایا۔

"خُداوند آشور نے مجھکو زمین کی تمام سلطنتوں کا حاکم کر دیا۔ میرے تمام دشمن مجھسے ڈرتے ہیں۔ کسی میں یہ جرأت نہیں ہے کہ مجھسے مقابلہ کرے۔ سب کے سب میرے سامنے سے پرندوں کی طرح اُڑتے ہیں۔"

تھوڑے عرصہ کے بعد سناخریب جبکہ وہ اپنے خداوند پر قربانی چڑھا رہا تھا اپنے دو لڑکوں کے ہاتھ سے مارا گیا (۶۸۱ق م)۔

مگر آشوریوں نے قاتل لڑکوں کی اطاعت قبول نہ کی بلکہ سناخریب کے دوسرے بیٹے آسارہادون (Assarhaddon) نامی کو اُس کے باپ کا جانشین بنایا۔ اُس نے پھر بابل کو از سرِ نو تعمیر کرایا جسے سناخریب نے خراب کر دیا تھا اور خود معماروں کا لباس پہن کر اس تعمیر کی پہلی اینٹ اپنے ہاتھ سے رکھی۔ آسارہادون نے بھی شاہانِ آشوری کی طرح اپنی زندگی شمالی کوہستانیوں اور کلدانیوں اور اہلِ شام سے لڑنے میں گزاری۔ اس نے ارادہ کیا کہ عرب کے جنگلوں کو عبور کر کے ولایت افیر میں جائے۔ کیوں اُس نے سنا تھا کہ وہاں بڑے بڑے خزانے جمع ہیں چنانچہ اپنی فوجوں کو لے کر روانہ ہوا اور ایسے ملک میں پہنچا جو بالکل ویران تھا آشوریوں نے اُس زمین کا نام ارضِ عطش (پیاس کی سرزمین) رکھا۔ آسارہادون نے جب کئی روز تک پتھروں اور سانپ بچھوؤں کے سوا وہاں کچھ نہ دیکھا تو ایک پہاڑ کے دامن

میں کچھ دیر ٹھہر کر واپس چلا آیا۔ آسارہادون نے دوسرے بار سوریہ پر پھر حملہ کیا۔ اور اس مرتبہ مصر کو بھی لے لیا۔ بادشاہ ایتوپی کو شکست دے کر بھگا دیا پھر درۂ نیل سے اوپر کی طرف گیا۔ شہر طبؔ فتح کر کے پامال کیا۔ وہاں کے مجسمے اور معبدوں کی آرایش کا سامان وغیرہ آشور میں بھیجدیا۔ اس کے بعد آشوری بہادروں کو مصر کے ڈیلٹا کے قلعوں میں چھوڑ دیا اور مصر کو بیس بادشاہوں میں تقسیم کر دیا اُنھوں نے آسارہادون کو اپنا خداوند تسلیم کیا اور اُسے خراج دینا منظور کر لیا۔ آسارہادون نے اپنا لقب مصر کے بادشاہوں کا بادشاہ (شاہنشاہِ مصر) قرار دیا (۶۷۱ سنہ قبل میلاد) اور واپسی کے وقت سوریہ سے گزرا۔ اُس سرزمین میں اُن پہاڑیوں پر جو نہر الکلب کا احاطہ کئے ہوئے تھیں بادشاہِ مصر رامسس دوم نے اب سے بہت پہلے اپنی تصویر اور اپنی فتوحات کے متعلق ایک کتبہ لگایا تھا آسارہادون نے اس کتبہ کے پہلو میں اپنی تصویر بنوائی اور ایک کتبہ میں فتح مصر کی تفصیل لکھوائی۔ پھر حکم دیا کہ تمام شاہانِ سوریہ آکر بیعت و اطاعت کا عہد کریں ۲۲ بادشاہوں نے آکر اطاعت کا حلف اُٹھایا آسارہادون نے آشور واپس آکر کالاک میں ایک نیا محل بنوایا جس کے جلوخانہ میں دار شیروں (شیر ببر) کے مجسمے اور ابوالہول نصب کئے اس محل میں داخل ہونے سے پہلے ایک بڑے زینہ اور اس جلوخانہ سے گزرنا پڑتا تھا۔ اُس کا دروازہ آبنوس کا تھا۔ جس کی چوکھٹ اور کواڑوں میں لوہے ہاتھی دانت اور چاندی کے ٹکڑے جڑے ہوئے تھے۔ اُس کے ستون سرو کی لکڑی کے تھے جس پر دھاتوں کے ٹکڑے جڑے تھے۔ اور چھت ارز کی منقش لکڑی کی تھی۔

آسور بانی پال | جب آسارہادون بوڑھا اور ضعیف ہوگیا تو وہ بابل چلا گیا اور اپنے لڑکے آسور بانی پال (Assurbanipal) کو ۶۶۸ سنہ قبل مسیح میں اپنی جگہ تخت نشین کر دیا آشوری فوجوں نے پھر مصر سوریہ آرمینیا اور شوش سے لڑائی شروع کی

مصر میں آشوری فوجیں ایتوپی کے لشکر کو شکست دے کر طب تک گئیں اُس بعد آسوربانی پال واپس چلا آیا۔ لیکن اُس کی واپسی کے ساتھ ہی ایتوپی کے بادشاہ نے بھی مراجعت کی اور طب اور منفس پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ جو آشوری مصر میں رہ گئے تھے وہ مغلوب ہو کر قید ہو گئے اور آسوربانی پال کو مجبوراً پھر دوبارہ فتح مصر کے لئے جانا پڑا اس مرتبہ اُس نے طب کو برباد کر دیا اور جو کچھ سونا چاندی جواہرات کپڑے گھوڑے اور غلام اُس کے ہاتھ آئے سب کو لیکر آشور چلا آیا۔

دو ستون جو معبد طب کے دروازہ کے سامنے نصب تھے اور جن پر سر سے پاؤں تک نقوش کندہ تھے اُنھیں بھی وہ اپنے ساتھ لے گیا شام میں فنیقیہ کے بادشاہ جنھوں نے خود سری اختیار کی تھی اب وہ بھی مجبور ہوئے کہ اپنی بیٹیاں بادشاہ آشور کے حوالے کریں۔ آخر وہ مجبور ہو کر اپنی لڑکیوں کو نینوا لے گئے۔ لیکن مشرق کی طرف یعنی شوش اور کلدہ میں سخت لڑائیاں ہوئیں شوش کا بادشاہ تومان نامی مغلوب و گرفتار ہوا اور فوج کے سامنے اُس کا سر کاٹا گیا۔ جو مدت تک نینوا کے دروازے پر لٹکتا رہا۔ دو قاصد جو تومان نے اپنی شکست سے پہلے بادشاہ آشور کے پاس بھیجے تھے وہ بیخبری کی حالت میں نینوا میں پہنچے اور اپنے آقا کا سر کٹا ہوا دیکھ کر ایک نے خودکشی کر لی اور دوسرا گرفتار کر لیا گیا۔ شوش کے دو دیگر سرداروں کو اربل میں لے جاکر پہلے اُن کی زبان کاٹی۔ پھر زندہ کھال کھینچی پھر اُنھیں دہکتی آگ میں ڈال دیا۔ تومان کے لڑکوں کے ہونٹھ کاٹ کر اُنھیں اُن کے ملک میں واپس بھیجدیا تاکہ وہ دوسروں کے لئے موجب عبرت ہوں اور پھر بغاوت کا قصد نکریں۔

آسوربانی پال کا چھوٹا بھائی کلدہ میں بابل کا حاکم تھا۔ اُس نے بھی بغاوت کی اور جو کچھ مال واسباب معبدوں میں جمع تھا اُس سے فوج مرتب کی۔ لیکن وہ شہر بابل میں محصور کر لیا گیا۔ اُس کی فوج میں اس قدر قحط پڑا کہ لوگوں نے اپنے لڑکے لڑکیوں کا گوشت کھانا شروع کیا آخرکار وہ گرفتار ہو کر زندہ جلایا گیا۔ اُس کی فوج کے بعض آدمی بھوک سے مر گئے اور بعض نے خودکشی کر لی۔ جو لوگ زندہ گرفتار ہوئے وہ بھی اپنے ساتھیوں سے زیادہ خوش قسمت نہ تھے چنانچہ آسوربانی پال خود لکھتا ہے۔

اُس فوج میں جن لوگوں نے خداوند آشور کے متعلق کلمات کفر کہے تھے میں نے اُن کی زبانیں کٹوائیں اور مار ڈالا جو سپاہی زندہ گرفتار ہوئے انھیں میں نے پردار گایوں کے سامنے جن کو میرے دادا سناخریب نے بنوایا تھا اُس کے مقبرے میں لے گیا اور اُن کی کھالیں کھچوائیں اور اُن کا گوشت گیدڑوں، ہوائی پرندوں اور دریا کی مچھلیوں کو کھلا دیا اور اس طرح اپنے خداوندوں کا غصہ فرو کیا جو اُن کے اعمال قبیح سے تیز ہو گیا تھا۔

شوش کے بادشاہ نے پھر لڑائی شروع کی آشوریوں نے اُس کا ملک لے لیا اور اُس کے دارالسلطنت کو غارت کر دیا آسور بانی پال نے سلطان شوش کا سونا چاندی اور اُس کے خداوندوں کے ہیکلوں کا سامان لوٹ لیا۔ پردار شیروں اور گایوں کے مجسمے توڑ ڈالے۔ مقدس جنگلوں میں آگ لگائی قبریں کھدوا ڈالیں اور بادشاہوں کے مجسمے خراب کر دیئے۔ خاندانِ سلطنت کے لوگوں، سرداروں اور جنگجو آدمیوں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گیا چنانچہ خود آسور بانی پال کہتا ہے۔

اُس ملک میں کوئی بستی اور کھیتی اور مواشی کا گلّہ باقی نہ رہا۔ اور اُس سرزمین کو میں نے ہرنوں گورخروں اور درندوں کے لئے چھوڑ دیا۔

آسور بانی پال کے محل میں فتح شوش کی تصویریں بنی ہیں کہ قیدیوں کی کھالیں کھینچی اور آنکھیں نکالی جا رہی ہیں۔ کان اور ناخن کاٹے جا رہے ہیں۔ آسور بانی پال نے اس فتح کی خوشی میں نینوا میں جشن کیا اور گاڑی میں سوار ہو کر نکلا جس کو چار قیدی بادشاہ کھینچتے تھے۔

آشور کا یہ بادشاہ شکار بھی خوب کھیلتا تھا۔ چنانچہ وہ خود اپنی تعریف میں لکھتا ہے کہ

میں نے کئی شیر اپنے ہاتھ سے مارے اور شکار میں ایک شیر کی دُم پکڑ کر نرگال Nargal دیوتا کی مدد سے جو میری مدد کرتا ہے گرز کی ایک ضرب سے اُس کا سر توڑ ڈالا۔

آسور بانی پال کبھی گاڑی میں سوار ہو کر اور کبھی بپیدل شکار میں جایا کرتا تھا۔ اور کبھی کشتی میں بیٹھ کر جاتا تھا۔ اس بادشاہ کے پاس کئی باغ تھے جن میں درندے پالے گئے تھے۔ وہ کبھی کبھی تفریح کے طور پر اُن کی طرف تیر چلاتا تھا۔ شیر پنجرے میں بند کر کے اُس کے سامنے لا کر چھوڑ جاتے تھے۔ بادشاہی محل میں ایک تصویر اس واقعہ کی بنی ہے۔ ایک شخص پنجرے کا دروازہ

کھول رہا ہے اور شیر اُس سے باہر نکل رہا ہے۔

آسور بانی پال نے نینوا کی زینت میں بھی بہت کوشش کی اس نے سناخریب کے محل کو آراستہ کیا۔ اور کئی کمرے اضافہ کیے۔ دیواروں پر لڑائیوں کی اور شکاروں کی تصویریں بنوائیں۔ اس محل میں ایک کتب خانہ بھی دیکھا گیا ہے جس میں اوراق کی جگہ اینٹیں استعمال کی گئی ہیں ہر اینٹ پر دونوں جانب باریک خط سے لکھا گیا ہے۔ یہ اوراق (اینٹیں) شکستہ حالت میں ایک تودہ کی طرح دستیاب ہوئے تھے جو انگلستان بھیج دیئے گئے۔ اور وہاں پڑھے گئے۔ ان میں آشوری زبان کی صرف و نحو اور لغت اور ممتاز سرداروں اور شہروں کے نام درج تھے۔ نیز نجوم، ریاضی اور علم سحر کے رسالے تھے۔ جس جگہ یہ اینٹیں رکھی تھیں ان کی وسعت سو میٹر مکعب سے زیادہ تھی۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ ان اوراق کا مجموعہ پانسو جلد تھا اور ہر جلد میں پانسو صفحے تھے۔

نینوا کی تباہی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آشوریوں کا آخری معزز بادشاہ آسور بانی پال ہی تھا اُس کے بعد اُس کا لڑکا تخت نشین ہوا لیکن اُس کے واقعات مفصل معلوم نہیں ہوئے البتہ اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ اس زمانہ میں شمالی جنگلوں سے سواروں کے ایک دستہ نے آکر آشور اور ایشیائے کوچک کو کئی سال تک تاخت و تاراج کیا اُس کے بعد بابل کے حاکم نابوپلاسار (Nabupalassar) نامی بغاوت کر کے کلدان کے تخت و تاج کا مالک ہو گیا۔ مد کے بادشاہ نے بھی اس عرصہ میں اپنی سلطنت اور طاقت بہت بڑھا لی تھی۔ نابوپلاسار نے اُس سے سازش کی مد کے بادشاہ کی لڑکی کے ساتھ نابوپلاسار کے لڑکے نے شادی کر لی۔ پھر کلدانیوں اور مدیوں نے متفق ہو کر آشوریوں پر حملہ کیا اور نینوا کو چھین لیا۔ کہتے ہیں کہ جب آشوری بادشاہ نے دیکھا کہ دشمن پایۂ تخت میں داخل ہو گیا ہے تو اُس نے اپنے کو شاہی محل میں جلا ڈالا (۶۰۶ سنہ قبل مسیح)

اس بادشاہ کا صحیح نام معلوم نہیں ہوا بعضوں نے سارا کوس لکھا ہے۔ حملہ آوروں نے تمام آشوری شہروں مثلاً کالاک۔ دور۔ ساریوکن۔ آشور۔ اور نینوا میں آگ لگا دی۔ اور سب کو کچھ اس طرح برباد کر دیا کہ پھر آباد ہی نہ ہو سکے۔ فاتحین نے دجلہ کا بند نینوا کی طرف کھول دیا۔ جس سے زمین صاف ہو کر برابر ہو گئی۔ اور اُس شہر کا نشان بھی باقی نہ رہا۔ اور یہ حالت

ہو گئی کہ کوئی شخص نہیں معلوم کر سکتا تھا کہ آشور کا دار السلطنت کہاں تھا۔ ایشیا کی جو قومیں شاہان نینوا کے ہاتھ سے تکلیف میں تھیں نینوا کی خرابی پر وہ بہت خوش ہوئیں جیسا کہ یہودیوں کے ایک پیغمبر نے کہا ہے۔

نینوا کیا ہوا جو شیروں کی جگہ اور بہادروں کا مقام تھا اس خونخوار پر ظلم اور جھوٹے شہر پر افسوس ہے

آشوری قوم بھی آشوری دار السلطنت کے ساتھ معدوم ہو گئی۔ اور ملک کو فاتحین نے آپس میں تقسیم کر لیا۔ بادشاہ مدنے شمال و مشرق کی طرف دجلہ تک لے لیا۔ باقی ملک پر کالدہ کے بادشاہ نے قبضہ کر لیا۔

ساردانا پال کا افسانہ چونکہ یونانی آشوریوں کی تاریخ نہیں جانتے تھے اس لئے انھوں نے سلطنت نینوا کی تباہی کا ایک افسانہ نقل کیا ہے جو بہت مشہور ہو گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ نینوا کا بادشاہ ساردانا پال (Sardanapal) نامی اپنی ناقابلیت کی وجہ سے عورتوں کے کپڑے پہننے پر بہت مائل تھا۔ اُس کی فوج کا ایک سردار جس کا نام آرباس تھا اور جو باشندگانِ مدی میں سے تھا۔ ایک مرتبہ اتفاقاً اُس کے محل کے کمرہ میں چلا گیا۔ اور بادشاہ کو عورتوں کے لباس میں دیکھکر اُسے بادشاہ سے نفرت پیدا ہو گئی۔ اُس نے حاکم بابل سے کہا کہ بہت اچھا ہے کہ اسے سلطنت سے علیحدہ کر دیا جائے۔ حاکم بابل نے فوج کے سرداروں کے ساتھ متفق ہو کر حملہ کیا ساردانا پال نے بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا مگر شکست کھا کر بھاگ نکلا پھر دو برس تک نینوا میں مدافعت کرتا رہا آخر کار دجلہ میں طوفان آیا اور شہر پناہ کا ایک حصّہ منہدم ہو گیا ساردانا پال نے جب یہ دیکھا کہ اب مدافعت نہیں ہو سکتی تو محل پر ایک زبردست منجنیق قایم کر کے کُل سونا چاندی اور قیمتی لباس وہاں جمع کر کے معہ اپنی بیوی اور اپنے غلاموں کے آگ لگا کر جل گیا۔ یونانی اس واقعہ کا آٹھویں صدی قبل مسیح کے وسط میں پیش آنا بیان کرتے ہیں۔

تیسری فصل

سلطنت بابل

نئی سلطنت کلدہ کی بنا جس زمانہ میں آشوری کلدہ پر حکمراں تھے اس ملک میں ایک نئی قوم نمودار ہوئی جو قدیم کلدانیوں سے مختلف تھے یہ نئے کلدانی بھی آشوریوں کی طرح بڑے جنگجو تھے۔ یہودیوں کے ایک پیغمبر نے ان لوگوں کی تعریف میں کہا ہے

جدید کلدانی ایک بیرحم اور جلد باز قوم ہے۔ اس قوم کے لوگ تھوڑے عرصہ میں تمام ملک میں گشت کر لیتے ہیں تاکہ دوسروں کے مکان چھین لیں۔ اُن کے گھوڑے تیندؤں سے زیادہ چالاک اور بھیڑوں سے زیادہ تیز رو ہیں۔ جو رات کو جنگلوں میں دوڑتے ہیں۔

بابل کا ایک حاکم نابوپلاسار نامی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے آشوریوں کے بادشاہ سے باغی ہو کر کلدہ کا بادشاہ تعلیم کیا گیا۔ نینوا کی خرابی کے بعد تمام بین النہرین اور فرات کے ساحلی ممالک اُس کے قبضہ میں آ گئے۔ فنیقیہ اور سوریہ کے بادشاہوں کو بھی وہ اپنا مطیع سمجھتا تھا۔ چنانچہ جو خراج یہ لوگ سلاطین آشور کو دیتے تھے اُس کا مطالبہ اس بادشاہ نے اُن سے کیا۔ اس غرض کے لئے اپنے بیٹے کو کچھ فوجیں دے کر ان بادشاہوں کے مقابلہ میں بھیجا۔ اُس نے نہروں کی مرمت اور فرات کے بند بندھوائے۔ بابل اور کار کے بہت سے شہروں کی عمارتیں برباد ہو گئی تھیں اُن کی بابل کی شہر پناہ کو بلند کیا شاہی محل کی تجدید کی اور مرمت کرائی اسوار بانی پال کے عہد حکومت میں یہ تمام عمارتیں شکستہ اور منہدم ہو گئی تھیں۔ یہ کام ابھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچے تھے کہ نابوپلاسار عمر طبعی کو پہنچ کر بوڑھا

ہوگیا اور آخر ایک دن تمام کاموں کو ادھورا چھوڑ کر مرگیا (۶۲۵ قبل مسیح)

بنوکدنزر نابوپلاسار کا لڑکا بنوکدنزر (Nabushodanasar) جو اپنے باپ کے زمانہ ہی میں شاہی کا لقب رکھتا تھا ایک بہت مشہور بادشاہ ہوا ہے۔ اس بادشاہ نے کئی لڑائیاں سر کیں۔ مگر لڑائی کے ایام میں اُس کی توجہ مغرب ہی کی طرف مبذول رہی مصر کے بادشاہ نخاؤ نے سلطنت آشور کی تباہی دیکھکر سوریہ پر حملہ کر دیا اور اُس ملک کے چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کو مجبور کیا کہ اُس کی اطاعت کریں۔ بنوکدنزر اُس کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا دونوں میں بمقام کارکمیش جو فرات کے کنارے واقع ہے لڑائی ہوئی آخر مصریوں نے شکست کھائی اور بنوکدنزر نے ملک شام کو لے لیا اور پلوزتک جو مصر کی سرحد ہے بڑھتا ہوا چلا گیا (۶۰۵ قبل مسیح) اُسی زمانہ میں اُس کا باپ مرگیا اس لئے مجبوراً واپس چلا آیا۔

بادشاہِ مصر نے شاہانِ فلسطین اور فنیقیہ کو کلدانیوں کے خلاف اُبھارا اور بادشاہ ژودا (یہودا) سے بھی تحریک کی بنوکدنزر پھر اُس علاقہ میں پہنچ گیا اور اُس نے یہودیوں کو جبراً مطیع کیا (۵۹۸ قبل مسیح)

چند سال کے بعد آپری یس مصر کے نئے بادشاہ نے سوریہ پر دوبارہ حملہ کیا۔ یہودیوں نے بھی اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کے بغاوت کر دی بنوکدنزر پھر سوریہ میں آیا اور چونکہ وہ اس مرتبہ اس قصے کو فیصل کرنا چاہتا تھا اس لئے اُس نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا اور اُسے فتح کر کے تباہ و برباد کر ڈالا اور وہاں کے لوگوں کو قید کر کے بابل لے گیا۔ اُس کے بعد صور کے محاصرہ کی طرف متوجہ ہوا (کہتے ہیں کہ اس محاصرہ نے تیرہ سال تک طول کھینچا) مگر جب کلدہ کا بادشاہ اُسے فتح نہ کر سکا تو اُس نے وہاں کی تجارت بند کر دی اور اس طرح صور کے بادشاہ کو مجبور کیا کہ وہ اُس کی اطاعت قبول کرے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ بنوکدنزر مصر کی تسخیر کے لئے بھی آیا تھا۔ لیکن دراصل اُس نے صرف مختصر لشکر کشی پر قناعت کی تھی۔ بنوکدنزر نے اپنے کتبوں میں ان لڑائیوں کا کچھ ذکر نہیں کیا ہے لیکن ایشیا میں وہ غازی کے نام سے

مشہور ہے۔ بلکہ اکثر یونانی بطور حکایت کے کہتے تھے کہ اس بادشاہ نے اپنے لشکر کے ساتھ یورپ کا بھی سفر کیا اور جبل طارق تک پہنچ گیا تھا۔ یہودی جن کو نبوکدنزر قید کرکے لے گیا تھا وہ اُسے دُنیا کا عظیم الشان بادشاہ سمجھتے تھے مگر عداوت کی وجہ سے ظالم اور بوالہوس کہتے تھے

توریت کی تحریروں کے مطابق ایک دن نبوکدنزر نے ایک بہت بڑا مجسمہ خواب میں دیکھا جس کا سر سونے کا اور بازو اور سینہ چاندی کا اور پیٹ اور رانیں پیتل کی اور پنڈلیاں لوہے کی اور پاؤں گِل سُرخ کے تھے۔ نبوکدنزر اس مجسّمہ کی طرف دیکھ رہا تھا کہ اس اثنا میں ایک پتھر پہاڑ سے الگ ہوا اور بغیر اس کے کہ کوئی اُسے اُٹھا کر پھینکے خود بخود مجسّمہ کے پاؤں پر آ گرا جس سے مجسّمہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور وہ ٹکڑے بھی غائب ہوگئے۔ پھر اُس پتھر نے بڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ تمام دنیا اُس کے پھیلاؤ سے بھر گئی۔

نبوکدنزر نے اس خواب کی تعبیر دریافت کی مگر کوئی نہ بتلا سکا۔ البتہ دانیال پیغمبر نے اس خواب کی تعبیر بیان کی۔ توریت میں لکھا ہے۔

نبوکدنزر اپنے غرور کی وجہ سے پاگل ہوگیا۔ ایک دن وہ اپنے کوٹھے پر کھڑا ہوا تماشا دیکھتا تھا کہ اُس حالت میں اُس نے آسمان سے یہ آواز سنی کہ یہ ہی جو تجھپر ظاہر کیا گیا تھا۔ اے نبوکدنزر تیری سلطنت دوسروں کے ہاتھ میں چلی جائے گی اور تو انسانی جماعت سے بھاگ کر جنگلی جانوروں کے ساتھ بسر کرے گا اُس وقت تو یقین کریگا کہ خدا تمام سلطنتوں اور حکومتوں پر پورا اقتدار رکھتا ہے اور جسے وہ چاہتا ہے سلطنت دیتا ہے۔

نبوکدنزر دیوانہ ہوگیا اور سمجھنے لگا کہ میں مسخ ہوکر گائے کی صورت ہوگیا ہوں پھر شاہی محل سے بھاگ کر باغ میں رہنے لگا وہاں جانوروں کی طرح سے چلّاتا تھا اور گھانس کھاتا تھا چاروں ہاتھ پاؤں سے چلتا تھا اور اُس کی کثافت انتہا کو پہنچ گئی تھی جس سے لوگوں کو نفرت ہوتی۔ اُس کے بال بڑھکر عقاب کے پر سے مشابہ ہوگئے تھے اور ناخن گویا شکاری جانوروں

کے پہنچے تھے۔

لیکن سات مہینے کے بعد اُس نے صحت پائی اور یہودیوں کے خدا کی قدرت کا قائل ہوگیا (نبوکدنزر ہماری تاریخوں میں بخت نصر کے نام سے مشہور ہے اور بہت سی باتیں اُس کے متعلق بیان کی گئی ہیں۔

بابل نبوکدنزر زیادہ تر بابل کے شہروں کے استحکام اور زینت کی طرف مائل رہا۔ اُس نے بابل کو دُنیا کا عظیم الشان شہر اور ایشیا کی ملکہ یا بالفاظ دیگر 'عروس البلاد' بنا دیا تھا۔ ہیرڈوٹس جس نے اُسے ایک سو پچاس برس بعد دیکھا ہی کہتا ہے کہ بابل کے ساتھ کسی شہر کو کوئی نسبت نہیں۔ بابل فرات کے دونوں طرف بنایا گیا تھا اور اُس کے گرد دو فصیلیں تھیں ایک بڑی فصیل جو تمام شہر کے گرد تھی یہ مربع تھی اور اس کی ہر سمت پندرہ کیلومیٹر لمبی تھی اس دیوار کے چاروں طرف ایک گہری اور چوڑی خندق تھی جس کی وجہ سے کوئی دشمن دیوار تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ جو مٹی خندق گھودنے سے نکلی تھی اُس سے اینٹیں تیار کرکے ان اینٹوں سے شہر پناہ کی تعمیر کی تھی اور گارے کے عوض رال پکا کر کام میں لائی گئی تھی۔ ان اینٹوں کو درجہ بدرجہ رکھتے تھے اور ہر تین ۳ درجے کے درمیان بانس کا ایک مُٹھا لپیٹ کر رکھتے تھے۔ جو حصار اس طرح بنایا گیا تھا وہ پچانوے میٹر بلند تھا۔ اور ۲۵ میٹر دیوار کی موٹائی تھی۔ دیوار کے سرے پر اس قدر چوڑائی رکھی گئی کہ اُس پر دو گاڑیاں برابر چل سکتی تھیں اس شہر پناہ کے دو سو پچاس بُرج تھے۔ دو دو بُرج ملا کر بنائے گئے تھے۔ گویا ان بُرجوں کے ایک سو پچیس جوڑے تھے۔ سو دروازے ٹھوس پیتل کے تھے۔ دریائے فرات بیچ شہر میں سے گزرتا تھا اُس کے دونوں کناروں پر دو بند بہت اُونچے بنائے گئے تھے جن میں چھوٹے چھوٹے رستے تھے۔ دریا کے اوپر ایک پتھر کا پُل بنا ہوا تھا جس کی چھت چوب ارز کی چوڑی چوڑی کڑیوں سے پاٹ دی گئی تھی۔ رات کو یہ چھت اُٹھالی جاتی تھی اور دن کو رکھدی جاتی تھی گویا رات کو دریا بغیر پُل کے رہتا تھا۔ ہیرڈوٹس کہتا ہے کہ رات کو دریا کا پُل اُٹھالیتے تھے

تاکہ اس طرف کے آدمی اُس طرف چوری کے لئے نہ جا سکیں نہ اُدھر کے آدمی ادھر آسکیں شہر بابل کے مکانات دو منزلہ سہ منزلہ اور سب ایک ہی صف میں تھے سڑکیں سیدھی اور ترتیب کے ساتھ تھیں اور ایک دوسرے کو قطع کرتے ہوئے زاویہ+ قائمہ بناتی تھیں شہر مربع* حصّوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ۲۵ سڑکیں فرات کے متوازی اور ۲۵ عمود* کی طرح تھیں۔ ہر سڑک کے دونوں طرف ایک ایک دروازہ شہر پناہ کا تھا۔ سڑکوں کی تقسیم نے قلعہ کی زمین کا کچھ زیادہ حصہ نہیں گھیرا تھا۔ اُس کی فضا کا زیادہ تر حصہ باغوں اور گیہوں کے کھیتوں میں چھپا ہوا تھا۔ درحقیقت بابل صرف شہر ہی نہ تھا بلکہ ایک ملک کی شکل پر اس قدر وسیع تھا کہ تمام ضروری چیزیں لوگوں کو بغیر بیرونی امداد کے وہیں مل سکتی تھیں۔

بابل کی عمارتیں بنوکد نزر نے دار السلطنت کو فرات کے بائیں کنارے ایک احاطہ کے اندر بنوایا۔ چنانچہ وہ اپنے کتبہ میں لکھتا ہے۔

"چوں کہ مارد وک خداوند (دیوتا) نے مجھکو بادشاہ کیا ہے میں نے شہر بنوانے میں سخت محنت اور کوشش کی بابل میں جسے میں آنکھ کی پتلی کی طرح عزیز رکھتا ہوں میں نے ایک ایسا محل بنوایا جس کو دیکھکر لوگ حیرت کرتے ہیں۔ یہی میرا مقام سلطنت ہے اور ایک بالاخانہ ساحلِ دریائے فرات سے شہر کے کنارے تک بنایا۔ میرے باپ نابوپلاسار نے یہ عمارت اینٹوں کی بنوائی تھی اور اُسی میں سکونت پذیر تھا مگر اُس کی بنیاد پانی کی طغیانی کی وجہ سے خراب ہوگئی۔ میں تمام کھنڈروں کو صاف کرتا ہوا فرات کے پانی کے برابر تک پہنچ گیا۔ وہاں میں نے اینٹوں اور رال سے ایک بند

+ ∟ زاویہ قائمہ۔ ۹۰ درجہ کا زاویہ ہوتا ہے * □ مربع کے چاروں ضلعے ایک دوسرے کے برابر اور چاروں زاویئے قائمہ ہوتے ہیں × = متوازی اُن دو خطوں کو کہتے ہیں جو اپنے دونوں جانب بڑھائے جانے سے ایک دوسرے سے نہ ملیں * ⊥ عمود اُس خط کو کہتے ہیں جو دوسرے خط پر سیدھا کھڑا ہوکر اپنے دونوں جانب زاویہ قائمہ بنائے۔

نہایت مضبوط بند ھوایا۔ اس بند کی بلندی ایک پہاڑ کے برابر تھی۔ پھر میں نے اونچے بڑے بڑے کمرے بنائے جو ارز کی لکڑی سے پٹے ہوئے تھے۔ اسی لکڑی کے دروازے بھی تھے (Bronze) جن پر پیتل کے پتر چڑھے گئے تھے۔

یہ عظیم الشان عمارت جس کے کھنڈر ایک سو چالیس ۱۴۰ میٹر مربع زمین گھیرے ہوئے ہیں شہر کی جانب اُس مستحکم عمارت تک ختم ہوتی تھی جس کے اوپر سفید سنگ مرمر کے کنگرے تھے اور اس کے گرد ایک محافظ حصار تھا۔ یعنی ایک نہایت مضبوط قلعہ جو عمارت کی بخوبی حفاظت کرتا تھا۔ محل کے نزدیک دریا کے کنارے وہ مشہور و معروف معلق باغ تھے جن کو دنیا کے سات عجائبات میں گنتے تھے یہ معلق باغ کیا تھے؟ درحقیقت مختلف بلندیوں کے کوٹھے تھے جن کی نہایت بڑی بڑی چھتیں اور متعدد درجات تھے پہلا درجہ فرات کے کنارے تھا اور بتدریج وہاں سے بلند ہوتا گیا تھا۔ نادر و نایاب درخت اور عجیب و غریب پھولوں کے درخت اور صدہا قسم کی دوبین اُس میں لگائی گئی تھیں۔ کلدہ کی تیز دھوپ میں ان نادر و عجیب و غریب دوبون اور درختوں کی پرورش و نشو و نما کے لئے ہر کوٹھے کی دیوار کے اندر ایک نہایت زوردار نل لگایا گیا تھا جو دریا کے پانی کو پوری طاقت اور نہایت خوبی سے اوپر چڑھاتا تھا اور باغوں کے قریب حسب ضرورت آبیاری کرتا تھا تھوڑے دنوں کے بعد لوگوں نے یہ افسانہ گھڑ لیا کہ بابل کا ایک بادشاہ ایک عورت رکھتا تھا جو مدی میں پیدا ہوئی تھی اور وہ کلدہ کے بے برگ و گیاہ جنگل میں رہ نہیں سکتی تھی۔ بادشاہ نے یہ باغ اُس کی خاطر سے بنائے تھے جو اُس کی ولایت کے پہاڑوں اور جنگلوں کا نمونہ تھے۔

نبوکدنزر نے تمام بابل کے معبدوں کی مرمت کرائی اور خود وہ آٹھ معبدوں کا ذکر کرتا ہے جو اُس نے بنوائے تھے۔ اُن میں سب سے بڑا معبد ماردوک دیوتا کا تھا جو اسازیل Sagela درج کے نام سے موسوم تھا۔ لبنان کے پہاڑوں سے بڑے بڑے ارز کے درختوں کی لکڑی لا کر اُس میں صرف کی گئی تھی۔ اور اُس کے شہتیر سونے اور چاندی سے منڈھے گئے تھے۔ بابل کے

نزدیک دو شہر تھے جن میں متبرک مکانات تھے۔ یہ دونوں شہر ان مکانات کی وجہ سے مشہور تھے ایک کوتا (Cutha) شمال میں اور دوسرا برسیپا (Borsippa) جنوب میں تھا اُس زمانہ میں یہ دونوں ایک نئے احاطہ کے اندر تھے۔

بنوکدنزر نے نرگال دیوتا کے معبد کو تمام کیا جو کوتا میں تھا۔ اور برسیپا میں نانا دیوی کے لئے تین معبد بنوائے۔ دیوتا کے مندر کی مرمت پر جو ازیدا کے نام سے مشہور تھا اپنی توجہ خصوصیت کے ساتھ مبذول کی۔ اس کا نام برج بابل بھی ہے۔ یہ عظیم الشان برج ۲۵ میٹر بلند سطح پر واقع تھا اور اُس کے سات درجے تھے حرم سب سے اونچے درجے میں تھا اُس کے دروازوں میں ہاتھی دانت جڑا گیا تھا اور شہتیر سونے سے مرصع تھے۔ بنوکدنزر خود کہتا ہے "میں نے لوگوں کو متحیر و متعجب کرنے کے لئے برسیپا کے معبد کی مرمت کرائی جو تمام دُنیا کی عبادت گاہ اور برسیپا کی نادر ترین عمارت ہی۔

میں نے اُس کی جگہ میں کوئی تغیر نہیں کیا بلکہ اُسے زیادہ بلند کیا اور دوبارہ ایسے طریقے سے بنوایا کہ تمام معبدوں پر اُس کو فوقیت حاصل ہو۔

اس کے علاوہ بنوکدنزر نے کلدہ کے تمام شہروں کے معبدوں کی بھی مرمت کرائی چنانچہ وہ نہایت فخر کے ساتھ کہتا ہی۔

"میں مرمت کرنے والا بادشاہ اور تمام آبادی کا کاہن ہوں۔ میں وہ ہوں کہ میں نے تمام مقدس شہروں کی مرمت کرائی"۔

ابھی تک بابل کے شہروں میں ایسے پتھر ملتے ہیں جن میں یہ کتبہ کھدا ہوا ہوتا ہے۔

"میں نبوکدنزر ہوں میں بابل کا بادشاہ ہوں میں اسازیل وازیدا کی مرمت کرنے والا ہوں میں نابوپلاسار کا خلف الرشید ہوں"۔

بابل کی تجارت بنوکدنزر نے ملک کی قدیم شاہی نہر کی بھی مرمت کی اس نہر کو ایک ہزار دو سو برس پہلے حمورابی بادشاہ نے کھدوایا تھا اور اس کے بعد مسدود ہو گئی تھی۔ اُس نے

اور بھی نہریں جنگلوں اور کھیتوں کو سیراب کرنے اور دجلہ و فرات کو ملانے کے لئے کھدوائیں۔ بابل کے بالائی حصّہ میں ایک تالاب بھی کھدوایا جس کا دَور ستر ہزار میٹر سے زیادہ تھا۔ فرات میں جب طغیانی ہوتی تھی تو اُس کا پانی اس تالاب میں گر کر جمع رہتا تھا جو خشک سالی میں بہت کام آتا تھا۔ بنوکدنزر جن لوگوں کو لڑائیوں میں گرفتار کرکے لایا تھا ان کے لئے جداگانہ احاطہ بنایا تھا اور اس طرح آبادی میں وسعت ہو کر بابل ایشیا کا سب سے بڑا تجارتی مرکز ہوگیا ہندوستان اور عرب سے براہ خلیج فارس فرات ہو کر کشتیاں آتی تھیں۔ اُن میں کپڑے، عطر، دوائیں، ہاتھی دانت، آبنوس اور قیمتی پتھر لائے جاتے تھے۔ آرمینیا کے پہاڑوں کی طرف سے تجارت اس طرح ہوتی تھی کہ چھوٹی چھوٹی مدوّر کشتیاں بناتے تھے اور کشتیوں کے پیندے بید کی شاخوں سے بنائے جاتے تھے جن پر چمڑا منڈھ دیتے تھے ان کشتیوں کی تہ میں خشک گھاس بچھا کر تجارتی اسباب بار کیا جاتا تھا۔ ہر کشتی کو دو آدمی لکڑی سے کھیتے تھے اور ایک گدھا بھی ساتھ ہوتا تھا۔ اس طرح سے فرات یا دجلہ ہو کر بابل پہنچ جاتے تھے۔ سامان اُتارنے کے بعد وہ کشتیوں کو توڑتے اور لکڑیاں بیچ ڈالتے تھے اور چمڑا گدھے پر لاد کر کوہستان کو واپس چلے جاتے تھے۔

نیتکریس کی داستان جس وقت ہیرڈوٹس (مؤرخ وسیاح) بابل میں آیا ہے اُس وقت بنوکدنزر کا کوئی نام بھی نہیں جانتا تھا۔ لوگ اُس کے کارناموں کو سمیرامیس اور نیتکریس (Nitocris) دو ملکاؤں کے طرف منسوب کرتے تھے۔ ہیرڈوٹس ذیل کی حکایت نیتکریس کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہتا ہے:-

"یہ ملکہ ایک کوٹھے پر دفن کی گئی جو شہر بابل کے ایک دروازے سے زیادہ بلندی پر تھا اور اُس کی قبر پر یہ کتبہ لکھا گیا جو بادشاہ بابل میں میرے جانشین ہوں اگر اُن میں سے کسی کو کسی وقت روپے پیسے کی ضرورت ہو تو میری قبر کھود کر ضرورت کے لایق نکال لے لیکن اوّل تو کسی اور ضرورت و خیال سے یہ کام نہ کرے دوسرے

بغیر اشد ضرورت کے میری قبر ہرگز نہ کھولے۔ نیتکریس کی قبر کو ایران کے فوجوں کی دست برد اور غلبہ کے وقت کسی نے ہاتھ نہیں لگایا تھا لیکن جب داریوشس بابل پر قابض ہوا تو اُس نے اس قدر کثیر روپیہ کا بے فائدہ بند رہنا لغو سمجھکر قبر کو کھدوا ڈالا مگر اُس میں صرف ملکہ کی نعش اور یہ عبارت نکلی۔ اگر تجھے سونے چاندی کی حرص نہوتی تو ایک مردے کی قبر نہ کھودتا"

بابل کی سلطنت کا خاتمہ بنوکدنزر کے جانشینوں نے کوئی بڑا کام نہیں کیا اُن کا چوتھا بادشاہ نابونید (*Nabonid*) ہوا جو بنوکدنزر کے خاندان سے نہ تھا۔ اُس نے کلدہ کے بہت سے قدیم معبدوں کو دوبارہ بنوایا اور دیوتاؤں کی پرستش اُن شہروں میں پھر جاری کی لیکن اُس نے خود شہر بابل کے باہر ایک چھوٹے سے شہر میں رہنا اختیار کیا اس وجہ سے مارودک دیوتا کے معبد کے کاہن اُس سے خفا ہو گئے۔

ایران کے بادشاہ سیرس نے مدی اور لیڈی فتح کرنے کے بعد بابل پر حملہ کیا نابونید مغلوب ہو کر قید ہو گیا اور ایرانی فوجیں بلا مزاحمت کے بابل میں داخل ہو گئیں (۵۳۸ قبل میلاد) توریت میں اس شہر کے فتح کے متعلق یہ لکھا ہے کہ

جو بادشاہ ایرانیوں کا مقابلہ اور اُن کی مدافعت کرتا تھا اُس کا نام بالتازار (*Balthazar*) تھا وہ یہ خیال کرتا تھا کہ یہ شہر فتح نہیں ہو سکتا اس لئے وہ قصر سلطنت میں عورتوں اور غلاموں کے ساتھ عیش و عشرت میں مصروف رہتا تھا ایک دن اُس نے بہت بڑی دعوت کی جس میں ایک ہزار آدمی موجود تھے اُس نے حالت نشہ میں کہا کہ وہ چاندی اور سونے کے برتن جو بیت المقدس سے آئے ہیں لائے جائیں وہ جب برتن آ گئے تو اُس نے اور اُس کے خادموں نے اُس میں شراب پی اُس وقت کمرہ کی دیوار میں ایک ہاتھ ظاہر ہوا اور اُس نے دیوار پر کچھ لکھدیا بادشاہ نے اُس ہاتھ کے اُنگلیوں کی حرکت دیکھی تو اُس کے چہرہ کا رنگ اُڑ گیا دونوں ہاتھ زانوں

پردے مارے اور نعرہ مارا۔ کلدانی جادوگروں اور نجومیوں کو بلا کر اُن سے کہا کہ جو شخص اس خط کو پڑھ کر اس کا مطلب سمجھا جا دے میں اُس کو ارغوانی کپڑے اور طلائی گلو بند دونگا اور وہ سلطنت کا تیسرا شخص ہوگا۔ سب لوگوں نے وہ خط دیکھا مگر کوئی اُس کو نہ پڑھ سکا اُس وقت حضرت دانیال علیہ السلام یہودیوں کے پیغمبر لائے گئے اُنھوں نے فرمایا کہ دیوار پر لکھا ہے۔ ماتہ۔ تسل۔ فارس۔ ماتہ یعنی خدا نے تیری سلطنت کو تولا اور اُسے انتہا تک پہنچا دیا۔ تسل یعنی خدا نے تجھے تولا تو بہت ہلکا ثابت ہوا۔ فارس یعنی تیری سلطنت مدیون اور ایرانیوں میں تقسیم ہو جائے گی"۔

اسی شب کو ایرانی فوجیں شہر میں داخل ہوئیں اور بالتازار مارا گیا۔

بابل نینوا کی طرح برباد نہیں ہوا بلکہ مدت تک ایشیا کے بڑے شہروں میں شمار ہوتا رہا مگر پھر اُس کو دارالسلطنت ہونا نصیب نہوا ایران کے بادشاہ اپنے ملک میں رہا کئے اور بابل میں ایک حاکم اپنی طرف سے مقرر کرتے رہے۔

چوتھی فصل

آشوریوں اور کلدانیوں کے آداب، مذہب اور علوم وعادات

آشوری آداب و تمدن میں بالکل کلدانیوں کے مقلد تھے اور علوم و فنون و عقائد وغیرہ سب اُنھوں نے اُسی قوم سے اخذ کئے تھے وہ خود قتل و غارت کے سوا کچھ نہیں جانتے تھے۔ اس لئے جو کچھ آداب و عقائد و علوم کلدہ اور آشور کے ہم بیان کرتے ہیں وہ سب حقیقتاً کلدانیوں کے ہیں کیونکہ آشوریوں نے سب کچھ کلدانیوں سے لیا تھا۔ بالفاظ دیگر وہ کلدانیوں کے پورے شاگرد تھے۔

آداب کلدانی ایک کاشتکار قوم تھی جو چھوٹے ہلوں اور بیلوں سے زمین جوتتی اور بوتی تھی اور نہروں سے یا بوکون[1] کے ذریعہ سے گڑھوں سے پانی نکال کر آبپاشی کرتے تھے اور گائے بکریوں کے گلے بھی رکھتے تھے۔

جو کھیت کئی لوگوں کی شرکت میں ہوتے تھے وہ حدود کے ذریعہ سے پہچانتے تھے اور اُن کا ٹھیکہ دیدیا جاتا تھا جس کی خرید و فروخت بھی ہوتی رہتی تھی۔ اکثر کلدانی اور آشوری شہروں میں رہتے تھے اُن کے مکانات اکثر چھوٹے چھوٹے اور تاریک ہوتے تھے اُن کی چھتیں اکثر مٹی کی ہوتی تھیں جو آفتاب کی حرارت سے بچا سکتی تھیں۔

بڑے شہروں میں کاریگر بہت رہتے تھے کلدہ میں کتانی اور اونی کپڑے عمدہ عمدہ بُنے جاتے تھے اور اُن کا لباس و فرش بنایا جاتا تھا۔ یہ کپڑے چمکدار ہوتے تھے ان پر آدمیوں درختوں اور پھولوں وغیرہ کی شکلیں زردوزی کے طریقہ سے بناتے تھے۔

کلدہ کی مصنوعات نے تمام اطراف ملک میں شہرت حاصل کر لی تھی۔ ان اطراف اور نیز آشور میں سنہرے اور روپہلے کام کے ہتیار اور ہاتھی دانت اور لکڑی کے آلات جن پر طلائی و نقرئی کام ہوتا تھا اور چمڑے کے زین اور کاٹھیاں وغیرہ چرمی سامان بہت عمدہ بنایا جاتا تھا۔

یہاں کے اُمرا بازوبند گلوبند گوشوارے اور کتانی قبائیں اور زردوزی کپڑے استعمال کرتے تھے اُن کے بال بڑے بڑے اور گھونگھر والے ہوتے تھے جو کوشش سے حلقے دار بنائے جاتے اور اُن کے کاندھوں پر پڑے رہتے تھے اُن کی ڈاڑھیاں سینہ تک لمبی ہوتی تھیں جن کی لٹیں بٹ لی جاتی تھیں۔ عام لوگ صرف قبا پہنتے تھے اور ننگے پاؤں پھرتے تھے۔ بادشاہ اور اُمرا کئی کئی بیویاں کرتے تھے اور اُن کو گھروں میں قیدیوں کی طرح رکھتے تھے۔

---

[1] چمڑے لکڑی کا ایک جہاج کی صورت کا آلہ ہوتا تھا جیسا کہ آجکل نہروں سے آبپاشی کرتے وقت بلند زمینوں پر پانی پہنچانے کے لیے چمڑے کا ویسا ہی آلہ بنا کر اس کے دونوں جانب رسیاں باندھکر دو آدمی پانی اُلیچتے ہیں اور کھیتوں کو۔

کوئی اُن کے سامنے نہیں جا سکتا تھا نہ وہ عورتیں مکان کے باہر نکل سکتی تھیں۔ بخلاف اس کے عام لوگوں کی عورتیں آزاد تھیں اور غالباً مُنہ کھول کر باہر آتی تھیں۔

مذہب اور دیوتا کلدہ اور آشور کے بڑے بڑے شہروں کے باشندے اور تمام مختلف قومیں ابتدا میں الگ الگ دیوتاؤں کی پرستش کرتی تھیں یہ اُن دیوتاؤں کو اپنا حامی اور مالک و مختار سمجھکر پوجتے تھے پھر سب شہروں میں تمام دیوتاؤں کی پرستش کیجانے لگی بڑے بڑے دیوتا بارہ تھے۔ بابل کے دیوتا ماردوک (Marduk) نامی کو کوبل ماردوک بھی کہتے تھے اور اُسے آفتاب کا دیوتا اور ستاروں کا بادشاہ جانتے تھے۔ کبھی اُس کی صورت ایک جنگجو کی ہوتی تھی جو نیزہ و کمان سپر اور گرز سے مسلح ہے یہ شکل دفع جن کے لئے بناتے تھے) اور کبھی دیوتا کی تصویر ایک بادشاہ کی شکل میں بناتے تھے جو تخت پر بیٹھا ہی سر پہ تاج رکھا ہے تاج پر گائے کے دو سینگ ہیں یہ قوت کی علامت تھی دوسرے خداوند کا نام آشور تھا یہ آشوریوں کا معبود تھا۔ اُس کی شکل ایک بہادر جنگی سپاہی یا بادشاہ کی تھی غالباً اُس کی تصویر اس طرح بنائی جاتی تھی کہ وہ کمان ہاتھ میں لئے ہوئے فضا کی بلندی میں اُڑ رہا ہے۔ انھیں دیوتاؤں میں سے ایک ہیا (Hea) تھا جس کا بدن مچھلی کا اور سر انسان کا تھا یا شکل انسان کی مگر دُم عقاب کی اور کھال مچھلی کی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ یہ خداوند انسان کو علوم اور صنعتیں اور عمارتیں بنانا اور کھیتی کرنا سکھانے کے لئے پانی سے نکلا تھا۔ ایک دیوتا کا نام سِین (Sin) تھا جو شہر "اُر" معبود تھا اُس کو حکمت والا کہتے اور چاند کا دیوتا سمجھتے تھے۔ شہر سیپارہ کا معبود شمش (Shamash) شمش نامی تھا اور اُسے آفتاب کا دیوتا خیال کرتے اور اُس کی تصویر اس طرح بناتے تھے کہ ایک تخت پر بیٹھا ہوا ایک ہاتھ میں آفتاب اور دوسرے ہاتھ میں لکڑی سی لئے ہوئے ہے۔ ایک دیوتا نِنیب (Ninib) تھا گویا یہ ایک زبردست شکاری ہے جو اپنے ہاتھوں سے شیر کا گلا گھونٹ رہا ہے۔ اسے صاحب قوت اور تلوا

اور فوج کا خداوند کہتے تھے۔ شہر کوتا کا دیوتا نرگال (Nergal) تھا جسے شیر کا دیوتا کہتے تھے۔ اُس کا جسم شیر کا اور سر انسان کا بناتے تھے۔ ایک دیوتا رامان (Ramman) تھا جو آسمان بجلی اور بارش کا دیوتا تھا اور اُسے انہار اور پیداوار اور طوفان کا دیوتا کہتے تھے۔ یہ ایک مسلح جنگجو تھا جس کے ہاتھ میں تیر سر پر چوگوشیہ تاج اور ہاتھ میں بجلی تھی ایک نبو (Nabow) تھا جو خط علم اور غیب گوئی کا دیوتا تھا وہ ایک پیر مرد کی شکل میں تھا جس کی ڈاڑھی لمبی قبا نیچی اور تاج پر ایک گائے کا سینگ تھا وہ لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ یہ ستاروں کو راستہ بتاتا ہے اور بادشاہوں کا مددگار رہے۔ ایک دیوی ایستار (Istar) نامی تھی جسے بابل اور نینوا کے باشندے پوجتے تھے۔ یہ دیوی مختلف صورتوں میں بنائی جاتی تھی کبھی تو وہ ملکہ جنگ اور فوجی لباس میں ہتیاروں سے مسلح ہوتی تھی اور کبھی عشق کی دیوی تھی کہ اُسے کبوتری کے پیکر میں ظاہر کرتے تھے اور کبھی ماں کے پیکر میں تھی جو بچّہ کو ہاتھ میں لئے ہوئے ہے۔ اس کے علاوہ اس طرف کے لوگ بلیت (Belit) زرپانیت (Zarpanit) اور میلتا (Mylitta) نام کی دیویوں کی پرستش بھی کرتے تھے یا شاید یہ ایک ہی دیوی تھی جس کا ہر موقعہ پر یا ہر وقت پر ایک جداگانہ نام رکھ لیتے تھے۔

کلدانیوں کا اعتقاد تھا کہ ان بڑے بڑے دیوتاؤں کے علاوہ چھوٹے چھوٹے خداوند اور بھی ہیں جو کم قوت رکھتے ہیں مثلاً ایک دیوتا کا سر انسان کا اور دھڑ سانپ کا تھا۔ ایک دیوتا بڑے مرغ کی صورت کا تھا جس کو مرغِ طوفان کہتے تھے اسی طرح ایک خرمن کا اور ایک فرات کا دیوتا تھا۔

ان دیوتاؤں کے علاوہ یہ لوگ ایک قسم کے فرشتے بھی مانتے تھے جن کو بڑے دیوتا کے خادم کہتے تھے اُن فرشتوں کی صورت یا تو انسان کی ہوتی تھی جس کے شانوں پر بڑے

بڑے چار پر بناتے تھے یا بہت بڑی پر دار گائے کی شکل ہوتی تھی جس کا سر انسان کا اور دُم شیر کی بناتے تھے۔ ان فرشتوں کے مجسمے بادشاہوں کے دروازوں کے سامنے نصب کئے جاتے تھے تاکہ اُن کی پاسبانی کریں۔



فرشتہ

ان دیوتاؤں کے مجسمے پتھر یا سونے چاندی کے بنا کر اُنھیں قیمتی کپڑوں کا لباس پہناتے تھے اور عمدہ مکانوں کے اندر بہت حفاظت سے رکھے جاتے تھے۔ جہاں فقط کاہن جا سکتے تھے تیوہار کے دنوں میں البتہ اُنھیں باہر لاتے تھے اور اُن کو نہایت احترام و عزت سے گشت دے کر پھر رکھدیتے تھے دیوتاؤں کی پرستش کے لئے جانوروں کی قربانیاں کرتے اور بطور بخور کے کندر جلاتے تھے اور پینے کی چیزیں زمین پر گراتے اور گیت گاتے

تھے۔ نمازیں پڑھتے اور دعائیں مانگتے تھے۔ بنوکدنزر نے جو دعا اپنے مجسمہ پر کھدوائی ہی اُس کا مضمون یہ ہی۔

"اُے ماردوک سلطنت کے صاحب اختیار میرے کلمات کو سُن! میں نے تیرے لئے معبد بنوایا تاکہ اُس کی شوکت شکوہ عظمت پر میں ناز کروں اور میں بابل میں بڑھاپے کے وقت خاندان اور اولاد زیادہ رکھتا ہوں۔ اور تمام دُنیا کے بادشاہ مجھکو خراج دیں۔ ایسا کرکہ میرے جانشین آخری زمانہ تک سب آدمیوں پر حکومت کریں"

ستاروں کی پرستش کلدہ کی صاف ہوا میں رات کو ستارے بہت چمکتے ہیں۔ بخلاف دیگر اطراف کے جہاں آسمان پر ابر یا کُہر چھائی رہتی ہے۔ کلدانیوں نے جب ان چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھا تو وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور معلوم کیا کہ بعض اپنی جگہ سے ہٹ جاتے ہیں اس لئے اُنھوں نے ثابت اور سیاروں میں باہم فرق و امتیاز کیا کلدانی پانچ سیاروں۔ عطارد۔ زہرہ۔ مریخ۔ مشتری۔ اور زحل کو چاند سورج کے ساتھ ملاکر اپنے دیوتاؤں کی خاص تجلّی سمجھتے تھے۔ اُنھیں دیوتاؤں کا ترجمان کہتے تھے ہر ہر سیارہ کو ایک خداوند کا نمایندہ جانتے تھے اور اُسی کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ اُن دیوتاؤں اور سیّاروں کے لئے ایک ایک خاص رنگ قرار دیا تھا۔ مثلاً عطارد کو ستارۂ بنو کہتے اور اُس کا رنگ آبی بیان کرتے تھے۔ زہرہ کو ستارۂ ایستار اور سفید بتاتے تھے مریخ کو ستارۂ نرگال اور سرخ۔ مشتری کو ستارۂ ماردوک اور ارغوانی۔ زحل کو ستارۂ نی نیت اور سیاہ۔ چاند کو ستارۂ سین اور نقرئی۔ سُورج کو ستارۂ شمس اور طلائی۔

اس کے علاوہ کلدانی یہ بھی جانتے تھے کہ آفتاب روزانہ ایک نقطہ سے ہٹ کر طلوع ہوتا ہی اور سال بھر میں آسمان کا دورہ کرلیتا ہے۔ اُنھوں نے اُن بارہ برجوں کو بھی معلوم کرلیا تھا جن میں سے ہوکر متواتر اور پے درپے سُورج نکلتا ہی اور ان بُروج کو معبود کے وجود اور تمام معبودوں کا معبود جانتے تھے۔

نجوم اور اُس کے احکام | کلدانی خیال کرتے تھے کہ ستارے خداوندوں کا ارادہ ظاہر کرتے ہیں اس لئے اُن کے حرکات کا کھوج لگاتے اور اُس سے اپنے خیال میں آیندہ کے واقعات معلوم کر سکتے تھے۔ چنانچہ ستاروں کو دیکھکر اُن کے کاہن غیب گوئی کرتے تھے۔ اور پہلے سے ہوا پانی طوفان سخت گرمی اور اچھی بُری پیداوار کی خبریں دیدیتے تھے۔ اسی طرح سلطنت کے آیندہ واقعات بادشاہوں کی قوت اور لڑائیوں کی فتح و شکست کے متعلق بھی رائے زنی کرتے تھے۔ لیکن کلدانیوں کی شہرت پیشین گوئی زیادہ تر انسانی زندگی کے واقعات سے تعلق رکھتی تھی۔ کلدانیوں کا خیال تھا کہ بچے کی پیدایش کے وقت ستارہ کے موقع اور محل کو دیکھکر اُس بچہ کے آیندہ کے واقعات زندگی معلوم کر سکتے ہیں اور ہر آدمی کے لئے ایک خاص ستارہ ہوتا ہی جس کے اثرات میں انسان عمر بسر کرتا ہے اگر ستارہ نیک ہی تو آدمی خوش قسمت ہوتا ہی اور اگر نحس ہے تو بد قسمت۔ اس طرح اُس شخص کا طالع معلوم کر کے یہ بتلاتے تھے کہ اُس کی تقدیر میں کیا واقعات ہیں اس کو زائچہ کہتے تھے اور علم پیشین گوئی کو علم نجوم کہتے تھے۔

کلدانیوں نے سیاروں کی حرکات کے حساب سے چاند گہن معلوم کر لیا تھا اور پیشتر سے اُس کی خبر دیدیتے تھے اُنھوں نے بارہ برجوں کو معین کر دیا تھا اور یہ بھی معلوم کر لیا تھا کہ سال تین سو پینسٹھ دن اور ایک چوتھائی دن کا ہوتا ہے اور اصطرلاب بھی ایجاد کر لیا تھا در حقیقت یہ کہنا چاہیئے کہ کلدانی علم نجوم کے موجد اور اُستادِ اوّل ہیں۔

شیاطین اور جادو کا اعتقاد | کلدانی خیال کرتے تھے کہ دنیا غیر محسوس روحوں سے بھری ہوئی ہے اور وہ روحیں انسان کو تکلیف دیتی رہتی ہیں۔ وہ ان تکلیف دینے والی روحوں کو "ارواحِ ظلمت" یا "دام گستر" کہتے تھے اُس قوم کے عقیدے میں فضائے ہوا پانی کی تہ۔ زمین کی گہرائی۔ اور جنگل کی وسعت سب ان روحوں سے بھرے ہوئے ہیں اور یہ وہیں رہنے سے مانوس ہیں لیکن رات کو اپنی جگہ سے نکل کر آدمیوں کو ستاتی ہیں۔ اُن کی

شکلیں مختلف قسم کی ہیں۔ بعض کو مُردوں کی رُوحیں جانتے اور کہتے تھے کہ یہ زندہ آدمیوں کو ڈرانے کے لیئے زمین پر آتی ہیں کلدانی اس کے بھی معتقد تھے کہ بعض مردے اپنی قبر سے نکل کر آدمیوں کو کھا جاتے ہیں۔ اور بعض کو بُری اور ہیبت ناک صورتوں کے شیطان فرض کرتے تھے۔ اُن میں سے بعض کا سر شیر کا اور بدن انسان کا اور چنگل عقاب کے اور بعض کا سر کفتار کا بدن ریچھ کا اور پاؤں شیر کے تصوّر کرتے تھے۔

پیرس کے عجائب خانہ لوور میں ایک چھوٹا سا برنجی مجسمہ ہی جو ایک شیطان کی صورت ہی وہ کھڑا ہوا ہی اُس کا سر ایک مردے کے مانند ہی جس پر بکری کے سینگ ہیں بدن کتّے کا ہی پاؤں عقاب کے دُم بچھّو کی دُم کی طرح ہاتھ انسانوں کے ہاتھ کے مانند ہیں جو آخر میں شیر کے پنجے کی طرح ہو گئے ہیں۔ اُس کے پر بڑے بڑے ہیں جس کو وہ پھیلائے کھڑا ہی۔ یہ شیطان اُن کے خیال میں جنوب مغربی ہَوا ہی۔ یہ ہَوا سخت گرم ہوتی ہی جو صحرا کی طرف سے آتی ہی اور جس چیز پر سے گذر جاتی ہی اُسے خشک کر دیتی ہی۔



جنوبی مغربی ہَوا کا شیطان۔

کلدانی تمام حوادث خصوصاً امراض کو شیطانوں کی طرف منسوب کرتے تھے۔ ایک طاعون کا شیطان تھا ایک بخار کا اور ایک زخموں کا۔ جب کوئی بیمار ہوتا تھا تو فرض کر لیتے تھے کہ کوئی شیطان اُس کے بدن میں داخل ہو گیا ہے جنون، مرگی، تشنج وغیرہ بیماریوں میں وہ ایسا ہی تصور کرتے تھے، وہ جب مریض کا علاج کرتے تھے تو گویا مریض کے جسم سے شیطان کو باہر نکالنے کی کوشش کرتے تھے۔ اِس غرض کے لیے کلدانیوں نے بہت قدیم زمانہ سے کچھ عمل مقرر کر رکھے تھے۔ جو ہزاروں برس تک اُن میں جاری رہے۔ مثلاً وہ مار دوک سے شیطان کے دفع کرنے میں مدد مانگتے تھے۔ (جسے وہ آگ کا دیوتا سمجھتے تھے) اور اُس سے کہتے تھے:۔

"اے آگ اے دشمنوں کے جلا دینے والی اے خوف ناک حربے جو طاعون کو دور کرتا ہے اے چمکنے والی آگ اس دکھ کو دور کر۔"

اسی طرح کلدانیوں کا ایک عمل یہ تھا کہ وہ کسی دیوتا فرشتے کو مکان کے دروازے پر مامور کرتے تھے کہ وہ حفاظت کرے۔ اور شیطانوں کو ڈرانے پر ارگالیوں کے مجسّمے جن کا سر انسان کا ہے اور جو محل سارگن کے دونوں طرف پائی جاتی ہیں اُن کا یہی مقصد ہے کہ موذی روحیں اِس محل میں داخل نہ ہو سکیں۔

اسی محل کی ڈیوڑھی کے نیچے بل نرگال اور نبو دیوتاؤں کے مجسّمے پائے گئے ہیں اسی طرح اور قسم کی بھی مورتیں ہیں جو اُن کے خیال میں اُن کے معبودوں کے نمائندے ہیں اور موذی روحوں کو دفع کرتے ہیں۔ ان کی صورتیں شیر یا گائے کی ہیں۔ اس کے علاوہ کلدانی یہ بھی خیال کرتے تھے کہ شیطان بھی شیطانوں کو دفع کرنے اور ڈرانے کے لیے کافی ہیں۔ اور اس کے لیے انھیں کی صورتیں اُن کو دکھانا چاہیے۔ اسی لیے وہ اپنے مکانوں میں بہت مُہیب شکل کے شیطانوں کی تصویریں اور مجسّمے بنواتے تھے۔ قصرِ آسوربانی پال میں جو شیطان اُنھوں نے نصب کیے تھے اُن کا سر شیر کا اور پاؤں عقاب کے تھے اور وہ

خنجر ہاتھوں میں لیے آپس میں لڑتے تھے۔



قصرِ آسور بانی پال میں شیاطین کی تصویر

جو کام اُن میں زیادہ معروف تھا وہ سحر وطلسمات کے منتر تھے۔ کلدانیوں کا اعتقاد تھا کہ بعض الفاظ اور بعض اشاروں میں ایک خاص قوت ہے جو شیطانوں میں نہیں ہے۔ خاص لفظوں کو دوہرانے یا اُن کے لکھنے یا اُن کے اشاروں کو ادا کرنے سے شیاطین بھاگ جاتے ہیں، مریض کے علاج کے لیے ایک عمل اُس کے سرہانے پڑھتے اور اپنے خیال میں وہ اُسی موذی روح کو نکلنے کے لیے حکم دیتے تھے۔ مثلاً کہتے تھے۔

"بُرا شیطان باہر جائے۔ شیطان ایک دوسرے کو پکڑیں اور اچھی روح مریض کے بدن میں داخل ہو"

اور کہتے تھے۔

"طاعون اور بخار جو ملک کو تباہ کرتے ہیں۔ بُرا شیطان اور تکلیف پہونچانے والا آدمی

نظرِ بد اور بُرا کہنے والے کی زبان اس کے بدن سے باہر جائیں۔ ان کے پیٹ سے خارج
ہوں۔ اب وہ کبھی میرے بدن میں داخل نہ ہو سکے گی میرے سامنے بُرائی نہ کر سکیں گی
اور میرے گھر میں نہ آسکیں گی۔ اے آسمان کی روح اس کا اچھی طرح خیال رکھ۔ اے
زمین کی روح اس کا اچھی طرح خیال رکھ۔"

کلدانیوں کا عقیدہ تھا کہ بعض جڑی بوٹیاں بھی شیطان کو بدن سے باہر نکال دیتی ہیں اس لیئے وہ بعض جڑی بوٹیاں مریض کو پکا کر کھلایا کرتے تھے۔ اِن کے علاوہ جادو کے گنڈے بھی استعمال کرتے تھے۔ مثلاً درد سر رفع کرنے کے لیئے یہ عمل کرتے تھے۔

"بینڈھیوں کے بال لے کر داہنی جانب گرہ دی جائے اور بائیں جانب اُن کا بند لگایا جائے دو دفعہ کر کے اِس میں سات بند لگائے جائیں۔ پھر اُس کو مریض کے سر، پیشانی، ہاتھ اور پاؤں کے گرد لپیٹا جائے اِس کے بعد مریض کو بستر پر بٹھا کر اس کے سر پر جادو کا دم کیا ہوا پانی دھارا جائے۔ اُس کا مرض تیز ہوا کی طرح آسمانوں کی طرف چلا جائیگا اور پانی کی طرح زمین میں اُتر جائیگا۔

طلسم اُس کپڑے کو کہتے تھے جس پر جادو کی عبارت لکھی ہوتی تھی۔ یا گلے میں پہننے کے جواہرات ہوتے تھے جن پر کسی معبود کی تصویر یا جادو کی کچھ عبارت کھود دیتے تھے۔ اور وہ عبارت اِس طرح کی ہوتی تھی۔

"اے شیطان خبیث ! اے طاعونِ بد ! زمین کی روح تم کو اس کے بدن سے نکال دے۔
اور نیک فرشتہ آجائے۔ اور نیک روح زمین کی روح کے ساتھ آئے۔ سحر خدائے قادر
قادر، قادر کا ہے۔"

اِن طلسموں کو مریض کی گردن میں ڈالتے یا لباس کے ساتھ باندھتے یا کمرے میں رکھتے تھے۔ یا ڈیوڑھی میں گاڑ دیتے تھے تاکہ وہ شیاطین کو دُور کرے۔

کلدانی خیال کرتے تھے کہ جس طرح شیاطین کو دُور کرنے کے لیئے خاص عبارتیں ہیں

اسی طرح اُن کے حاضر کرنے کے لیئے بھی مخصوص عبارتیں ہیں اور جس طرح شیطان کو باہر نکال کر مریض کو اچھا کیا جاسکتا ہی اُسی طرح شیطان داخل کر کے تندرست آدمی مریض بنایا جاسکتا ہی اسی بنا پر وہ جادوگروں سے بہت ڈرتے تھے اور اُن کو موذی آدمی کہتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ جادوگر فصل کو خراب کرسکتے ہیں، اولے برسا سکتے ہیں اور امراض پیدا کرسکتے ہیں وہ کوئی عبارت پڑھ کر یا جادو کی چیز کھلا کر جس کسی کو چاہیں نقصان پہونچا سکتے ہیں یا وہ خاص شکل بنا کر جب کسی کی طرف دیکھتے ہیں وہ فوراً کسی تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہی۔ قدیم زمانہ میں کلدائی غیب گوئی اور جادوگری میں شہرت رکھتے تھے۔ بابل کا سحر وجادو مشہور ہی۔ جادو۔ نظربندی۔ طلسم اور تعویذ گنڈے اُنھیں کے عقائد میں سے تھے جو بعد میں رفتہ رفتہ تمام قوموں میں سرائت کر گئے۔ اور سرزمین مشرق میں اب تک جاری ہیں۔ مغرب میں بھی بعض جاہل آدمی ایسے پائے جاتے ہیں جو ان چیزوں پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ درمیانی صدیوں میں موذی روحوں کے دفع کرنے کے لیئے آشوری زبان میں عبارتیں یا منتر پڑھتے تھے۔ جیسے "ہیلکا ہیلکا بشا بشا" یعنی جاجا خبیث خبیث۔

وزن اور مقدار طول وزن اور وقت کی مقداریں جن کو قدیم قومیں استعمال کرتی تھیں وہ سب کلدانیوں کی ایجاد کی ہوئی ہیں۔ اُنھوں نے سال کو بارہ حصوں پر اور مہینہ کو تیس یا اونتیس دنوں پر تقسیم کیا تھا۔ اِس لیئے اُن کا سال ۳۶۵¼ دن سے کم ہوتا تھا جو سالِ شمسی کی اصلی مدت ہی۔ اُس کے پورا کرنے کے لیئے ہر چھ برس کے بعد ایک تیس دن کا مہینہ بارہ مہینوں پر اضافہ کرتے تھے۔ ہفتہ سات دن کا ساتوں ستاروں کے نام پر مقرر کیا تھا ساتویں دن کو (یوم الراحۃ) آرام کرنے کا دن قرار دیا تھا۔ کہ اُس دن نہ لڑتے تھے نہ دادرسی کرتے تھے بلکہ اُس دن دوا بھی نہ پیتے تھے۔

دن کو چوبیس گھنٹہ میں گھنٹہ کو ساٹھ دقیقوں میں دقیقہ کو ساٹھ ثانیہ میں تقسیم کرنا بھی کلدانیوں کی ایجاد ہے۔

اسی طرح دائرہ کو تین سو ساٹھ ۳۶۰ درجہ میں اور ہر درجہ کو ۶۰ دقیقہ میں اور ہر دقیقہ کو ۶۰ ثانیہ میں اور ہر ثانیہ کو ۶۰ ثالثہ میں تقسیم کرنا بھی کلدانیوں سے رواج پذیر ہوا تھا اسی طرح درجہ کی علامت (°)، دقیقہ کی علامت (′)، ثانیہ کی پہچان (″) اور ثالثہ کی نشانی (‴) بھی انھیں کی مقرر کی ہوئی ہی۔

مقدار وزن کے لیئے کلدانیوں نے ایک کامل سلسلہ ترتیب دیا تھا۔ اُن کے لمبائی کا اندازہ بالشت تھا جو ۲۷ سنٹی میٹر کا ہوتا تھا اور گز ۵۴ سنٹی میٹر کا اور ذرع ۱۲ ہاتھ کا (Perche) اور استاد ایک سو اسی ۱۸۰ ذرع کے برابر تھا۔

سطح کا پیمانہ کلدانیوں نے مربّع قدم، مربّع ذراع، اور مربّع استاد مقرر کیا تھا۔

اُن کے وزن کا پیمانہ مِن تھا جو پانسو پانچ ۵۰۵ گرم کا ہوتا تھا اور تالان ساٹھ ۶۰ مِن کا اور مِن ساٹھ درم کا ہوتا تھا۔

پانچویں فصل

کلدانیوں اور آشوریوں کی عمارتیں اور کتبے

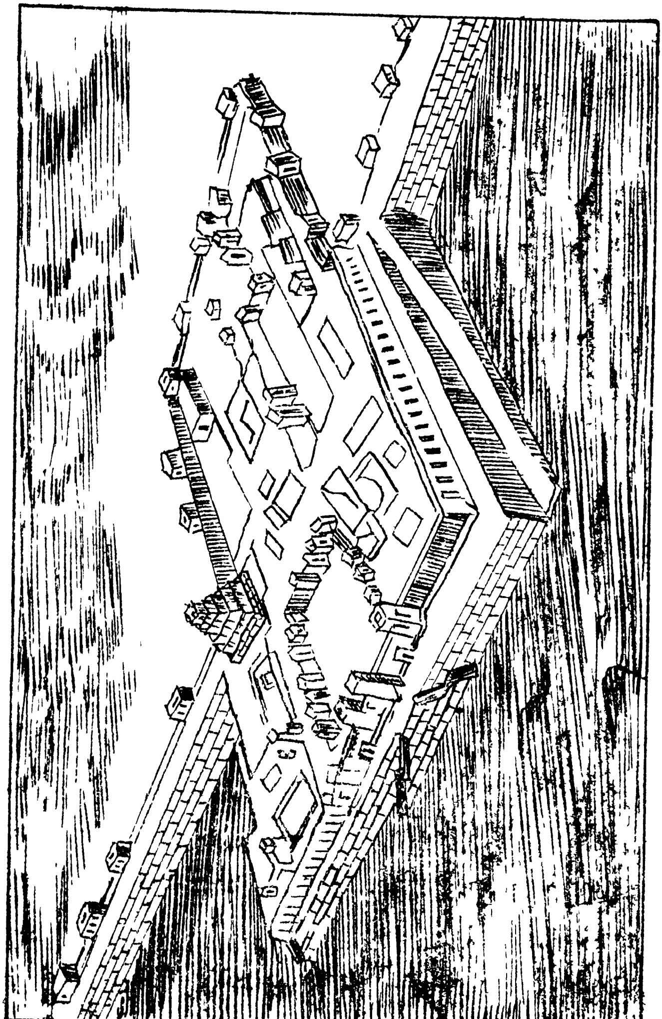
معماری کلدانیوں اور آشوریوں نے بہت سی بڑی بڑی عمارتیں یادگار کے لیئے بنائی ہیں۔ اب بھی اُن کے ملک میں عمارتوں کے کھنڈر بکثرت پائے جاتے ہیں۔ چونکہ کلدہ میں عمارتیں بنانے کے لیئے پتھر نہ تھے اس لیئے مٹی کو گوندھکر سانچہ میں ڈھال کر اینٹیں بناتے تھے۔ پھر اینٹوں کو آوہ میں رکھکر پکاتے تھے وہ اینٹیں سُرخ رنگ کی بہت مضبوط ہوتی تھیں اور کچی اینٹیں جو فقط آفتاب میں خشک کر لی جاتی تھیں وہ سفید اور بہ نسبت اُن کے کمزور ہوتی تھیں جو چھتوں اور بڑی دیواروں کے بیرونی حصوں کے کام میں لائی جاتی تھیں۔ کلدانیوں کی اینٹوں کا طول اکثر ۳۱ سینٹی میٹر اور قطر دس سنٹی میٹر

ہوتا تھا۔ اینٹوں کے نرم ہونے کی حالت میں اُن پر کوئی عبارت کھودتے تھے۔ عمارت بناتے وقت مٹی کے گارے یا چونے یا رال سے اینٹوں کی جُڑائی کرتے تھے اور عمارت کی مضبوطی کے لحاظ سے ضروری تھا کہ دیواریں بہت موٹی نسبتاً چھوٹی اور بغیر کسی خلو کے بنائی جائیں۔

آشور کے تمام معمار ایک مدت تک اسی طریقہ سے عمارتیں بناتے رہے حالانکہ آشوری پہاڑوں میں پتھر بہت تھا جو صرف فرش کے کام میں لایا جاتا تھا۔ اُس پر کچھ عبارت کھودتے تھے۔

گارا بنانے اور کرور ہا اینٹیں تیار کرکے کام میں لانے اور تعمیر کے صرف میں بہم پہونچانے اور بڑے بڑے پتھر عمارتوں میں لگانے کے لیئے ہزارہا آدمیوں کا ہونا لازم تھا اس لیئے قیدیوں سے کام لیا جاتا تھا جن کو بادشاہ گرفتار کرکے دوسرے ملکوں سے لاتے تھے۔ یہ لوگ لکڑیاں مار کر کام کرنے پر مجبور کیئے جاتے تھے۔ جب کسی عمارت کی تعمیر شروع ہوتی تو یہ اُن کی مذہبی رسم تھی کہ بادشاہ وہاں آکر اپنے ہاتھ سے سنگِ بنیاد رکھتا تھا اور اسی وقت ایک کتبہ نصب کیا جاتا تھا۔ اور چھوٹے چھوٹے مجسّمے بہت سے تعویذ و نقش اور سونے، چاندی، تانبے کے ٹکڑے وہاں رکھتے تھے۔

اب تک سات یا آٹھ آشوری بادشاہوں کی عمارتوں کے کھنڈر پائے گئے ہیں۔ اُن میں جو سب سے زیادہ بہتر اور مضبوط ہی وہ سارگن کی عمارت ہی۔ جو خرستاباد میں معلوم کی گئی ہی۔ یہ عمارت ایک مربع سطح پر واقع ہی وہ سطح دس ہزار میٹر مربع وسعت رکھتی ہی اور اُس کے چاروں کنارے ٹھیک چاروں گوشوں کے نقطوں پر واقع ہیں۔ پیدل آدمی ایک چوڑے زینہ سے اور گاڑی نشیب سے عمارت کے اوپر آہستہ آہستہ پہونچتی تھی۔ پہلے ایک بڑا ہوا دروازہ ملتا تھا جس کے اوپر دو کنگرے دار بُرج تھے۔ دروازے کے بیرونی رُخ پر دونوں جانب دو بڑے دار گائیں تھیں جن کے سر انسان کے تھے اور نیم رُخ بنائی گئی تھیں



عمارت سارگن

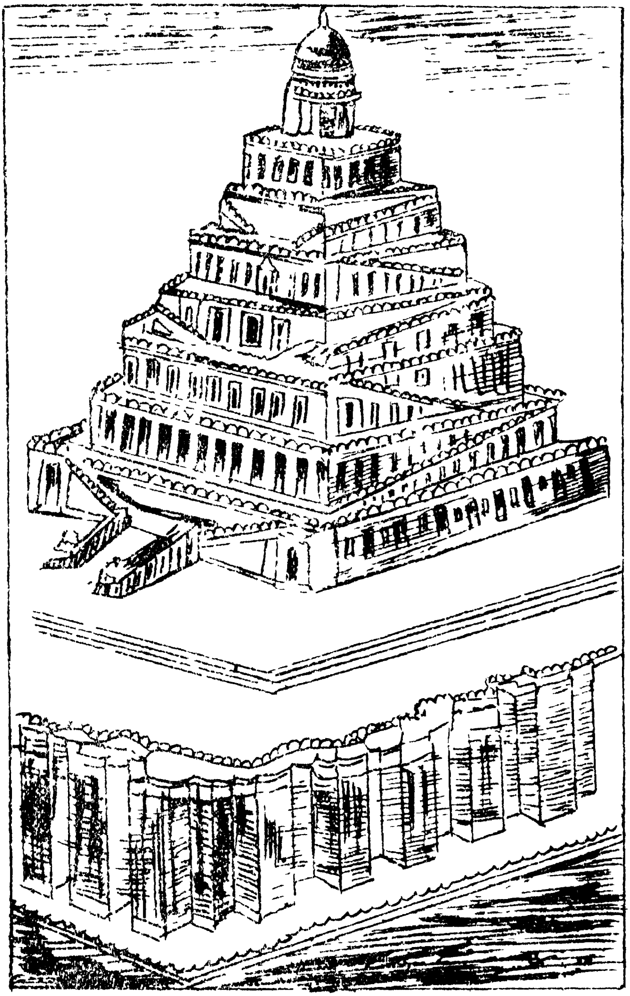
اور رُخ اُن کا دروازے کی طرف تھا اِسی طرح دروازے کے اندر بھی دو گائیں بنی ہوئی
تھیں۔ گویا اندر جانے کے وقت ہمیشہ دو فرشتے کے مد نظر آتے تھے۔
دروازے کے بعد ایک بڑا احاطہ ملتا تھا جس کی سطح نو سو چھتّر میٹر تھی)۔ یہ احاطہ آنے

والوں کے استقبال اور مذہبی رسوم کی ادائگی کے لیے مخصوص تھا اُس کے دونوں طرف بڑے بڑے کمرے بنے تھے جن میں احاطہ کی طرف دروازے تھے۔ اکثر کمروں میں بڑے بڑے مجسمے تھے یہ کمرے دوسرے احاطوں سے ملے ہوئے تھے اُن میں بھی اسی طرح دونوں طرف کمرے تھے۔ اس قسم کے دو بڑے چھوٹے احاطے مع ساٹھ سے زیادہ کمروں کے اس عمارت میں دیکھے جاتے تھے۔ دیوار سفید سنگِ مرمر کے پتھروں سے چھپی ہوئی تھی جس پر بادشاہ کے کارنامے منقوش تھے اور زمین پر جہاں کہیں فرش بچھانے کی ضرورت تھی اینٹوں کا فرش کر دیا گیا تھا۔ اور جہاں فرش بچھانے کی ضرورت نہیں تھی وہاں پتھر بچھائے گئے تھے اور پتھر پر مختلف قسم کے گل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ عمارت کے اِس حصہ میں مرد رہتے اور مہمانوں کا استقبال کرتے تھے عمارت کے ایک گوشہ میں معبد کے برابر سات درجہ کا چھوٹا سا ہرم بنا ہوا تھا جو ستاروں کی پرستش کے لیے مخصوص تھا۔ مردوں کے کمروں کی پشت پر ایک اور عمارت تھی جس میں فقط دو مضبوط دروازے تھے۔ یہ عمارت عورتوں کے لیے تھی اس کی وسعت ۸ ہزار ۸ سو میٹر مربع تھی اس کے دونوں طرف متعدد کمرے اور کئی احاطے تھے۔ چاروں طرف رنگین مجسمے رکھے ہوئے تھے ہر احاطہ کے اندر ایک ہی قطار میں بہت سے ستون بنے تھے جن سے مکانیت ظاہر ہوتی تھی۔ ستون پیتل کے پتروں (Bronze) سے چھپے ہوئے تھے اور ان ستونوں کے سروں پر کھجوری پتوں کے گلدستے بنائے گئے تھے جو پیتل کے تھے۔ (Bronze) باقی عمارت میں ملازموں کے مکان اور اجناس رکھنے کے گودام تہ خانے، باورچی خانے اصطبل اور اسلحہ خانہ (جس میں نیزے، ڈھالیں اور جنگی گاڑیاں رکھی جاتی تھیں) اور خزانہ (جس میں سونا، چاندی مالِ غنیمت یا خراج کا مال رکھا جاتا تھا) وغیرہ مکانات بنے تھے۔ تمام عمارت میں مختلف وسعت کے دو سو آٹھ کمرے تھے۔ سب کمرے تنگ تھے اور بڑے کمروں کی لمبائی بہ نسبت چوڑائی کے بہت زیادہ تھی۔ جس سے دہلیز کی شکل پیدا ہوتی تھی۔ کسی کمرے میں روشندان نہیں تھا بلکہ روشنی اور ہوا ایک بڑے دروازہ سے پہونچتی تھی جس کی اونچائی کبھی ۵ میٹر

ہوتی تھی۔ اور وہ دروازہ احاطہ کی طرف کھلتا تھا۔ اِس طریقہ سے گرم ہوا سے محفوظ رہتے تھے۔

کئی درجوں کے معبد

کلدانیوں اور آشوریوں کے معبد گویا بلند اور مربع سات درجے کے برج ہوتے تھے۔ آشوری بادشاہوں کی ہر عمارت میں اس قسم کے معبد تھے۔ لیکن سب سے



بڑا معبد بابل میں تھا۔

وہ کھنڈر جو بُرجِ بابل کے نام سے مشہور ہے اب بھی اٹھ میٹر بلند ہے۔ یہ معبد بابل کے آثار ہیں جو ہر طرف سے تین سو ستر میٹر تھا۔ اس کے بیچ میں ایک نہایت بلند چبوترے پر ایک بڑا برج تھا جس کے ہر ضلع کی لمبائی ایک سو بیاسی میٹر تھی۔ اُس کے اوپر ایک چھوٹا برج اُسی شکل کا تھا اور اس دوسرے برج کے اوپر اس سے چھوٹا ایک اور برج تھا اِسی طرح سات برج ایک دوسرے کے اوپر آگے بنائے گئے تھے ہر برج بہ نسبت پہلے برج کے چھوٹا تھا اور ہر برج ایک سیارہ کے نام پر مخصوص تھا اور سیارہ کے رنگ سے رنگا ہوا تھا۔ نیچے سے اوپر تک اس ترتیب سے رنگ کیئے گئے تھے۔ سفید، سیاہ، ارغوانی، آبی، سُرخ، نقرئی، اور طلائی۔ باہر کی طرف ایک مارپیچ زینہ تھا جس کے ذریعے ایک برج سے دوسرے برج تک جاتے تھے۔ آخری برج کے اوپر عبادت خانہ تھا۔ جہاں ایک سنہری اور بہت وزنی میز رکھی ہوئی تھی۔ عبادت خانہ کے اوپر ایک طلائی گنبد تھا جو دھوپ میں خوب چمکتا تھا۔ ان سب کی لمبائی بہت زیادہ تھی۔ اور شاید ایک سو بیاسی میٹر تک پہونچتی تھی۔ ایک کاہن اس عبادت خانہ کی پاسبانی کرتا تھا۔

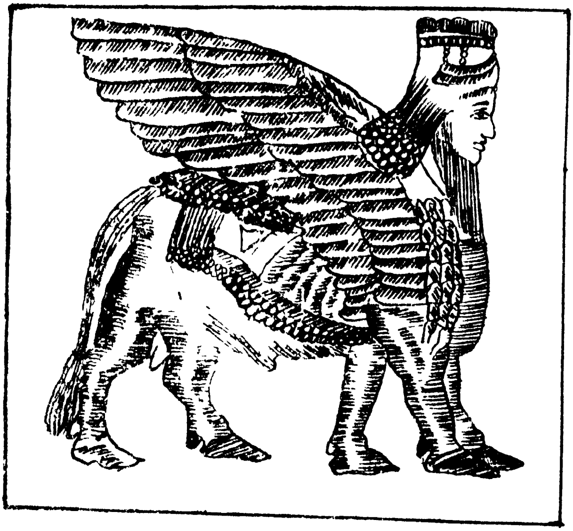
سارگن کے محل کا ہر ضلع تینتالیس میٹر بلندی رکھتا ہے اور ہر طبقہ کی ۶ میٹر اونچائی ہے۔

کلدانی اور آشوری مجسمے بہت کم دستیاب ہوئے اور وہ بہ نسبت مصر کے مجسموں کے بہت خراب ہیں۔ اس زمین میں اس کام کے لیئے اچھا مسالہ نہیں ملتا تھا۔ آشوری پتھر چونے کا اور نرم ہوتا تھا جو نقوش کے لیئے بہت اچھا لیکن مجسموں کے لیئے بہت بُرا تھا کلدہ میں کسی قسم کا پتھر نہ تھا۔ جو مجسمے شہر لگش میں پائے گئے ہیں وہ اُن سیاہ پتھروں سے بنائے گئے ہیں جو سمندر پار سے لائے گئے تھے۔ یہ مجسمے کھڑے یا بیٹھے ہوئے انسانوں کی تصویریں ہیں جو نیچی اور زردوزی قبائیں پہنے ہوئے ننگے پاؤں ہیں۔

آشوری سنگ سازوں نے اکثر سفید اور نرم سنگ مرمر کے تختوں پر نقوش برجستہ بنائے ہیں جن کو وہاں کے لوگ دیواروں اور عمارتوں کی زیب و زینت کے کام میں لاتے تھے۔

۱؎ ۲؎ ۳؎ ۴؎ تشریح کے لیئے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۱

جو زیادہ بڑے ہوتے تھے اُن کو باہر کی دیواروں میں نصب کرتے تھے۔ آشوریوں کے پتھروں کے نقوش بہت بڑے فرشتوں کی صورتیں ہیں جن کا سر کبھی عقاب کا ہوتا تھا اور کبھی دیو کی طرح جو کسی شیر کا گلا دبا رہا ہی اور کبھی پردار گائے بناتے تھے جس کا سر انسان کا تھا خرستاباد میں چھبیس پردار گائیں چار چار پانچ پانچ میٹر اونچی پائی گئی ہیں جو دیوار کے دونوں طرف بنائی گئی تھیں۔ اُس مجسمہ کی طرح جو دیوار کے اندر ہو۔ ان گایوں کے پانچ پاؤں ہوتے تھے۔



بال دار گائے

ایک طرف سے چار پاؤں دکھائی دیتے تھے دوسری طرف سے دو پاؤں گائے کے سر پر تاج ہو اُس کے بال گھونگھر والے ہوتے تھے وہ گائیں تیز نگاہوں سے دیکھتی ہوتی تھیں جو شخص لودر کے عجائب خانہ کے اُس کمرہ میں داخل ہوتا ہی جس میں آشوریوں کے عجائبات ہیں وہ ان تصویروں اور ہیکلوں کے بنانے والوں کی قدرت اور عظمت پر بے اختیار تعجب کرتا ہی۔ اندر کی دیواروں پر عمارت بنانے والے بادشاہوں کی زندگی کے واقعات لکھے جاتے تھے

خرستاباد میں اس قسم کے نقوش دو ہزار میٹر تک بنے پائے گئے ہیں۔ عمارات کالاک و نینوا میں اس سے بھی زیادہ نقوش ملے ہیں۔ پتھروں پر نقش کھودنے کے کام میں کئی سال صرف ہوتے تھے۔ اس بنا پر ضروری تھا کہ بہت سے کاریگر ایک ساتھ اس کام پر لگائے جائیں اور یہی وجہ ہے کہ سب نقوش یکساں نہیں ہیں۔ جنگی مجلسیں یہاں اچھی اور خوبصورت ہیں کیونکہ اُن کے بنانے والوں نے جزئیات تک فراموش نہیں کئے۔ مثلاً وہ بند جس سے قیدی باندھے جاتے تھے یا مُردوں کی نعشیں جو میدانِ جنگ میں پڑی ہوتی تھیں اُن کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔

دوسری قسم کے نقش پہاڑی درختوں کے یا شاخوں اور آشیانوں میں طیور کے یا پانی میں مچھلیوں کے ہوتے تھے لیکن یہ نقوش اکثر خراب اور مٹے مٹے ہوتے تھے۔ جیسے بچے تفریحاً بنا لیا کرتے ہیں اُن میں تناسب اور باقاعدگی نہیں ہے مثلاً آدمی گھوڑوں بلکہ قلعوں سے بھی بڑے ہیں اور مچھلیاں کشتیوں کے برابر ہیں۔ گدا اُن لاشوں کی برابر ہیں جنھیں وہ کھاتے ہیں اور پرند درختوں کے برابر اونچے ہیں۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس طرف کے کاریگر یہ کچھ نہیں جانتے تھے کہ دُور سے کتنی بڑی چیز کتنی نظر آتی ہے بلکہ عام طور پر اپنی طبیعت کے موافق بڑائی اور عظمت ظاہر کرنے کے لئے بڑی بڑی تصویریں بناتے تھے۔ مثلاً بادشاہ کو وزراء سے بڑا اور آشوریوں کو اُن کے دشمنوں سے بڑا بناتے تھے اور اُن کے سر فقط نیم رُخ رکھتے۔ اگر سیدھا بنانے کی ضرورت واقع ہوتی تب بھی نیم رُخ بناتے تھے چہرہ ایک ہی طرح کا بنایا جاتا تھا جس سے نہ رونے کا اثر ظاہر ہوتا تھا نہ ہنسنے کا۔ بدن سنگین لباس سے پوشیدہ ہوتا تھا اور سر، ہاتھ اور پاؤں کے سوا کوئی چیز ظاہر نہیں ہو سکتی تھی۔ باوجود ان عیبوں کے ان اطراف کے کاریگر قابلِ دید کام کرتے تھے یہ وہ بڑے بڑے نقوش ہیں جنھیں بادشاہ اور اُس کے خدّام اور ملازموں کی تصویریں معلوم ہوتی ہیں صناع ڈاڑھی اور گھونگھر والے بال اور جبہ و تاج اور قبا کے دامن کے ریشمی ریشے بہت اچھی طرح ظاہر کرتے تھے کہیں کہیں آدمیوں کی صورتیں بھی باقاعدہ بنائی ہیں۔

آشوریوں کی بہترین صنعت درندے جانور اور شکاری کتے ہیں۔ آسور بانی پال کے ایک شکار کی تصویر میں ایک شیرنی بنائی ہی جو تیر کھا کر اپنے دونوں پنجے اُٹھائے ہوئے غرّا رہی ہے اس کے بدن کا وہ پچھلا حصّہ بھی ظاہر کیا ہی جو تیر سے بیکار ہو گیا ہی یہ تصویر نہایت خوب اور بہت صحیح بنائی ہی۔

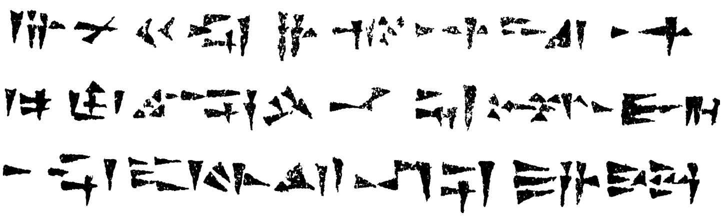
بلکہ کہنا چاہیئے کہ یونانیوں نے بھی جانوروں کی تصویریں بنانے میں اس سے بہتر کام نہیں کیا ہی۔

زینت اور آرایش جو اینٹیں عمارت بنانے کے لیے بنائی جاتی تھیں پہلے اُن پر سفید چونے سے قلعی کرتے تھے۔ جب وہ سفید ہو جاتی تھیں تو اُن پر نقاشی کی جاتی تھی وہ آدمیوں کی تصویریں ہوتی تھیں۔ ہر اینٹ پر کامل تصویر کا ایک حصّہ بنایا جاتا تھا۔ پھر اس پر ایک قسم کا روغن پھیرا جاتا تھا۔ اُس کے بعد وہ آوے میں پکائی جاتی تھی پھر اُن اینٹوں سے دیوار کو زینت دی جاتی تھی دیوار میں اینٹوں کو اِس خوبی سے جوڑتے تھے کہ سب اینٹوں کے تمام نقش ملکر کامل تصویر بن جاتی تھی۔ جو تصویریں وہ پتھروں اینٹوں فرشوں یا کپڑوں پر بناتے تھے



وہ اکثر عجیب درختوں اور جانوروں کی ہوتی تھیں۔ گل بوٹے پتے اور عجیب و غریب شکلیں جو مشرقی ممالک میں معمول ہیں اور اہلِ مغرب بھی اُن کی تقلید کرتے ہیں یہ سب کلدانیوں کی ایجاد ہیں۔

خطوط میخی کلدہ اور آشور کے تمام کھنڈروں میں بلکہ بہت قدیم ویرانوں میں بھی کتبے پائے جاتے ہیں جو حضرت عیسیٰ سے تین ہزار برس یعنی آج سے پانچ ہزار برس پہلے کے ہیں اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قدر قدیم زمانہ سے کلدانی لکھنا جانتے تھے۔ اکثر کتبے اینٹوں



آشوری میخی (یا پیکانی) خط کا نمونہ

پر منقوش ہیں۔ جن کی شکلیں مختلف ہیں۔ بعض مسطح ہیں بعض ہاتھ دھونے کے صابن سے اور بعض چھوٹے پیپوں کے مانند ہیں۔ اِن پر لکھنے کے لیئے ایک قسم کی دھات کی سلائی استعمال کی جاتی تھی۔ اُس کی نوک مسطح اور مثلثی شکل کی ہوتی تھی۔ جب اینٹیں نرم ہوتی تھیں تو اُس وقت اُن پر اُس سلائی سے نقش کر دیا جاتا تھا۔ وہ نقش لمبوترے مثلثوں کی شکل کے اور اکثر تیروں یا میخوں سے مشابہ ہوتے تھے اس لیئے اُس کو خطِ میخی یا خطِ پیکانی کہتے ہیں۔ لکھنے کے بعد اینٹوں کو آوے میں پکا لیتے تھے تاکہ اینٹیں سخت ہو جائیں اور حرف کے مٹنے کا خوف نہ رہے۔

آسور بانی پال کے محل میں جس قدر کتب خانہ ملا ہے وہ سب اینٹوں پر ہے جن کے دونوں پہلو خطوط سے پُر ہیں کلدانی اور آشوری زبانیں اور تمام متصلہ قوموں کی زبانیں مثلاً شوش

ارمنی کا پارسی اور ایرانی اسی خط میخی میں لکھی جاتی تھیں۔

کلدانی اور آشوری خط بہت مشکل تھا اُس کے ہر حرف میں چند پیکانی شکل کے خط ہوتے تھے۔ ابتدا یعنی قدیم زمانہ میں ہر حرف ایک کلمہ ہوتا تھا اُس کی بعد مختصر کرکے ہر حرف سے ایک خاص آواز مراد لی جانے لگی (مثلاً بی با بکالو لکت) اور اکثر کلمے انھیں آوازوں کی شکل میں لکھے جاتے تھے۔ اِن آوازوں کی تعداد دو سو سے متجاوز تھی۔ اور اُن میں سے اکثر آوازیں ایک دوسرے کے مشابہ تھیں اور آسانی سے باہم مشتبہ ہو جاتی تھیں۔ اِن کے علاوہ بعض قدیم حروف بھی مروج تھے جن میں سے ہر ایک بجائے خود ایک کلمہ تھا یا ایک حرف کلمہ کا کام بھی دے سکتا تھا اور ایک آواز کو ظاہر کرتا تھا۔ کلمہ ہونے کی صورت میں اور طرح سے پڑھا جاتا تھا اور حرف کی صورت میں اور طریقہ سے۔ مثلاً ایک حرف کو آن بھی پڑھ لیتے تھے اور ایلو بھی۔

یہ خط بہت مشکل تھا یہاں تک کہ خود کلدانیوں کے لیئے بھی اُس کے یاد کرنے کے واسطے مخصوص کتابیں متعدد فرہنگیں اور صرف و نحو کی کتابیں دیکھنا ضروری تھا۔ اُن میں سے بہت سی فرہنگیں اور کتابیں ہاتھ آگئی ہیں اور اُنھوں نے یورپ کے فاضل محققین کو اس خط کے پڑھنے میں بہت کچھ مدد دی ہے۔

جدید اکتشافات

اُنیسویں صدی عیسوی تک کلدہ و آشور کے جو حالات دوسری قوموں خصوصاً یہودیوں اور یونانیوں کے نوشتوں میں پائے جاتے ہیں اُن کے سوا اور کچھ معلوم نہ تھا۔ اور تقریباً اُن کی تاریخ اور طرز معاشرت سے ہم لوگ ناواقف تھے۔ بابل اور نینوا کا نام سنتے تھے لیکن یہ نہ معلوم تھا کہ یہ عظیم الشان دار السلطنت کہاں واقع تھے۔

۱۸۴۲ء میں سلطنت فرانس نے موسیو بتا (Botta) کونسل اسکندریہ کو جو علم آثار قدیمہ کی طرف بہت مائل تھا بمقام موصل بھیجا جو دجلہ کے کنارے واقع ہے۔

موسیو بتا نے مصمم ارادہ کرلیا کہ شہر نینوا کا موقع تلاش کرے لیکن دجلہ کے کنارے

کوئی ایسی چیز نہ پائی گئی جس سے شہر کے کھنڈروں کا پتہ چلتا۔ مثلاً نہ کوئی ستون تھا نہ کوئی دیوا
عربوں نے شہر موصل کے سامنے دو ٹیلوں کا نشان موسیو بتا کو دیا اور کہا کہ ہر ٹیلے پر ایک موضع
آباد تھا نیز چند آدمیوں نے بتلایا کہ لوگ اس مقام کو حضرت یونس علیہ السلام نبی کی قبر بتاتے
ہیں۔ موسیو بتا نے اپنے مصارف سے اُن دونوں ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ کو کھدوایا جس کا نام
کزون جیک (Koyundjuc) تھا۔ وہاں سے بعض برتن اور کتبے دار اینٹیں برآمد
ہوئیں لیکن کوئی اور مہتم بالشان چیز ہاتھ نہ آئی۔ ایک دہقانی ترک اس ٹیلہ کو کھدواتے اور اس قدر
آدمیوں کو یہاں کام کرتے نیز مٹی کے برتن وغیرہ جمع کرتے ہوئے دیکھ کر متعجب ہوا اور کہا کہ یہاں
سے چند فرسنگ کے فاصلہ پر ایک آبادی ہے جسے خرساباد (Korsabad) کہتے ہیں
وہاں اس قسم کے چیزیں بہت پائی جاتی ہیں۔ موسیو بتا خرساباد پہونچا یہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جو
ایک ٹیلے پر واقع تھا۔ موسیو موصوف نے اس ٹیلے کو کھدوانا شروع کیا تو قصرِ سارگن کی ایک دیوار
گائے کا سر برآمد ہوا۔ خرساباد کا وہ تمام ٹیلہ خاک کا تودہ تھا جس نے سارگن کے پایۂ تخت اور
ساریوکن کے کھنڈروں کو چھپا لیا تھا۔ موسیو بتا نے کتبوں سے بھری ہوئی دیواریں برآمد کرلیں
اور سمجھا کہ میں نے نینوا کو پا لیا ہے۔

یورپ میں جب یہ اکتشافات مشہور ہوئے تو وہاں موسیو بتا کے لئے سرمایہ جمع کیا گیا۔
اُس نے موضع خرساباد کو خرید کر تمام عمارت کو تودۂ خاک کے نیچے سے نکال لیا۔ اس کے
بعد برآمد ہوئیں اور جو نقوش وہاں سے ملے وہ موصل میں لائے گئے۔ یہ کام اس قدر مشکل تھا
کہ پندرہ کیلومیٹر کی مسافت تک اس بارِ گراں کو منتقل کرنے میں تین مہینے صرف ہوئے۔ خرساباد
کے آثار موصل سے کشتیوں میں لاد کر فرانس پہونچائے گئے۔ پیرس کے عجائب خانہ لوور میں آشوری
آثارِ قدیمہ کا جو ذخیرہ جمع ہے اُس میں سب سے عمدہ یہی چیزیں ہیں۔

۱۸۴۸ء میں موسیو پلاس (Place) بتا کا جانشین ہوا اُس نے بھی نئے سر سے
کوششیں شروع کیں اس سے پہلے ۱۸۴۵ء میں ایک انگریزی سیّاح موسوم بہ لایارڈ Layard

آشور کی تحقیقات کے لیئے مقرر ہوا تھا۔ اُس نے نمرود کے ٹیلہ کو کھدوایا وہ بھی خرساباد کی طرح کا کا ایک تودہ تھا جس نے شہر کالاک کے کھنڈروں کو چھپالیا تھا اور اُس وقت تک اس کا نام بھی کسی نے نہیں سُنا تھا۔ خلاصہ یہ کہ وہاں لایارڈ نے چار بادشاہوں کی عمارتیں کتبے اور نقوش معلوم کیئے۔ اُس کے بعد وہ جیک کا ٹیلہ کھدوانے کے لیئے گیا جو پہلے چھوڑ دیا گیا تھا۔ وہاں سے دو عمارتوں کے کھنڈر اور برآمد ہوئے۔ یہ سب کچھ ہوا مگر ابھی تک ڈھونڈھنے پر بھی نینوا کا سراغ نہ نکلا۔ اور اُسی جگہ عمارت آسور بانی پال کا کتب خانہ دستیاب ہوا جس میں اینٹوں کے اوراق ہیں۔

کزون جیک اور نمرود کے ٹیلے کھودنے سے جو آثار قدیم دستیاب ہوئے وہ لندن پہونچائے گئے لندن کا آشوری مجموعہ پیرس کے مجموعہ سے بھی بہتر اور مفصل ہے۔

سلطنت فرانس نے بھی چاہا تھا کہ بابل کے کھنڈر برآمد کرے۔ چنانچہ اس ارادہ سے ۱۸۵۱ء میں ایک شخص مقرر کیا گیا جس کا نام موسیو فرسنل تھا۔ (Fresnel) اور یہ جدہ کا قدیم کونسل اور نہایت تجربہ کار شخص تھا۔ یہ کلدہ میں پہنچا گیا تو اُس کے ساتھ ایک مصور اور ایک علم آثار قدیمہ کا عالم آپر (Opphert) نامی بھی تھا۔ ان دونوں عقلمند سیاحوں نے دو برس سے زائد اُس سرزمین میں بسر کیئے۔ اور بابل کی عمارتیں، شہر پناہیں اور معابد برآمد کرنے میں مصروف رہے۔ لیکن چونکہ فرات کے پانی میں ملی ہوئی مٹی بہت بڑی مقدار میں اُن چیزوں پر جم چکی تھی اس لیئے اُنکا کھودنا نہایت مشکل تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ بابل کے کھنڈروں سے آثار قدیمہ بہت کم دستیاب ہوئے آشوری جنگلوں اور کھنڈروں سے جو چیزیں ہاتھ آئیں وہ ایک کشتی کے ذریعہ سے فرات کی راہ سے پیرس روانہ کی گئیں۔ لیکن وہ کشتی تباہ ہو گئی اور جو کچھ ذخیرہ اُس میں تھا سب سمندر کی نذر ہو گیا۔

بیچارہ فرسنل انتہائی محنت اور رنج و غم کی وجہ سے ۱۸۵۵ء میں بمقام بغداد فوت ہو گیا۔

اُسی زمانہ کے پیکانی خطوط کے کتبے جو وہاں پہونچائے گئے تھے اُن کے پڑھنے میں علماء و دانایانِ فرنگ مصروف تھے لیکن یہ مشکل کام کسی طرح پورا نہیں ہوتا تھا کیونکہ خط نہ پہچاننے کی وجہ سے یہ بھی نہیں معلوم ہو سکتا تھا کہ یہ کس زبان میں لکھے گئے ہیں۔ حُسنِ اتفاق سے بعض کتبے ایران میں ایسے ملے جو چند زبانوں میں لکھے گئے تھے ایک فاضل انگریز موسوم بہ راؤلنسن (Rawlinson) نے اُن خطوط کے ایک حصہ کو جو قدیم فارسی میں تھا پڑھ لیا۔ اِس زبان کو اُس نے ایران کی مذہبی یعنی زردشتی کتابوں کے ذریعہ سے حاصل کیا تھا۔ اور جب فارسی خط آشوری خط سے ملایا گیا جو اُس کے مقابل میں لکھا تھا تو معلوم ہوا کہ زبانِ آشوری سامی زبانوں میں سے ہے یعنی عبری زبان سے بہت شباہت رکھتی ہے اس کے بعد کوشش کر کے پہلے آشوری اُس کے بعد کلدانی عبارتیں پڑھی گئیں۔ اور اُس زبان کی صرف و نحو درست کی گئی۔ اِس سے تاریخ کا ایک نیا باب (دروازہ) کھُل گیا۔ جس کا نام آسیرولزی (Assyriology) آشوریات یعنی آشوریوں کے حالات کا علم رکھا گیا۔ یورپ کے مشہور ممالک میں یہ علم رائج ہے۔ لیکن اس کے موجد صرف انگریز ہیں۔ مثلاً راؤلنسن و ہینکس (Hincks) اور فرانسیسیوں میں دوسلسی (Soulci) اور اپر (Oppert) وغیرہ۔

تیس برس کی مدت تک انگریز تنہا آشوری حالات کی تفتیش میں مشغول رہے اور ٹیلر اور اسمتھ (Smith) اور ہرمزدراسن (Hormuzdrassam) نے آشوری کھنڈر کی کھدائی کو انجام تک پہونچایا۔ اور لفٹس (Loftus) نے کلدہ کے چند شہروں کے کھنڈر برامد کیئے۔

اب سے چند سال پہلے فرانسیسی از سرِ نو کوشش میں مشغول ہوئے اور موسیو دوسارزک (Mousiew De Sarzeo) نے جو بصرہ میں فرانس کا نائب کونسل تھا کلدہ کے ایک پُرانے شہر میں تحقیقات شروع کی۔ اُسے چار برس کی سخت محنت کے بعد ایک معبد اور چند کلدانی مجسمے ہاتھ آئے جو بہت پُرانے ہیں۔

اِس کے بعد بھی ہمیشہ سیّاح اور علمائے یورپ کوششوں میں مصروف رہے ہیں اور کھنڈروں میں مزید تحقیقات اور کھودنے کا کام برابر جاری رہا ہے۔ جس سے روز بروز کلدانیوں اور آشوریوں کا مفصّل اور مکمل حال معلوم ہوتا رہا ہے۔

تیسرا حصّہ

بنی اسرائیل کی تاریخ

عبرانی شیوخ

شیوخ قدیم کلدانی سلطنت کے زمانہ میں کچھ ایسے خانہ بدوش گلّہ بانوں کے گروہ تھے جو فرات اور شام کے درمیانی وسیع زمین میں نقل و حرکت کرتے رہتے تھے۔ ہر گروہ کا بزرگ اُس جماعت کا شیخ ہوتا تھا۔ یہ شیخ اپنے ساتھ بہت سی عورتیں بچّے نوکر، چاکر رکھتے تھے۔ یہ سب ایک بڑے خاندان کی طرح زندگی بسر کرتے اور اپنے شیخ کے فرماں بردار رہتے تھے۔ ہر خاندان بکریوں بھیڑوں اور اونٹوں کے گلّے رکھتا تھا۔ جس زمین میں مواشی کے چرنے کے قابل گھانس پاتے تھے وہیں قیام کرتے تھے۔ اور اونٹوں کی کھال کے خیمے قایم کرکے اُن میں رہتے تھے۔ اور جب اُس سرزمین کی گھانس ختم ہوجاتی تھی تو اور دوسری زمین کی تلاش میں روانہ ہوجاتے تھے۔

اِن لوگوں کی زندگی نہایت سادہ اور غذا نباتات اور مواشی کا گوشت تھا اور پوشاک اونی کپڑے۔ یہ مکان نہیں بناتے تھے۔ اُن کا سامان لکڑی یا مٹّی کے برتن اونٹ کی اون کے چند کمل اور صرف چند صندوق تھے اُن کی زینت کا اسباب سونے اور چاندی کے حلقے تھے

جو عورتیں پاؤں میں پہنتی تھیں۔ اور گلوبند و گوشوارے اور نتھ تھی جو اب بھی بدوی عربوں میں مروّج ہی۔

ابراھیمؑ اُن کے شیوخ میں سے ایک شیخ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے جو اپنے قبیلہ کے ساتھ حرکت کرکے صحرا میں ہوتے ہوئے سوریہ چلے گئے۔ اِن بزرگوار کے مفصل حالات زندگی توریت میں اس طرح تحریر ہیں کہ ابراہیمؑ نے پچھتر سال کی عمر میں پروردگار کی آواز سُنی جس نے حکم دیا کہ "تو اپنے ملک کے باہر جس جگہ کا میں نشان دیتا ہوں وہاں جا میں تیری اولاد کو ایک بڑی قوم بناؤنگا۔ اور تیرے نام کو بڑی عظمت دونگا۔ اور تمام روئے زمین کی قومیں تیرے وسیلہ سے نجات پائینگی۔

حضرت ابراہیمؑ اپنے پروردگار کے حکم سے سفر کو تیار ہوئے اور اپنے بھتیجے حضرت لوطؑ کو بھی ہمراہ لیا اور خاندان کے جتنے اشخاص تھے سب کو ساتھ لے کر سوریہ پہونچے اُس کے بعد مصر گئے وہاں سے بھی روانہ ہوکر ایک ایسے مقام پر پہونچے جہاں سب جانوروں کے لائق چارہ نہ تھا۔ اس لیئے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کے گلہ بان آپس میں لڑنے لگے۔ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت لوطؑ علیہ السلام سے فرمایا۔ "میں یہ نہیں چاہتا کہ میرے اور تمھارے آدمیوں میں کسی قسم کا فساد ہو کیونکہ سب آپس میں بھائی ہیں اس لیئے بہتر ہی کہ ہم تم جدا ہو جائیں"۔ حضرت لوطؑ دشت اُردن (Jourdain) میں چلے گئے جو پانی کی افراط کی وجہ سے ایک باغ کے مانند تھا اور بحر المیت کے کنارے قیام کیا یہ ملک سدوم (Sodome) کی سرزمین ہی۔ وہاں کے رہنے والے اُس وقت بہت بداخلاق تھے۔ اور حضرت ابراہیمؑ نے بلوط (املتا Mambre) کے درختوں کے نزدیک خیمے قایم کیئے اور وہاں خداوند کے لیئے مذبح (قربان گاہ) بنایا۔ ایک روز ابراہیم علیہ السلام نے پھر خدا کی آواز سُنی۔ جس نے حکم دیا کہ:۔

اے ابراہیم خوف نہ کر میں تیرا محافظ ہوں اور میں تجھے بہت اچھا بدلہ دونگا۔

حضرت ابراہیمؑ نے جواب میں عرض کیا۔ کہ

اے خداوند! مجھ کو کیا عطا ہوگا۔ کیا میں بے اولاد مرجاؤں گا اور میرا وارث فقط میرا خادم الیوزر (Eliezer) ہوگا۔

خدا کی طرف سے حکم ہوا کہ:۔

تیرا خادم الیوزر تیرا وارث نہ ہوگا بلکہ تیری پشت سے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔

پھر حکم ہوا کہ "اپنے خیمہ کے باہر جا" آپ جب باہر تشریف لے گئے تو حکم ہوا کہ "آسمان کی طرف نظر کر اور ستاروں کو دیکھ۔ کیا تو ان کو گن سکتا ہے تیری اولاد بھی اسی قدر ہوگی"۔

چونکہ حضرت ابراہیمؑ کی بیوی سارہ سے کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی اس لیے اُنھوں نے اپنے شوہر سے کہا کہ میری خادمہ ہاجرہ مصری سے عقد کرلو ممکن ہے کہ اُس سے کوئی اولاد ہو۔ حضرت ابراہیمؑ نے ہاجرہ سے عقد کرلیا اور اُن سے ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام اسمٰعیلؑ رکھا گیا۔ اُس کے بعد سارہ سے بھی ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام اسحٰقؑ قرار پایا۔ حضرت ابراہیمؑ بہت مالدار ہوگئے۔ ایک دن اسمٰعیلؑ نے اسحٰقؑ پر طنز کیا جو سارہ کو ناگوار معلوم ہوا اور حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ اس خادمہ اور اس لڑکے کو یہاں سے دور کردو۔ ابراہیم علیہ السلام نے صبح سویرے اُٹھ کر تھوڑی روٹی اور مشک میں پانی بھر کر ہاجرہ اور اُن کے لڑکے کو مکان کے باہر نکال دیا ہاجرہ جنگل میں آکر راستہ بھول گئیں اور جب مشک کا پانی تمام ہوگیا تو اسمٰعیلؑ کو ایک درخت کے نیچے رکھ کر ایک تیر کے فاصلہ پر بیٹھ گئیں تاکہ اپنے لڑکے کی موت نہ دیکھیں پھر وہ رونے لگیں اُس وقت ہاجرہ کو ایک فرشتہ نے آواز دی اور کہا کہ "اے ہاجرہ غمگین نہ ہو اور خوف نہ کر خدا نے تیرے لڑکے کی آواز سنی جا اور اُسے اُٹھا کہ اُس سے ایک بڑی قوم پیدا ہوگی ہاجرہ پلٹ کر آئیں تو ایک چشمہ پایا اور مشک کو اُس کے پانی سے بھر کر اپنے لڑکے کو پلایا اور یہ دونوں

سلہ و سلہ۲ حضرت ہاجرہ خادمہ نہیں تھیں بلکہ شاہ مصر نے اپنی لڑکی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہ کے اخلاق اور تہذیب کو دیکھ کر دی تھی تاکہ وہ اُن کی صحبت میں رہ کر بہترین عورت ہوجائے۔ شاہ مصر نے لڑکی کو دیتے وقت خادمہ کا لفظ ادباً استعمال کیا تھا نہ واقعتہً ۱۲

ماں بیٹے یہاں رہنے لگے۔ خلاصہ یہ کہ اسمٰعیلؑ نے بڑے ہو کر فنِ تیر اندازی میں بہت کمال پیدا کیا اور قومِ عرب کے مورثِ اعلیٰ ہوئے۔

لوطؑ جو سدوم میں رہ گئے تھے ایک رات جب کہ وہ اپنے مکان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اُنھوں نے دیکھا کہ وہاں کچھ لوگ آئے ہیں (وہ خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے تھے) لوطؑ اُن کے استقبال کے لیئے آگے بڑھے اور اُن کو سجدہ (تعظیمی) کیا اور کہا کہ:-

"اپنے بندہ کے مکان میں چلو اپنے پاؤں دھو، رات کو آرام کرو صبح کو چلے جانا"

اُن کے لیئے کھانے کا انتظام کیا۔ ابھی وہ لوگ سوئے نہ تھے کہ اہلِ سدوم دروازے پر آئے اور حضرت لوطؑ کو دھمکا کر کہا کہ مسافروں کو ہمیں دیدو (یہ لوگ اُنھیں تکلیف پہونچانا چاہتے تھے) لوطؑ نے انکار کیا اُنھوں نے چاہا کہ لوطؑ کے مکان کا دروازہ توڑ ڈالیں لیکن فرشتوں نے اُن کو اندھا کر دیا۔ اور لوطؑ سے کہا کہ تم معہ اپنے خاندان کے اس ملک سے چلے جاؤ ہم اس ملک کو برباد کر دینگے کیونکہ یہاں گناہوں کی بہت کثرت ہو گئی ہے۔ علی الصباح اُن فرشتوں نے لوطؑ اور اُن کی بیوی اور لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر شہر کے باہر کر دیا اور کہا کہ اپنے پیچھے پلٹ کر نہ دیکھنا مگر لوطؑ کی بیوی نے اُن کے حکم کی پروا نہ کی اور پیچھے پلٹ کر دیکھا وہ فوراً نمک کی مورت بن گئی۔ لوطؑ معہ اپنی دو لڑکیوں کے طلوعِ آفتاب کے وقت ایک گاؤں میں پہونچ گئے۔ شہر سدوم اور عامورہ پر آگ کی بارش ہونے لگی جس سے وہ دونوں شہر تباہ اور وہاں کے رہنے والے سب ہلاک ہو گئے۔

ایک دن خداوند نے امتحان کے لیئے ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ میرے لیئے اپنے عزیز بیٹے یعنی اسحاقؑ کی قربانی کرو ابراہیمؑ نے صبح اٹھ کر اپنے خچر پر پالان رکھا اور اسحٰقؑ کو دو خادموں کے ساتھ لے کر باہر آئے۔ قربانی کے لیئے تھوڑی لکڑیاں جمع کیں تیسرے روز اُس مقام کو دیکھا جو خدا نے قربانی کے لیئے مقرر کیا تھا۔ خادموں کو حکم دیا کہ تم یہیں ٹھہرو میں اور میرا بیٹا پہاڑ پر عبادت کے لیئے جاتے ہیں۔ اِس کے بعد لکڑیاں اسحٰقؑ کی پیٹھ پر رکھ کر اور خود چھری اور آگ لے کر

پہاڑ پر روانہ ہوئے۔ اسحٰقؑ نے کہا اے باپ! یہ آگ اور چھری کیا ہوگی؟ قربانی کے لیے مینڈھا کہاں ہے؟ ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ خدا مہیا کردیگا۔ جب پہاڑ پر پہونچے تو ابراہیمؑ نے مذبح درست کیا اور اُس میں لکڑیاں رکھیں لکڑیوں پر اپنے لڑکے کو باندھ کر لٹایا اور اُسے ذبح کرنے کو چھری نکالی اُس وقت خدا کے ایک فرشتہ نے اُنھیں آواز دی کہ "اے ابراہیمؑ اب لڑکے پر دست اندازی نہ کر کیونکہ خدا نے سمجھ لیا کہ تو اُس سے ڈرتا ہے اور تو نے اُس کی راہ میں اپنے لڑکے کی قربانی سے دریغ نہ کیا" ابراہیمؑ نے سر اُٹھایا تو ایک مینڈھے کو دیکھا جس کے سینگ ایک درخت کی شاخوں میں اٹکے ہوئے تھے۔ اُسے لے کر حلال کیا۔ اُس کے بعد ایک آواز سُنی کہ "تو نے میرے لیے اپنے لڑکے کو بھی عزیز نہ رکھا میں تجھ کو برکتیں عطا کروں گا اور تیری اولاد آسمان کے ستاروں اور زمین کے ذروں کی طرح بہ کثرت ہوگی"۔[1]

اسحٰقؑ اور ربقہ

سارہ کے انتقال کے بعد ابراہیمؑ نے اپنی وفات سے پہلے اپنے خادم الیعزر کو ہدایت دی کہ وہ اپنے ملک میں جائے اور وہاں اسحٰقؑ کے لیے بیوی تلاش کرے کیونکہ وہ اُن کی شادی اُس قوم میں جو کنعان میں رہتی تھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ الیعزر نے [illegible] اپنے ہمراہ لیے۔ قریۂ ناحور کی راہ لی اور کلدہ پہونچا جہاں ابراہیمؑ کے بھائی کی اولاد رہتی تھی۔ شام کے وقت ایک کنواں ملا جہاں اُس نے اپنے اونٹ کو آرام کرنے کے لیے چھوڑ دیا اُس وقت لڑکیاں پانی بھرنے کے لیے کنوئیں پر آئیں الیعزر نے ہاتھ اٹھا کر کہا کہ اے میرے آقا ابراہیمؑ کے خدا آج مجھے اُس چیز کا نشان دے جسے میں طلب کرتا ہوں اور جوان لڑکیاں جو کنوئیں پر آئی ہیں۔ ایسا کر کہ جو لڑکی مجھے اور میرے اونٹ کو پانی دے وہ اسحٰقؑ سے منسوب ہو۔ اُس وقت ایک جوان اور خوبصورت لڑکی اپنا گھڑا بھر کر روانہ ہوئی اس کا نام ربقہ تھا الیعزر نے دوڑ کر اُس سے پانی مانگا۔ اُس نے کہا کہ اے میرے آقا پانی پی یہ کہہ کر گھڑا نیچے اتارا الیعزر نے سیر ہو کر پانی پیا لڑکی نے اُس سے کہا کہ اب تیرے اونٹوں کے لیے پانی کھینچتی ہوں اُس کے بعد اونٹوں کے پانی پینے کی

[1] اسلام کے نزدیک حضرت اسمعیل کی جگہ حضرت اسحٰقؑ کی قربانی کی روایت غلط ہے

کی جگہ پر گھڑے کا سب پانی ڈال دیا پھر اُن کے لیئے اور پانی کھینچا یہاں تک کہ اونٹ بھی سیراب ہوئے الیوزر نے تعجب کے ساتھ اُس کی طرف دیکھا لیکن کچھ کہا نہیں۔ جب اونٹ پانی پی چکا تو الیوزر نے ایک انگوٹھی اور دو طلائی بازوبند نکال کر اُسے دیئے اور اُس سے دریافت کیا کہ تو کس کی لڑکی ہے کیا میں تیرے باپ کے گھر میں رات بسر کر سکتا ہوں۔ لڑکی نے کہا کہ میں ناحور کی لڑکی ہوں اور میرا نام ربقہ ہے اور تم ہمارے گھر میں رہ سکتے ہو۔ الیوزر نے کہا کہ شکر ہے میرے آقا کے خدا کا جس نے میرے آقا کے گھر میں مجھے جگہ دی۔ لڑکی نے اپنے گھر جا کر اپنی ماں کو اطلاع دی اُس کے بھائی لابان نے انگوٹھی اور طلائی بازوبند دیکھ کر الیوزر کو تلاش کیا اور اپنے گھر میں لے آیا۔ اونٹوں پر سے سامان اُتار کر اُن کے سامنے چارہ ڈالا اور الیوزر کو پانی دیا کہ وہ پاؤں دھوئے اور اُس کے لیئے کھانا جلد تیار کرایا۔ الیوزر نے کہا کہ میں جب تک اپنا مطلب نہ کہہ لونگا کھانا نہ کھاؤنگا۔ اُس کے بعد بیان کیا کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور اُس نے کس طرح اپنے آقازادہ کے لیئے بیوی کو تلاش کیا اور خاص کر اُس نے اپنی دعا بیان کی۔ ربقہ کے بھائی اور باپ نے جواب دیا کہ یہ بات جب خدا نے مقرر کر دی ہے تو ہم اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔ ربقہ کو لے جاؤ تاکہ وہ تمہارے آقازادہ کی بیوی ہو۔

الیوزر نے سجدہ شکر بجا لایا اور سونے چاندی کے زیور اور کپڑے جو وہ اپنے ساتھ لایا تھا دیئے اور درخواست کی کہ وہ کل اپنے آقا کی طرف واپس جانا چاہتا ہے۔ ربقہ کے باپ اور بھائی نے خواہش کی کہ وہ دس روز تک اور اُن کا مہمان رہے مگر اُس نے کہا میرے سفر میں حارج نہ ہو کیونکہ خدا نے میرا مطلب پورا کر دیا اب میرا جلد واپس ہونا ہی بہتر ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم ربقہ سے دریافت کرتے ہیں دیکھیں وہ خود کیا چاہتی ہے۔ اُس کے بعد ربقہ کو بلا کر دریافت کیا اُس نے بھی منظور کر لیا۔ چنانچہ وہ اپنی دائی اور بہن کے ساتھ روانہ ہوئے۔

ایک روز شام کے وقت اسحٰق جنگل میں تھے اُنھوں نے دیکھا کہ چند اونٹ آرہے ہیں اور ایک اونٹ پر ایک لڑکی سوار ہے۔ وہ لڑکی ربقہ تھی۔ ربقہ اسحٰق کو دیکھ کر اونٹ سے اُتر پڑی اور

الیوزر سے دریافت کیا کہ یہ کون مرد ہے الیوزر نے کہا کہ یہ میرا آقا ہے ربقہ نے اپنا منھ چھپا لیا
الیوزر نے سب داستان اپنے جوان آقا سے بیان کی۔ اسحٰقؑ ربقہ کو اپنی ماں کے خیمے میں لے گئے
اور اُس سے شادی کر لی۔

یعقوب اور عیص

ربقہ سے ایک مدّت تک کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آخر اسحٰق نے دعا کی اور ربقہ سے دو لڑکے ہوئے۔ بڑا لڑکا سُرخ رنگ کا تھا اور اُس کے بدن پر بال بہت تھے اُس کا نام عیص (عیسو) رکھا گیا دوسرے لڑکے کا نام یعقوبؑ رکھا۔ عیص جب بڑا ہوا تو وہ شکار کا بہت شوقین تھا اور اپنی عمر شکار کے لیے جنگل میں بسر کرتا تھا۔ یعقوب بڑا ہونے کے بعد نرم دل ظاہر ہوا اور اکثر اپنے خیمہ میں رہتا تھا۔ اسحٰقؑ عیص کو بہت چاہتے تھے کیونکہ وہ شکار دوست تھے اور ربقہ کو یعقوبؑ سے زائد محبّت تھی۔

ایک دن یعقوبؑ نے مسور کی دال پکائی اُس دن عیص شکار سے بہت خستہ ہو کر آیا تھا اُس نے بھائی سے کہا کہ یہ کھانا مجھے دیدو یعقوبؑ نے کہا کہ اس کے عوض اپنا حقِ بزرگی میرے ہاتھ فروخت کردو عیص نے کہا جب میں بھوک سے مرا جاتا ہوں تو حقِ بزرگی کس کام آئیگا۔ چنانچہ اُس نے اپنا حقِ بزرگی مسور کی دال کے عوض بھائی کے ہاتھ فروخت کردیا۔

جب حضرت اسحٰقؑ ضعیف و نابینا ہوگئے تو ایک دن عیص سے کہا کہ میں ضعیف ہوں اور موت کا وقت مجھے معلوم نہیں تم اپنا تیر و کمان لے کر میرے لیے شکار لاؤ اور میرا مرغوب طبع کھانا تیار کرو تاکہ میں مرنے سے پہلے تمھیں برکتیں دوں۔

جب عیص شکار کو چلا گیا تو ربقہ نے اسحٰقؑ کی گفتگو یعقوبؑ سے بیان کی اور کہا کہ ایک بکری کا سر لا تاکہ میں تیرے باپ کی مرغوبِ طبع غذا تیار کروں اور وہ مرنے سے پہلے تجھے برکتیں دے۔ یعقوبؑ نے کہا کہ میرے بدن پر بال نہیں ہیں میرا باپ ہاتھ پھیر کر دیکھے گا اور جب میرا فریب معلوم ہوگا تو وہ مجھے بجائے برکت کے لعنت دیگا ربقہ نے کہا کہ وہ لعنت مجھ پر ہوگی۔ اِس کے بعد غذا تیار کی گئی۔ پھر ربقہ نے عیص کے کپڑے یعقوبؑ کو پہنائے اور اُس کے

ہاتھ اور گردن بکری کی کھال سے چھپا دیئے۔ یعقوبؑ وہ غذا اور روٹی اسحٰقؑ کے پاس لے گئے اور کہا کہ اے میرے باپ اسحٰقؑ نے کہا تو کون ہے یعقوبؑ نے کہا میں تیرا بڑا بیٹا عیص ہوں اور تیرے لیئے غذا لایا ہوں۔ اسحٰقؑ نے کہا تو اتنی جلد شکار سے کیونکر آ گیا یعقوبؑ نے کہا خدا نے میرے لیئے شکار جلد بھیج دیا۔ اسحٰقؑ نے کہا میرے قریب آ میں تیرے ہاتھ دیکھوں تاکہ معلوم ہو کہ تو دراصل میرا بیٹا عیص ہے۔ یعقوبؑ نزدیک گئے۔ اسحٰقؑ نے اُن کو چھوا اور بکری کی کھال کی وجہ سے نہ پہچانا۔ اور کہا کہ تیری آواز یعقوب کی آواز کی طرح ہے لیکن ہاتھ عیص کے ہیں اُس کے بعد غذا طلب کرکے کھائی اور کہا کہ سامنے آ تاکہ میں تجھے بوسہ دوں۔ جب یعقوبؑ سامنے گئے تو اسحٰقؑ نے محسوس کیا کہ عیص کے کپڑے ہیں اور برکت کی دعا دی۔ کہ خدا تجھے آسمان سے شبنم اور زمین سے گیہوں اور روغن وغیرہ دے۔ آدمی تیرے مطیع ہوں اور قومیں تجھے سجدہ کریں اور تو اپنے بھائیوں پر مسلّط ہو۔ اور تیری ماں کا بیٹا تجھے سجدہ کرے۔

اِس کے بعد یعقوب باہر چلے گئے اور عیص شکار لے کر واپس آئے اس کی غذا تیار کرکے باپ کے سامنے لے گئے اور برکت چاہی اسحٰقؑ بہت متاثر ہوئے اور کہا کہ وہ کون تھا جو میرے لیئے شکار لایا اور مجھ سے برکت لے گیا۔ عیص نے کہا کہ اے میرے باپ مجھے بھی برکت دے۔ اسحٰقؑ نے کہا کہ تیرا بھائی حیلہ سے تیری برکت لے گیا۔ اور میں نے اُسے تجھ پر صاحب اختیار اور تیرے سب بھائیوں کو اُس کا خادم کر دیا۔ اب میں تیرے لیئے کیا کر سکتا ہوں۔ یہ سُن کر عیص کو بہت غصّہ آیا اور کہا کہ میں یعقوب کو مار ڈالونگا۔ ربقہ نے خوفزدہ ہو کر یعقوبؑ کو اپنے بھائی لابان کے پاس بھیج دیا۔

یعقوبؑ لابان کے پاس

یعقوبؑ لابان کی طرف روانہ ہوئے جب رات ہوئی تو سونے کے لیئے ایک مقام پر ٹھہر گئے اور ایک پتھر اپنے سر کے نیچے رکھ کر سو گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک زینہ زمین سے آسمان تک لگا ہے اور فرشتے اُس زینہ سے چڑھتے اُترتے ہیں۔ خداوند اوپر ہے اور یعقوبؑ سے کہہ رہا ہے کہ میں تیرا اور ابراہیمؑ و اسحٰقؑ کا خدا ہوں۔ جو زمین تو

دیکھ رہا ہی یہ تیری نسلوں کی ہوگی۔ اور تیری نسل زمین کے غبار سے زیادہ ہوگی۔ اور میں تیرے ساتھ ہوں جہاں تو جائیگا۔ تیرا محافظ رہوں گا۔ اور تجھے اِس مکان میں واپس لاؤنگا۔ یعقوبؑ بیدار ہوکر خوف زدہ ہوئے۔ اور کہا کہ یہ خانۂ خدا ہی۔ جو پتھر سر کے نیچے رکھا تھا وہ اُس جگہ یادگار کے لیئے نصب کردیا۔ جب لابان کے ملک میں پہونچے تو ایک کنوئیں پر ٹھہر گئے جس کے مُنھ پر ایک بڑا پتھر رکھا تھا۔ اور وہاں چرواہے جانوروں کو پانی پلانے کے لیئے لاتے تھے یعقوبؑ نے چرواہوں سے پوچھا تم لابان کو جانتے ہو اُنھوں نے ایک لڑکی کو بتلایا" جو ایک گلہ اپنے ساتھ لیئے ہوئے تھی" کہ یہ لابان کی بیٹی ہی اور اِس کا نام راحیل ہی۔ جو پتھر کنوئیں پر رکھا ہوا تھا اُسے یعقوبؑ نے اُٹھالیا اور جانوروں کو پانی پلانے میں اُس لڑکی کو مدد دی۔ پھر اُس سے کہا کہ میں ربقہ کا لڑکا ہوں۔ لابان نے جب یہ سنا تو آکر یعقوبؑ کو گلے سے لگایا اور اپنے گھر لے گیا ایک مہینہ کے بعد لابان نے یعقوبؑ سے کہا کہ چونکہ تو میرا عزیز ہی اور میری خدمت کرتا ہی اس لیئے بتا کہ کیا مزدوری چاہتا ہی۔ یعقوبؑ نے کہا کہ میں سات برس تمھاری خدمت کرونگا اور تم اپنی چھوٹی لڑکی راحیل کے ساتھ میری شادی کردینا۔

یعقوبؑ نے سات برس خدمت کرکے راحیل کو طلب کیا جسے وہ بہت چاہتے تھے لابان نے بجائے چھوٹی لڑکی کے اپنی بڑی لڑکی اُن سے بیاہ دی۔ یعقوبؑ نے اس کی شکایت کی لابان نے کہا کہ ہمارے ملک کی یہ رسم نہیں ہی کہ بڑی لڑکی سے پہلے چھوٹی لڑکی کا عقد کردیں۔ یعقوبؑ راضی ہوگئے اور پھر سات برس تک خدمت کرکے راحیل سے عقد کیا۔ اور اُسی ملک میں رہنے لگے وہاں بہت سے گلے حاصل کیئے اور بارہ لڑکے ہوئے منجملہ اُن کے دو راحیل کے بطن سے تھے

یعقوبؑ کی واپسی

لابان کے لڑکوں نے یعقوبؑ سے کہا کہ تو ہمارے باپ کے مال سے مالدار ہوگیا ہی یہ سُن کر یعقوبؑ نے وطن واپس جانے کا مصمم ارادہ کیا۔ اور اپنے خاندان اور گلّوں کو لے کر خفیہ روانہ ہوئے۔ جب اُس ملک میں پہونچے جہاں اُن کے بھائی عیص رہتے تھے تو اُن کے [illegible] ایک قاصد روانہ کیا کہ اُن حالات سے بھائی کو مطلع کرنے۔ اور اُن سے

معافی چاہے ۔ قاصد نے واپس آکر بیان کیا کہ تمھارا بھائی چار سو آدمیوں کے ساتھ تمھارے دیکھنے کے لیئے آتا ہے ۔ یعقوبؑ بہت خوف زدہ ہوئے اور خیال کیا کہ عیص انھیں مارنے کے لیئے آرہے ہیں ۔ اس لیئے دفع شر کے واسطے دو سو بکریاں اور بیس بکرے ۔ دو سو بھیڑیں اور بیس مینڈھے ۔ تیس اونٹنیاں معہ ان کے بچوں کے ۔ چالیس گائیں اور دس بیل ۔ بیس خچریاں اور دس خچر ۔ اپنے مواشی میں سے عیص کو پیش کرنے کے لیئے الگ کیئے ۔ اور ان کے پانچ گلے بنائے ۔ اور حکم دیا کہ چرواہے ان کے جلو میں چلیں اور ہر گلے کے درمیان میں ایک فاصلہ مقرر کیا ۔ پھر سب چرواہوں سے کہا کہ جس وقت عیص تم کو دیکھیں اور دریافت کریں کہ تم کون ہو تو کہنا کہ یہ گلے تمھارے خادم یعقوبؑ کے ہیں جو اس نے اپنے آقا عیص کے لیئے بھیجے ہیں ۔ یعقوبؑ کا یہ مطلب تھا کہ وہ اس صورت سے عیص کا غصہ ٹھنڈا کریں ۔ پھر یعقوبؑ نے اپنے خاندان کو نہر کے دوسری طرف بھیج دیا اور خود تنہا رہ گئے ۔ آدھی رات کو ایک نامعلوم شخص سے لڑائی ہوئی یعقوبؑ نے اسے دے مارا اور لنگڑا کر دیا ۔ صبح کو اس شخص نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو اور جانے دو کہ صبح ہو گئی ہے ۔ یعقوبؑ نے کہا کہ جب تک تو مجھے برکت نہ دیگا میں نہ جانے دونگا ۔ اس شخص نے کہا تیرا نام کیا ہے ۔ یعقوبؑ نے اپنا نام بتایا اس شخص نے کہا کہ آیندہ تیرا نام یعقوبؑ نہیں بلکہ اسرائیل (خدا سے لڑنے والا) ہوگا ۔ اس وقت یعقوبؑ نے سمجھا کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے (قاصد) سے لڑے تھے ۔ عیص چار سو ساتھیوں کے ساتھ پہونچے ۔ یعقوبؑ نے اپنے خاندان کو صفوں میں کھڑا کیا اور بھائی کے استقبال کے لیئے بڑھے ۔ سات جگہ زمین کو بوسہ دیا عیص بہت متاثر ہوئے اور دوڑ کر یعقوبؑ کو گلے سے لگا لیا دونوں بھائی روئے اس کے بعد عیص نے یعقوبؑ کی بیویوں اور بچوں کو دیکھ کر دریافت کیا یہ کون ہیں ۔ یعقوبؑ نے کہا کہ یہ لڑکے ہیں جو خداوند نے تمھارے خادم کو عطا کیئے ہیں ۔ پہلے خدمتگار معہ اپنے لڑکوں کے سامنے آئے انھوں نے عیص کو سجدہ کیا ان کے بعد لیاہ اور اس کے لڑکے آئے سب کے بعد راحیل اور اس کے لڑکے عیص کے سامنے آئے عیص نے پہلے یعقوبؑ کے ان گلوں کو جو بطور ہدیہ پیش کیئے گیئے

سے قبول نہیں کیا اور کہا کہ میں بہت مالدار ہوں اے بھائی جو کچھ تم نے حاصل کیا ہی اسے اپنے لیئے رکھو لیکن یعقوبؑ نے اصرار کے ساتھ درخواست کی آخر عیص نے قبول کئے اور دونوں بھائی جدا ہوئے۔ یعقوبؑ اسحقؑ کے پاس گئے۔ اور اسحقؑ نے ایک سو اسّی برس کی عمر میں وفات پائی۔

یوسف کے بھائیوں کا یوسف کو فروخت کرنا

راحیل کے بڑے لڑکے کو جس کا نام یوسفؑ تھا یعقوبؑ[2] بہت عزیز رکھتے تھے اور یوسف کے بھائی اسی وجہ سے اُن سے حسد کرتے تھے۔ اتفاقاً یوسفؑ نے ایک خواب دیکھ کر اپنے[1] بھائیوں سے بیان کیا جس سے بھائیوں کا حسد اور ترقی کر گیا۔ یوسفؑ نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم اور تم جنگل میں درخت بو رہے ہیں۔ میرا درخت فوراً بلند ہو گیا اور تمھارے درخت اُس کے گرد جمع ہو گئے اور سجدہ کرنے لگے۔ بھائیوں نے کہا کہ کیا اس خواب کی یہ تعبیر ہی کہ تو ہم پر بادشاہ ہوگا۔ یوسف نے دوسرے روز اُن سے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہی کہ آفتاب اور چاند اور گیارہ ستارے میرے آگے سجدہ کرتے ہیں یوسف کے باپ نے یہ سُن کر اُسے ملامت کی کہ کیا تو یہ چاہتا ہی کہ میں اور تیری ماں اور گیارہ بھائی تجھ کو سجدہ کریں۔ ایک روز یوسف کے بھائی بہت دور جنگل میں گلہ چرا رہے تھے یعقوبؑ نے یوسف کو اُن کی خبر کے لیئے بھیجا اُنھوں نے یوسف کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ وہی ہی جس نے خواب دیکھا ہی۔ ہم اس کو مار کر کنوئیں میں ڈال دینگے اور دیکھیں گے کہ اس کا خواب اسے کیا فائدہ پہونچاتا ہی۔ ایک نے کہا کہ اس کا خون نہ بہاؤ بلکہ صرف کنوئیں میں ڈال دو۔ (اُس نے نیال

---

[1] اہل اسلام حسب فرمان خداوندی حضرت یوسفؑ کا اپنا خواب اس طرح اپنے باپ حضرت یعقوبؑ سے بیان کرنے کے معترف ہیں۔ اذ قال یوسف لابیہ یا ابت انی رایت احد عشر کوکباً والشمس والقمر رایتہم لی ساجدین یعنی اے باپ میں نے دیکھا ہی کہ گیارہ تاروں اور آفتاب و مہتاب نے آسمان سے اُتر کر مجھے سجدہ کیا۔ لیکن باپ کی ملامت کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ بھائی البتہ اس خواب کے شیطان سے سنکر حضرت یوسف سے ناراض ہو گئے تھے (دیکھو تفسیر جلالین شریف تفسیر حسینی)

[2] یہ واقعہ بھی کلام اللہ میں دوسری طرح مذکور ہے۔

کیا تھا کہ جب بھائی چلے جائینگے تو میں نکال لونگا)۔

جب یوسفؑ وہاں پہونچے تو بھائیوں نے اُن کے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اُن کو ایک اندھے کنوئیں میں ڈال دیا۔ اُس کے بعد کھانا کھانے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک قافلہ ادھر سے گذرا جو اونٹوں پر عطر وغیرہ لادے ہوئے مصر لئے جا رہا تھا یہودا نے یوسفؑ کے اور بھائیوں سے کہا کہ ہم کو یوسفؑ کے قتل سے کیا فائدہ ہوگا بہتر ہی کہ اُسے اِس قافلہ کے ہاتھ فروخت کردیں کیونکہ وہ ہمارا بھائی اور ہمارے جسم کا ایک حصّہ ہی۔ بھائیوں نے یہودا کی بات پسند کی اور یوسفؑ کو کنوئیں سے نکال کر بیس[1] درہم میں بیچ ڈالا اور ایک بکری ذبح کر کے یوسف کے کپڑے اُس کے خون سے آلودہ کر کے یعقوبؑ کے پاس بھیجے اور یہ بیان کیا کہ ہم نے جنگل میں یہ خون آلودہ کپڑے پائے ہیں۔ یعقوبؑ نے وہ کپڑے پہچان کر کہا کہ یہ میرے بیٹے کے کپڑے ہیں اور اُسے درندوں نے کھا لیا۔ یہ سمجھ کر اُنھوں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور رونا شروع کیا کسی شخص کی تسلّی و تشفّی کا اُن پر اثر نہیں ہوتا تھا۔ اور وہ کہتے تھے کہ میں یہاں تک روؤنگا کہ مر جاؤں اور اپنے بیٹے کے پاس جا پہونچوں۔

یوسف مصر میں

قافلہ کا تاجر مصر میں یوسف کو لے گیا اور فرعون کے خواجہ سرا ابوطیفر کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اُسے یوسف سے محبت پیدا ہوگئی لیکن اُس کی بیوی نے یوسف پر تہمت لگا کر شاہی قیدخانہ میں بھیج دیا۔ اتفاقاً فرعون کا خانساماں اور ساقی بھی اُسی قیدخانہ میں قید ہوئے ایک رات کو اُن دونوں نے خواب دیکھے صبح کو وہ بہت متفکر تھے کیونکہ اُس کی تعبیر اُن کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ آخرکار وہ لوگ حضرت یوسف کی طرف متوجہ ہوئے کہ وہ اس کی تعبیر بیان کریں۔ ساقی نے خواب دیکھا تھا کہ انگور کی تین شاخیں درخت میں بار آئیں۔ اُس کے بعد اُن شاخوں میں انگور پیدا ہوگئے اور اُس نے اُن انگوروں کو پیالے میں نچوڑ کر فرعون کو دیا۔ یوسفؑ نے اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ تین شاخوں سے تین دن

---

[1] اہل اسلام کے نزدیک مقدار معین نہیں ہی ۱۲

مراد ہیں یعنی تین دن کے بعد تو فرعون کو جام دیگا اِس صورت میں مجھ کو فراموش نہ کرنا اور میرا حال بیان کرکے مجھے یہاں سے نجات دلانا۔ خانساماں نے خواب میں دیکھا تھا کہ تین خوان روٹیوں سے بھرے ہوئے اس کے سر پر ہیں اور سب سے اوپر کے خوان میں تمیری اور پرندا آکر اُسے کھاتے ہیں۔ یوسف نے کہا کہ تین خوان سے تین دن مراد ہیں۔ تین دن کے بعد تیرا سر کاٹ کر جسم پھینک دیا جائیگا۔ اور پرند اُسے کھا ئینگے۔ یوسف کی پیشین گوئی صحیح نکلی خانساماں قتل کیا گیا اور ساقی دوبارہ اپنی جگہ پر مقرر ہوا۔ لیکن وہ یوسف کو بھول گیا۔

فرعون نے دو سال کے بعد خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں نیل کے پانی سے باہر آئیں اور اُس کے کنارے چرنے لگیں پھر دوسری سات دبلی گائیں دریائے نیل سے نکلیں اور موٹی گایوں کو کھا گئیں۔ پھر فرعون بیدار ہو گیا۔ دوسرے دن فرعون نے خواب میں دیکھا کہ گیہوں کے سات خوشے دانوں سے بھرے ہوئے ایک درخت میں اُگے اس کے بعد دوسرے سات خوشے بے دانوں کے باریک اُن کے قریب اُگے اور بھرے ہوئے خوشوں کو کھا گئے۔

فرعون نے تعبیر بتانے والوں کو طلب کیا اور اُن سے تعبیر پوچھی لیکن کوئی ٹھیک تعبیر نہ بتا سکا۔ اُس وقت ساقی کو یوسفؑ کی یاد آئی اور فرعون سے سرگذشت بیان کی فرعون نے یوسف کو طلب کیا اُن سے خواب بیان کئے۔ یوسفؑ نے کہا کہ ان دونوں خوابوں کی تعبیر ایک ہی ہے اور خدا اپنی مشیت فرعون پر ظاہر کرنا چاہتا ہے سات موٹی گائیں اور دانوں سے بھرے ہوئے سات خوشے فراخی کے سات سال ہیں جن میں خوب پیداوار ہوگی اور سات دُبلی گائیں اور سات خالی خوشے قحط سالی کے سات سال ہیں۔ جن میں کچھ پیدا نہ ہوگا۔ مصر میں سات برس تک اچھی پیداوار ہوگی اور پھر سات برس تک ایسا قحط پڑیگا کہ سب فقیر ہو جائینگے اِس ضرورت کے لیئے بادشاہ کو چاہیئے کہ ایک عقلمند وزیر مقرر کرکے جو یہ انتظام کرے کہ پیداوار کی سات سالوں میں جو غلّہ پیدا ہو اُس کا پانچواں حصہ جمع کر لیا جائے اور تنگی کے سالوں کے لیئے ذخیرہ فراہم کیا جائے۔ فرعون نے یوسفؑ سے کہا کہ

خدا نے تمہیں عقلمند بنایا ہی اور عقل و دانش میں کوئی تمہاری برابری نہیں کرسکتا۔ اس لیے تم میرے گھر کے مختار ہو۔ میری تمام رعایا تمہاری محکوم رہیگی۔ یہ کہہ کر اپنی انگوٹھی حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ میں پہنادی اور انھیں بیش قیمت لباس پہنایا اور طلائی گلوبند گردن میں باندھا۔ اُس وقت سے حضرت یوسفؑ صدرِ اعظم ہوگئے اور گیہوں کا ذخیرہ انھوں نے فراہم کرنا شروع کیا

یوسف کا اپنے بھائیوں کو شناخت کرنا

پیدا وار کے سات سال گذر جانے کے بعد قحط سالی اور تنگی کے سال آئے۔ یوسفؑ نے ذخائر کے دروازے کھولے اور گیہوں فروخت کرنا شروع کیا۔ چونکہ ہر جگہ سخت قحط تھا اس لیئے ہر جگہ سے لوگ گیہوں کے خریدنے کے لیئے آتے اور مصر سے خرید کرکے لے جاتے تھے۔ حضرت یعقوبؑ بھی تنگدستی میں گرفتار ہوگئے اس لیئے انھوں نے اپنے لڑکوں کو حکم دیا کہ وہ مصر سے گیہوں لائیں یہ سب لڑکے گیہوں کے لیئے روانہ ہوئے۔ مگر بنیامین جو سب سے چھوٹا تھا اُسے یعقوبؑ نے اس خیال سے روک لیا کہ کہیں سفر میں اُسے کوئی تکلیف نہ پہونچے۔ یعقوبؑ کے لڑکے یوسفؑ کے پاس آئے مگر اُنھیں نہیں پہچانا اور سجدہ کیا اور گیہوں خریدنے کی استدعا کی۔ یوسفؑ نے اُن کو پہچان لیا مگر اپنے کو ظاہر نہیں کیا اور اُن سے کہا کہ تم لوگ مجھے جاسوس معلوم ہوتے ہو اُنھوں نے اپنی بریت کے لیئے ظاہر کیا کہ ہم بارہ بھائی ہیں اور ہمارا باپ کنعانی ہی۔ ہمارا سب سے چھوٹا بھائی باپ کے پاس ہی اور ایک بھائی یوسفؑ مرچکا ہی۔ یوسفؑ نے جواب دیا کہ میں تم کو جاسوس سمجھتا ہوں اس لیئے تمھارا امتحان کرتا ہوں وہ یہ کہ اگر تم سچے ہو تو سب میرے پاس ٹھہرو اور اپنے ایک بھائی کو بھیجو کہ وہ تمھارے چھوٹے بھائی کو لائے۔ اِس کے بعد اُنھیں تین روز تک نظر بند رکھا پھر سب کو گیہوں دے کر رخصت کیا مگر شمعون کو اپنے پاس رکھ لیا بھائیوں کے سامنے اُس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈلوا دیں مگر خفیہ طور پر اُن کے گیہوں کی قیمت بھی اُن کے غلّہ میں رکھوادی۔ یوسفؑ کے بھائی یعقوبؑ کے پاس آئے اور واقعہ بیان کیا۔ یعقوبؑ نے کہا کہ تم لوگ مجھے اپنے لڑکوں سے محروم کرتے ہو۔ یوسفؑ یوں جاتا رہا۔ شمعون

یوں غائب ہوا۔ اب چاہتے ہو کہ بنیامین کو بھی لے جاؤ۔ رعوبن نے اپنے باپ سے کہا کہ بنیامین کو ہمارے سپرد کرو اگر وہ واپس نہ لے تو میرے دو لڑکوں کو مار ڈالنا مگر یعقوب نے منظور نہ کیا۔ تاہم قحط بہت ترقی پر تھا جب سب گیہوں تمام ہو گئے تو یعقوب نے پھر اپنے بیٹوں کو مصر بھیجنا چاہا اس وقت اُنھوں نے بنیامین کے لے جانے کی اجازت حاصل کر لی۔

جس وقت یوسف کے بھائی دوبارہ مصر میں پہونچے اور یوسف سے ملے تو آپ اُنھیں اپنے گھر لے گئے وہ سب خوف زدہ ہوئے۔ کیونکہ اُنھوں نے اپنے گیہوں کی قیمت کا روپیہ بھی اپنے غلہ میں پایا تھا۔ وہ سمجھے کہ ہم پر چوری کا الزام لگایا گیا ہے۔ جب یوسف گھر آئے تو سب نے آپ کو سجدہ کیا آپ نے سب سے اُن کے ضعیف والد کا حال پوچھا اور بنیامین کو دیکھ کر پوچھا کہ یہی تمھارا چھوٹا بھائی ہے۔ پھر اُس کی طرف مخاطب ہو کر کہا "اے میرے عزیز خدا تم پر رحمت کرے" یہ کلمات کہتے وقت یوسفؑ اس قدر متاثر ہوئے کہ اُن کے آنکھوں میں آنسو امنڈ آئے اور وہ دوسرے کمرے میں جا کر کسی قدر روئے پھر آنکھیں صاف کرکے دسترخوان پر آئے یوسفؑ علیحدہ کھانا کھاتے تھے اور سب بھائی باہم۔ یوسف اپنے بھائی بنیامین کو اور بھائیوں سے زیادہ کھانا دیتے تھے۔

دوسرے روز اُن کے گیہوں بار کرائے مگر اپنا چاندی کا پیالہ بنیامین کے غلہ میں رکھوا دیا اور اُن کے پیچھے اپنے ناظر کو روانہ کیا تاکہ اُنھیں روکے۔ ناظر نے اُنھیں روک کر کہا کہ تم نے ہمارے آقا کا پیالہ چرایا ہے۔ سب نے انکار کیا اور کہا کہ اگر ہم میں سے کسی نے ایسا کام کیا ہے تو اُسے مار ڈالو اور باقی سب کو غلام بنا لو۔ ناظر نے یہ شرط قبول کرکے اُن کے سامان کی تلاشی لی تو پیالہ بنیامین کے سامان میں پایا۔ وہ سب کو یوسفؑ کے پاس واپس لایا۔ یوسفؑ کے بھائیوں نے یوسفؑ کو دیکھ کر سجدہ کیا اور اپنے کو اُن کا غلام کہا۔ یوسف نے کہا کہ میرا پیالہ جس کے پاس سے برآمد ہوا ہے وہ میرا غلام ہے باقی سب لوگ واپس جائیں۔ اُس وقت رعوبن نے سامنے آکر اپنا وہ وعدہ بیان کیا جو اُس نے باپ سے بنیامین کو واپس لانے کے متعلق کیا

تھا اور کہا کہ ہمارے باپ کی جان اس لڑکے کے ساتھ وابستہ ہے اگر ہم اسے چھوڑ کر واپس جائینگے تو ہمارا باپ مر جائیگا ۔ مجھے اجازت دیجئے کہ بجائے اُس کے میں آپ کا غلام ہو کر رہوں اور وہ بھائیوں کے ساتھ واپس جائے ۔ یہ سنکر یوسفؑ سے ضبط نہ ہو سکا آپنے اور لوگوں سے کہا کہ تم باہر جاؤ جب یوسفؑ اور اُن کے بھائی تنہا رہ گئے تو یوسفؑ نے رو کر اُن سے کہا کہ میں تمہارا بھائی یوسفؑ ہوں ۔ کیا میرا باپ اب تک زندہ ہے ۔ یہ سنکر سب بھائی خاموش رہ گئے ۔ یوسفؑ نے اُن کو قریب بلا کر پھر کہا میں وہی تمہارا بھائی یوسفؑ ہوں جسے تم نے فروخت کر دیا تھا مگر اب کچھ افسوس نہ کرو خدا نے تمہاری نجات کے لئے مجھے پہلے سے اس جگہ بھیج دیا ہے ۔ دو برس قحط کو گذر چکے ہیں ابھی پانچ سال اور بھی کچھ پیداوار نہ ہوگی تم لوگ باپ کی خدمت میں واپس جاؤ اور کہو کہ آپکے بیٹے یوسفؑ کو خدا نے تمام مصر کا سردار کر دیا ہے اب آپ اور آپکے سب بیٹے اور پوتے سب میرے پاس آکر ملک گورشن (Gourchen) میں زندگی بسر کریں ۔ اِس کے بعد بنیامین کو گلے سے لگایا اور دونوں بہت روئے ۔ جب یوسفؑ کے بھائی غلّہ اور کپڑوں سے بھری گاڑیاں لے کر اپنے وطن میں پہونچے تو اُنھوں نے حضرت یعقوبؑ سے سارا قصّہ بیان کیا مگر اُنھیں اوّل یقین نہ آیا لیکن جب گاڑیاں دیکھیں تو کہا یہ علامت کافی ہے میرا بیٹا یوسفؑ بلاشبہ اب تک زندہ ہے ۔ میں چلونگا تاکہ مرنے سے پہلے ایک بار اور اُسے دیکھ لوں ۔

حضرت یعقوبؑ اپنے تمام خاندان کو لے کر مصر پہونچے ۔ یوسفؑ اُن کے استقبال کے لئے آئے ۔ یعقوبؑ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اب میں نے تجھ کو دیکھ لیا اب میں آسانی سے مرونگا ۔ یوسفؑ اپنے باپ کو فرعون کے پاس لے گئے اور اُس سے تعارف کیا ۔ فرعون نے اجازت دی کہ یعقوبؑ ملک گورشن میں جو ڈیلٹا کے مشرق میں واقع ہے قیام کریں ۔ اس صورت سے اسرائیلی خاندان مصر میں پہونچا اور چند قرن کے بعد اسقدر وسیع ہوا کہ خاندان سے ایک زبردست

سنہ ۵ (از جانب مترجم فارسی) ۔ مورخین اسلام بھی حضرت ابراہیم کے بارہ میں مفصل روایتیں رکھتے ہیں (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۹۵) (متعلق صفحہ ۱۸۳)

قوم بن گیا۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ماقبل)۔ اُن میں سے بعض کی سند کلام اللہ پاک سے ہوتی ہے اُن میں سے ضروری حال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں آدمی مشرک اور بُت پرست بہت تھے۔ حتیٰ کہ حضرت ابراہیم کے باپ بھی جن کا نام آذر تھا بت بناتے تھے۔ ایک روز سب آدمی عید کے رسوم ادا کرنے کے لیئے شہر کے باہر گئے۔ حضرت ابراہیم نے تبر سے سب بتوں کو توڑ ڈالا۔ اور تبر ایک بڑے بت کی گردن میں لٹکا دیا۔ لوگ جب واپس آئے اور یہ کیفیت دیکھی تو انھوں نے ابراہیم علیہ السلام سے بازپرس کی۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ میں نے نہیں بلکہ تمھارے بڑے بت نے یہ دست درازی کی ہے اگر تمھیں یقین نہ ہو تو اُس سے پوچھ لو۔ اس سے سب مشرک عاجز ہو گئے۔ آخر کار نمرود نے جو اُس زمانہ میں بادشاہ تھا آپ کے قتل کرا دینے کا ارادہ کیا اور بہت سی آگ جمع کر کے آپ کو اس میں ڈلوایا لیکن خدا نے آگ کو حکم دیا کہ وہ آپ کو نہ جلائے۔ بلکہ باغ ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ باوجود اس واقعہ کے نمرود اور اُس کے ساتھی متنبہ نہ ہوئے۔

جس مقام پر حضرت ابراہیمؑ نے ہاجرہ اور حضرت اسمعیلؑ کو چھوڑا تھا وہ مکہ تھا اور جو چشمہ خدا نے اُن کے لیئے جاری کیا تھا وہ چاہ زمزم ہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ اسمعیلؑ کو دیکھنے کے لیئے ہر سال آتے تھے اور انھیں دونوں باپ بیٹوں نے خدا کے حکم سے خانۂ کعبہ بنایا اور حج کے آداب و رسوم جاری کیئے۔

جس لڑکے کی حضرت ابراہیمؑ نے قربانی کرنی چاہی تھی وہ اسلامی روایتوں میں اسحٰقؑ بھی ہیں اور اسمعیلؑ بھی لیکن اسمعیلؑ کے متعلق زیادہ اور قوی روایتیں ہیں۔

حضرت یوسفؑ کی کنوئیں سے رہائی اپنے بھائیوں کی مدد سے مذکور نہیں ہے بلکہ اُس قافلہ کے رئیس نے جس کا نام مالک تھا اپنے غلام کو بھیجا کہ کنوئیں سے پانی لائے۔ اُس نے حضرت یوسفؑ کو کنوئیں میں دیکھا اور نکال لیا۔ حضرت یوسف کے کپڑے جو خون آلودہ کر کے حضرت یعقوبؑ کے پاس بھیجے گئے تھے وہ اُن کا پیرہن تھا۔ فرعون کا خواجہ سرا جس نے حضرت یوسف کو خرید کیا اُس کا نام عزیز اور اُس کی بیوی کا نام زلیخا تھا (متعلق صفحہ ۱۹۰)

حضرت یعقوب اور حضرت اسمعیل کی حکایت مفصل طور پر خود قرآن مجید میں اور دیگر اسلامی تاریخی کتابوں میں یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے دھوکا دیکر عیص کی برکت حاصل کر لی اُس کا اسلامی روایتوں میں کہیں پتہ بھی نہیں بلکہ اسلام اسے حضرت یعقوبؑ کی شانِ پیغمبری کے خلاف سمجھ کر اس واقعہ سے قطعی انکار کرتا ہے۔ (مترجم اردو)

دوسری فصل

بنی اسرائیل مصر میں

حضرت موسیٰؑ

بنی اسرائیل (یعقوب کی اولاد) کی مصر میں اس قدر ترقی ہوئی کہ بادشاہ مصر کو اُن کی جانب سے اندیشہ اور خطرہ پیدا ہونے لگا اور اُس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب اس قوم کی تعداد کم کرنا چاہیئے اور کثرت کو روکنا چاہیئے ورنہ اُن کی جمعیت زیادہ ہونے کے بعد ممکن ہے کہ کچھ شورش کریں اور ہم پر غالب آجائیں۔ اس ارادہ سے اُس نے کچھ آدمی مقرر کیے جو اُن سے اینٹیں بنانے کا کام لیں جس کی تکلیف سے وہ عاجز و ضعیف ہو جائیں اور اُن کی اس قدر اولاد پیدا نہ ہو۔ لیکن باوجود اِن کوششوں کے بھی بنی اسرائیل کو ترقی ہوتی رہی۔ آخرکار فرعون نے حکم دیا کہ جو لڑکا اس قوم میں پیدا ہو وہ دریائے میں پھینک دیا جائے

اسی زمانہ میں ایک اسرائیلی عورت کے لڑکا ہوا جس کو اُس نے تین مہینہ تک پوشیدہ رکھا لیکن جب اُس نے دیکھا کہ اب میں اُس کی خفیہ طور پر نگہداشت نہیں کر سکتی تو مجبوراً اُسے ایک ٹوکری میں رکھ کر نرکل کے جنگل میں دریائے نیل کے کنارے رکھوا دیا اور اُس لڑکے کی بہن سے کہا کہ تم اِس کے قریب مگر مخفی طور پر موجود رہو اور دیکھتی رہو کہ کیا ہوتا ہے۔

اتفاقاً فرعون کی لڑکی اپنی سہیلیوں کے ساتھ دریا کے کنارے آئی۔ اُس نے ایک ٹوکری دیکھی۔ اُسے منگوایا تو اُس میں ایک لڑکے کو پایا جو رو رہا تھا اُس لڑکی کو بچے کے معصوم

اندازِ بہت ترس آیا۔ لڑکے کی بہن جو پوشیدہ طور پر اُس کے حال کی نگرانی تھی فرعون کی لڑکی کے پاس آئی اور کہا کہ اگر آپ حکم دیں تو میں بنی اسرائیل میں سے ایک عورت اس لڑکے کی پرورش کے لیئے تلاش کر دوں جو آپ کے حکم سے انّا کی خدمت انجام دے۔ شاہزادی نے اسے منظور کیا اور لڑکی اپنی ماں کو فرعون کی لڑکی کے پاس لے آئی۔ شاہزادی نے اُسی عورت کو اُس لڑکے کی انّا مقرر کیا۔ اور لڑکے کا نام موسیٰ یعنی پانی سے نجات پایا ہوا رکھا۔ غرض کہ موسیٰ نے اپنے ماں کے دودھ سے فرعون کے گھر پرورش پائی۔

جب حضرت موسیٰ جوان ہوئے تو اُنھیں معلوم ہو گیا کہ وہ کس قوم سے ہیں۔ ایک روز اُنھوں نے ایک مصری کو دیکھا کہ ایک اسرائیلی کو مار رہا ہے حضرت موسیٰ نے اُس مصری پر حملہ کیا اور اُسے مار کر اُس کی نعش ویرانہ میں چھپا دی۔ فرعون کو اس واقعہ کا حال معلوم ہوا تو حضرت موسیٰ خوف زدہ ہوئے اور چپ چاپ وہاں سے بھاگ کر کوہ سینا کی حوالی میں پہونچے وہاں اہلِ مدین کے ایک کاہن کی لڑکی سے عقد کر لیا اُس کاہن کا نام یثرو تھا (حضرت شعیب پیغمبر کا نام توریت میں یثرو مذکور ہے)۔ ایک روز موسیٰ اپنے خسر کے مواشی کو حریب پر جو سینا کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے (جسے طورِ سینا کہتے ہیں) چرا رہے تھے کہ ایک فرشتہ خدا کے فرشتوں میں سے شعلہ کے اندر ایک درخت پر ظاہر ہوا۔ وہ درخت تمام مشتعل تھا لیکن جلتا نہ تھا۔ اُس شعلہ سے آواز آئی کہ "موسیٰ موسیٰ" حضرت موسیٰ نے کہا کہ "ہاں میں ہوں" آواز سے جواب ملا کہ "میرے پاس آ اور جوتے اپنے پاؤں سے اتار دے کیونکہ جس جگہ تو ہے وہ ایک پاک زمین ہے" پھر کہا "میں تیرے باپ دادا کا خدا ہوں براہیم یعقوب اور اسحٰق کا خدا۔ میں نے اپنی قوم کی مصیبت مصر میں دیکھی اُن کی فریادیں اور رونے کی آوازیں سنیں۔ اور نیچے آیا کہ اُنھیں مصریوں کے ہاتھ سے نجات دوں اور اس سے بہتر وسیع ملک میں پہونچاؤں جہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں۔ تو فرعون کے پاس جا اور میری قوم بنی اسرائیل کو مصر سے باہر لا" موسیٰ نے کہا میں اس کام کو کس طرح کر سکتا ہوں

اگر اسرائیل کے بیٹے اُس خدا کا نام پوچھیں جس نے مجھے بھیجا ہی تو میں کیا جواب دونگا۔ آواز آئی۔ "کہنا مجھے اُس نے جو ہی ہی تمہاری طرف بھیجا ہی" موسیٰ نے کہا کہ وہ اِس پر یقین نہ کرینگے کہ خدا مجھ پر ظاہر ہوا ہی۔ آواز آئی کہ اپنی لکڑی کو زمین پر پھینک دے موسیٰ نے اپنا عصا پھینک دیا وہ ایک خوف ناک سانپ بن گیا۔ موسیٰ خوف زدہ ہو کر بھاگے۔ آواز آئی کہ ہاتھ سے اس سانپ کی دُم پکڑ لے حضرت موسیٰ نے تعمیل کی وہ سانپ پھر عصا بن گیا۔ پھر خدا نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کو بغل کے نیچے لے جا اور جب اُنھوں نے بغل کے نیچے سے باہر نکالا تو وہ سفید (ید بیضا) ہو گیا۔ پھر خدا نے حکم دیا کہ دوبارہ بغل کے نیچے ہاتھ لے جاؤ۔ جب حضرت موسیٰؑ نے ایسا کیا تو ہاتھ اپنی اصلی حالت پر آگیا۔ تب حکم ہوا کہ ان معجزوں سے اپنی نبوّت کی دلیل پیش کرنا۔ حضرت موسیٰ اپنے بھائی ہارون کے ساتھ مصر میں گئے اور بنی اسرائیل سے سارا واقعہ بیان کیا۔ پھر دونوں فرعون کے پاس گئے اور بنی اسرائیل کی رہائی کی درخواست کی فرعون نے انکار کیا۔ حضرت موسیٰ نے اُسے قائل کرنے کے لیئے پہلے لکڑی کا سانپ بنایا پھر بتایا کہ مصر میں دس نشانیاں ظاہر ہونگی۔ فرعون پھر بھی رہائی پر راضی نہوا۔ اُس وقت دس نشانیاں مصر میں ظاہر ہوئیں۔ پہلے دریائے نیل کا پانی خون ہو گیا۔ دوسرے زمین مینڈکوں سے بھر گئی۔ تیسرے زہردار مچھر ابر کی طرح نمودار ہوئے۔ چوتھے بے انتہا جوئیں پیدا ہوئیں۔ پانچویں تمام مویشی مرض میں مبتلا ہو گئے چھٹے تمام آدمیوں کے بدن پر زخم پڑ گئے۔ ساتویں رعد گرج پیدا ہوئی۔ بجلیاں گریں اور اولے برسے۔ آٹھویں ٹڈیوں کے دل کے دل ظاہر ہوئے اور وہ تمام کھیتی کھا گئیں۔ نویں بہت سخت اندھیری ظاہر ہوئی۔ دسویں ہر انسان و حیوان کے بڑے بچّے مر گئے۔ جس رات کو سب کے بڑے لڑکے اور بچے مرے ہیں حضرت موسیٰ نے تمام بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ سب ایک ایک مینڈھا قربانی کریں اور اُس کے خون سے دروازۂ مکان کے دونوں طرفوں کو رنگ دیں اور اُس مینڈھے کا گوشت پکا کر خمیری روٹی اور تلخ ساگ کے

ساتھ کھائیں اور جس قدر گوشت باقی بچے وہ جلا دیں۔ کھانا کھاتے وقت سب جوتے پہنے کمر بند باندھے اور ہاتھوں میں لکڑیاں لیئے رہیں۔ مختصر یہ کہ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ خون ایک علامت ہی جس گھر پر خون لگا ہوگا اُس کا بڑا لڑکا موت سے محفوظ رہیگا۔ بنی اسرائیل نے اس دن کو "عید فصح" قرار دیا اور ہر سال اس رسم کو ادا کرنے لگے۔

مصر سے بنی اسرائیل کا خروج

جب فرعون کا بڑا لڑکا مرگیا تو اُس نے مجبور ہو کر بنی اسرائیل کو جانے کی اجازت دی۔ حضرت موسیٰ اُن کے رہبر ہوئے اور اُن کو جنوب کے جنگل کی طرف لے گئے۔ وہاں خدا نے اُن کی رہنمائی کی دن کو ابر اور رات کو آگ کا ستون اُن کو راستہ بتاتا اور اُن کے آگے آگے چلتا تھا اس طرح سے وہ دریائے احمر کے کنارے تک آگئے اور وہاں قیام کیا۔ لیکن فرعون اُن کو اجازت دے کر پشیمان ہوا اور سواروں کی جماعت اور جنگی گاڑیاں لے کر اُن کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ اُن کے قریب جا پہونچا۔ بنی اسرائیل دشمن کو دیکھ کر بہت خوف زدہ ہوئے اور موسیٰ کو ملامت کی کہ وہ جنگل میں ہلاکت کے لیے لے آیا ہی۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ تم خوف نہ کھاؤ اور دیکھو خدا تمھیں کس طرح نجات دیتا ہی۔ یہ مصری جنھیں تم آج دیکھ رہے ہو، آج کے بعد ان کا نام و نشان نہ پاؤگے۔ یہ کہہ کر اُنھوں نے اپنے عصا سے سمندر کی طرف اشارہ کیا۔ فوراً اُس کا پانی تیز مشرقی ہوا کی وجہ سے جُدا ہٹ گیا اور بیچ میں ایک رستہ بن گیا بنی اسرائیل اس رستے سے ہو کر خشکی پر جا پہونچے۔ مصری بھی اُن کے تعاقب میں پانی میں اُترے۔ حضرت موسیٰ نے اپنے ہاتھ کا اشارہ پھر کیا پانی پھر سمٹ گیا۔ اور سب جنگی گاڑیاں اور سوار پانی میں غرق ہوگئے۔ اور اُن میں سے ایک شخص بھی جانبر نہو سکا۔

بنی اسرائیل کوہ سینا میں

بنی اسرائیل جنگل سے ولایتِ سینا کی طرف روانہ ہوئے۔ سفر میں تین ماہ صرف ہوئے۔ وہ لوگ پیاس سے بیچین ہو جاتے تھے مگر پھر معجزات سے تسلّی پاتے تھے۔

ایک روز سلوی یعنی بٹیروں کا جھنڈ نمودار ہوا اور بنی اسرائیل انھیں اپنی غذا کے کام میں لائے۔ ایک صبح کو دیکھا کہ ریت بجائے شبنم کے چھوٹے چھوٹے روٹی کے ٹکڑوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ موسیٰ نے فرمایا کہ یہ خدا نے تمھارے لیے روٹی بھیجی ہے ہر شخص صرف اپنی خوراک بھر کی اس میں سے اٹھا لے۔ یہ مَن سفید اور کھانے میں شہد کی ٹکیوں کی طرح تھا بنی اسرائیل چالیس برس تک جنگل میں رہے اور اسی غذا پر بسر اوقات کرتے رہے (من ترنجبین کی قسم تھی)۔

ایک روز قوم نے پیاس کی شکایت کی حضرت موسیٰ نے اپنی لکڑی ایک پتھر پر ماری اس سے پانی کا ایک چشمہ ظاہر ہوا۔

تیسرے مہینے بنی اسرائیل کوہ سینا کے سامنے پہونچے اور حضرت موسیٰ پہاڑ پر گئے اور آواز سنی کہ بنی اسرائیل سے کہو۔

ہم نے دیکھا ہے کہ کس طرح تمھیں مصر کی غلامی سے نجات دی۔ اور اپنے سامنے لایا
اب اگر میری اطاعت کروگے، اور میرے احکام کی تعمیل کروگے تو میری قوم ہو جاؤگے۔

حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ حکم سنا دیا اور کہا کہ اگر تم پہاڑ پر قدم رکھوگے تو ہلاک ہو جاؤگے۔

تیسرے روز صبح کے وقت ایک غلیظ اور سیاہ ابر نے پہاڑ کو چھپا لیا۔ بجلیاں چمکیں اور کڑک کی آوازیں آئیں ہوا قرنا کے شور سے بھر گئی۔ تمام بنی اسرائیل گھبرا گئے حضرت موسیٰ سب کو لے کر کوہ سینا کے نیچے آئے اس وقت طور کی چوٹی سے ایک آواز آئی جو حضرت موسیٰ کو طلب کرتی تھی۔ حضرت موسیٰ اوپر گئے اور وہ احکام حاصل کیے جو خداوند نے اپنی قوم کے لیے نازل کیے تھے۔ ان احکام کا مضمون یہ تھا۔

دس (۱۰) احکام

میں سرمدی ہوں۔ میں تیرا خدا ہوں۔ میں وہ خدا ہوں جس نے تجھے مصر کی غلامی

سے نجات دی سبھے مناسب نہیں کہ میرے ساتھ کسی کو شریک کرے

تجھے کوئی مورت نہ بنانا چاہیئے۔ اسی طرح ایسی چیزوں کی شکلیں بھی جو آسمان پر یا زمین پر یا آسمان کے نیچے یا زمین کے نیچے یا پانی میں ہیں نہ بنانا چاہیئے۔ اور نہ ان کے سامنے سجدہ کرنا چاہیئے کیونکہ میں خداوند سرمدی غیور خداوند ہوں جو لوگ مجھ سے بغض رکھیں میں اُن کو تین چار پشت تک پکڑتا ہوں اور جو بندے دوست رکھتے ہیں اور میرے احکام کی اطاعت کرتے ہیں اُن پر ہزار پشت تک رحم کرتا ہوں

خدائے سرمدی کا نام بیکار اور بیہودہ طور پر مت لو جو شخص خدا کا نام بے سبب لیتا ہے ایسے شخص کو بے عذاب کئے نہیں چھوڑا جا سکتا

آرام کے دن کا خیال رکھو اور اُس کی بزرگی ظاہر کرو چھ روز تک زندگی کے مشاغل میں معروف رہو۔ اور اپنے تمام کام انجام دو ساتویں دن جو خدائے سرمدی کے راحت کا دن ہے کوئی کام نہ کرو۔ نہ تم نہ تمہاری اولاد نہ تمہارے ملازم نہ تمہاری کنیزیں نہ مال نہ مویشی نہ وہ غربا جو تمہارے اختیار میں ہوں کیونکہ خداوند نے چھ دن میں زمین اور آسمان اور جو کچھ اس میں ہے سب کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کیا اسی سبب خداوند نے آرام کے دن کو برکت دی ہے۔ اور اسے مقدس کیا ہے

اپنے ماں باپ کی عزت کرو تاکہ اُس ملک میں جو خدائے سرمدی نے تم کو عنایت کیا ہے تمہاری عمر زیادہ ہو

چوری نہ کرو

اپنے ہمسایہ کے حق میں جھوٹی شہادت نہ دو

اپنے ہمسایہ کے مکان یا خادم یا خادمہ یا گائے یا خچر یا دوسری چیزوں کا لالچ نہ کرو

یہ وہ دس احکام ہیں جو خداوند نے بنی اسرائیل کے لئے بطور دستور العمل کے

نافذ کئے تھے۔

سونے کا گوسالہ حضرت موسیٰ ایک مدت تک کوہ سینا پر رہے اور بنی اسرائیل انتظار کی مدت سے گھبرا گئے۔ توریت کی تحریر کے مطابق انھوں نے موسیٰ کے بھائی سے جن کا نام ہارون تھا کہا کہ ہمارے لیئے ایک خدا بناؤ جو ہماری رہبری کرے۔ ہارونؔ نے وہ سونے کے حلقے جو بنی اسرائیل کی لڑکیوں اور عورتوں کے کانوں میں تھے طلب کئے اور اُنھیں گلا کر ایک سونے کا گوسالہ بنایا اور ایک مذبح قرار دیا اور کہا کہ کل عید ہے۔ دوسرے دن صبح کو بنی اسرائیل جلد بیدار ہوئے اور قربانیوں کو مذبح میں جلایا گوسالہ کی پرستش کی اور خوشی میں اُس کے گرد رقص کیا۔ بہرحال جب موسیٰ پہاڑ سے واپس آئے تو پتھر کی دو لوحیں جو خداوند نے اُن کو دی تھیں ہاتھ میں لیئے ہوئے تھے۔ اُس وقت اُنھوں نے قوم کے غل شور کی آوازیں سُنیں حضرت موسیٰ کے خادم نے اُن سے کہا کہ جلد آؤ شاید لڑائی ہو رہی ہے۔ حضرت موسیٰ نے کہا یہ غالب و مغلوب کی آوازیں نہیں ہیں بلکہ لوگ گا رہے ہیں۔ جب نزدیک پہونچکر طلائی گوسالہ اور آدمیوں کو اُس کے سامنے ناچتے اور گاتے ہوئے دیکھا تو غضبناک ہوئے اور پتھر کی لوحوں کو زمین پر پھینک کر توڑ ڈالا۔ اور سونے کے گوسالہ کو اُٹھا کر آگ میں ڈالدیا اور خاک کر کے پانی میں ڈالدیا اور بنی اسرائیل کو وہ پانی پینے پر مجبور کیا۔ پھر بلند آواز سے ندا کی کہ جو خدا کو مانتے ہیں اور اُس کے حکم پر سر جھکاتے ہیں وہ میرے پاس آئیں جب بہت سے لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں وہ خدا کا حکم ہے تم میں سے ہر شخص تلوار اُٹھائے اور کیمپ میں گشت کرے اور جن لوگوں نے بت کو پوجا ہے اُنھیں قتل کر ڈالے اُس دن تین ہزار بنی اسرائیل مارے گئے۔ پھر ایک دن کے بعد حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم

نوٹ (لیکن ہمارے اعتقاد میں ہارون علیہ السلام پیمبری کا رتبہ رکھتے تھے اُنھوں نے یہ کام نہیں کیا بلکہ گوسالہ بنانے والے کا نام سامری تھا اور ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل کو اس فعل سے روکتے تھے مگر وہ نہ مانے)

بُلا کر کہا کہ تم بڑے گناہ کے مرتکب ہوئے ہو اب میں خدا کی خدمت میں جاتا ہوں کہ تمھارے لیئے معافی مانگوں۔

بنی اسرائیل جنگل میں

بنی اسرائیل ملکِ سینا سے باہر نکل کر شمال کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت موسیٰ اُنھیں اُس سرزمین کی طرف لے چلے جہاں پہلے حضرت یعقوبؑ رہے تھے۔ اور جس کے عطا کرنے کا خدا نے اُن سے وعدہ کیا تھا۔ اسی لیئے وہ اُس زمین کو ارضِ موعود کہتے تھے۔

موسیٰ نے ارضِ موعود میں جاسوس بھیجے کہ وہاں کی خبر لائیں کہ کیسی سرزمین ہے وہ لوگ واپس آئے تو اپنے ساتھ انار، انجیر، اور انگور کے خوشے نشانی کے لیئے لائے۔ اور بیان کیا کہ ارضِ موعود ایسا ملک ہی جہاں دودھ اور شہد بہت ہی لیکن وہاں ایک ایسی قوم رہتی ہی جو قدرۃً بہت قوی الجثہ ہی۔ اور اُن کے بڑے بڑے شہر اور بہت سے قلعے ہیں۔ وہ لوگ بہ نسبت ہم لوگوں کے بہت قوی اور دراز قد ہیں۔ ہم اُن کے سامنے مثل ٹڈیوں کے نظر آتے تھے۔

بنی اسرائیل یہ سُنکر خوف زدہ ہوئے اور کہنے لگے کہ اس سے یہ بہتر ہی کہ ہم مصر میں واپس چلے جائیں لیکن پھر اُنھوں نے اُسی جنگل میں قیام کیا اور اطراف کے قبائل سے لڑا کیئے۔ اور اکثر اوقات حضرت موسیٰؑ کو ملامت کرتے تھے کہ ہم کو مصر سے یہاں لا کر پریشان کیا۔ اور کہتے تھے کہ وہاں ہم مچھلیاں، لکڑی، خربزے، پیاز اور ترکاریاں کھاتے تھے۔ جواب ہمیں میسر نہیں۔ اور ترنجبین کے سوا اور کچھ نہیں ملتا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اس ناشکری کی سزا میں خدا تمھیں اُس وقت تک جنگل میں رکھے گا جب تک یہ تمام نسل ہلاک ہو جائے۔ چنانچہ چالیس برس تک وہ اُسی جنگل میں رہے۔ اس عرصہ میں اُن پر بہت سخت واقعات گذرے۔

ایک روز حضرت موسیٰؑ سے شکایت کر رہے تھے کہ بہت سے سانپ ریت میں سے

نکلے اور اُنھیں کاٹنا شروع کیا۔ جس سے بہت لوگ مر گئے۔ اُس وقت قوم نے موسیٰؑ سے کہا کہ ہم نے گناہ کیا جو تمھارے اور خدا کے خلاف باتیں کیں۔ لیکن اب دعا کرو یہ سانپ دفع ہوں۔ حضرت موسیٰؑ نے دعا کی اور خدا کے حکم سے پیتل کا ایک سانپ بنا کر ایک لکڑی پر قایم کیا جسے سانپ کاٹتا تھا وہ اُس پیتل کے سانپ کو دیکھ کر شفا پاتا تھا۔

چالیس برس کے بعد بنی اسرائیل ارضِ موعود کے نزدیک پہونچے۔ نہر اردن کے اُس طرف حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو شمار کیا اُس کے بعد کوہ بنو پر جا کر دُور سے فلسطین کو دیکھا۔ اُس وقت خداوند نے اُن سے فرمایا کہ :-

> یہی وہ زمین ہے جس کے عطا کرنے کا میں نے ابراہیمؑ اسحٰقؑ اور یعقوبؑ سے وعدہ کیا تھا۔ میں نے تجھے اس زمین کا نشان بتا دیا لیکن تو اس میں داخل نہو سکیگا۔

چنانچہ وہیں حضرت موسیٰؑ نے ایک سو بیس برس کی عمر میں وفات پائی اور اب کسی کو اُن کا مدفن بھی معلوم نہیں ہے۔

نوٹ ۔ اس فصل کے بیان میں توریت اور ہماری روایتوں کے درمیان میں جو کچھ اختلاف ہے وہ جزئیات میں ہے جو اعتنا کے قابل نہیں لیکن یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ اس داستان میں قارون کا ذکر نہیں ہوا۔ وہ حضرت کا موسیٰؑ کا عزیز اور بہت مالدار تھا اُس نے حضرت موسیٰؑ کی مخالفت کی اور اُن کے کام میں خلل ڈالنا چاہا۔ خدا نے حضرت موسیٰؑ کو اُس پر مسلّط کر دیا۔ اور حضرت موسیٰؑ کے حکم سے وہ زمین میں دھنس گیا۔

تیسری فصل

بنی اسرائیل ارضِ موعود میں

نقشہ ملک فلسطین و اقوام بنی اسرائیل

(۵۶) نقشہ ملک فلسطین و اقوام بنی اسرائیل



فلسطین کا ذکر بحر متوسط کے اس مستقیم ساحل پر جو ایشیائے کوچک اور شمالی مصر کے درمیان واقع ہے ایک کوہستانی علاقہ ہی جو سمندر سے صحرائے شن زار تک (جو فرات کے مغرب میں ہے) چلا گیا ہے اس زمین کا شمالی حصہ جو دو بلند پہاڑی سلسلوں یعنی لبنان اور کوہ شرقی کے درمیان واقع ہے اُسے سوریہ کہتے ہیں (کوہ شرقی سے وہ پہاڑ مُراد ہے جسے فرانسیسی میں انٹی لیبان (Antiliban) کہتے ہیں اور جنوبی حصہ جس کے پہاڑ کم بلند ہیں اُسے فلسطین کہتے ہیں -

جب سمندر کے طرف سے اُس سرزمین میں پہنچتے ہیں تو زمین کے تنگ حصہ کو عبور کرنے کے بعد ناہموار راہوں اور گہرے نشیبوں سے گزر کر کوہستان میں داخل ہوتے ہیں۔ وہ زمین خاکستری رنگ کے ٹیلوں سے پُر ہے جن کی چوٹیاں مدوّر ہیں اور ان ٹیلوں کے ڈھلواں دامنوں میں فقط چھوٹے چھوٹے درخت اُگے ہوئے ہیں۔ ان پہاڑوں میں قدرتی غار بہت ہیں۔ جن میں وہاں کے رہنے والے اپنے مُردوں کو دفن کرتے تھے ٹیلوں کے اوپر شہر اور گانوں آباد ہیں۔ ان آبادیوں سے مراد صرف چند گھر ہیں جن کی چھتیں مسطح اور بغیر روشندان کے ہیں اور جو گویا سنگ سفید کے مکعب کوٹھے ہیں پتھریلے اور تنگ درے بھی وہاں بہ کثرت ہیں جو پانی کی روانی کا ذریعہ ہیں یعنی شدید بارش کے بعد اُن میں بہت زور شور سے پانی بہتا ہی۔ اور پتھر کے بڑے بڑے تختوں کو بہا لیجاتا ہے۔ مگر باقی دنوں میں وہاں بہت کم پانی رہجاتا ہی۔

مشرقی پہاڑوں کے دامن میں اردن کا عمیق درہ اور بحر میت ہے (جھیل مردار) اور اس طرف سے دریا آبشار کے مانند بہت تیزی کے ساتھ نیچے کے طرف بہتے ہیں۔ اُن میں سب سے بڑا دریا سدرن (Cedron) ہی جو کوہ بیت المقدس کے نیچے سے گزرتا ہے۔ اس ملک میں چونے کے ٹیلے بھی اکثر پائے جاتے ہیں۔ اس ولایت میں چونے کے ٹیلوں کا جو سلسلہ سمندر تک پھیلتا ہی اُسے کارمل (Carmel) یعنی باغ کہتے ہیں۔ اُن

ٹیلوں کی سب سے اونچی چوٹی پانسو پچاس میٹر سے زیادہ بلند ہے، چوں کہ اُس کے آگے کوئی
اور پہاڑ حائل نہیں اس لئے وہ سمندر سے بلند نظر آتا ہے۔ اُس کے دامن میں بڑے
بڑے درختوں کے جھنڈ اُگے ہوئے ہیں اور اُس کے چشموں کے قریب پھولوں کے
چمن سے زمین گل پوش ہو رہی ہے۔ کارمل حضرت الیاس پیغمبر کا پہاڑ ہے، کارمل کے
نیچے اسدرائیلن (Esdraelon) کا سبزہ زار پھیلا ہوا ہے جو دشت فلسطین
کا سب سے بڑا اور زرخیز حصہ ہے یہ قطعۂ زمین سیاہ مٹی کا ہے۔ جس میں آتش فشانی خاک بھی
ملی ہوئی ہے۔ اور بڑا دریا کزن قیشون (Keison) اُس میں بہتا ہے جو سمندر
تک پہنچتا اور فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔

جو زمین اُس کے شمال میں ہے اُس کو جلیل (Galilee) کہتے ہیں یہاں کے
پہاڑ زیادہ بلند چشمے زیادہ گہرے اور چوڑے اور چراگاہیں زیادہ شاداب ہیں وہاں
انجیر انار۔ انگور اور سیب بہت ہوتا ہے۔ جنوب کی طرف اسدرائین کے قریب کوہ طابور
واقع ہے یہ پہاڑ کارمل سے دس میٹر زیادہ بلند یعنی پانسو ساٹھ[1] میٹر اونچا ہے مگر دیکھنے
میں اُس کی بلندی کم معلوم ہوتی ہے۔ کیوں کہ اور پہاڑ اُس کے آگے حائل ہیں کوہ
طابور کے دامن میں بنجر زمین ہے جہاں ایک بھی درخت نہیں۔ اُس کی چوٹی پر آجکل تین
گرجے اور تین خانقاہیں عیسائیوں کی پائی جاتی ہیں جو روم کی شرقی سلطنت کے زمانہ
میں بنائی گئی تھیں۔

جلیل کے شمال میں ایک بہت بلند پہاڑ ہے جس کا نام حرموں (Hermon)
ہے۔ اُس کے پتھر سیاہ اور آتش فشانی ہیں۔ یہ بہت ناہموار پہاڑ ہے۔ اس کی چوٹی تین
نوکوں پر ختم ہوتی ہے۔ وہ دو ہزار آٹھ سو ستائیس میٹر اونچا ہے۔ اُس کے اوپر سے
ایک طرف دریا تک دیکھ سکتے ہیں اور دوسری طرف حد نظر پر سوریہ کا جنگل ہے فلسطین میں دو فصلوں سے زیادہ

---

[1] تشریح کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۲۱۔

نہیں ہوتیں ایک جاڑوں میں دوسری گرمیوں میں۔ وسط ماہ اکتوبر سے بارش کا آغاز ہوتا ہے۔ پہاڑوں کے دامن میں پانی خوب برستا ہے۔ اور سیلاب گاہوں کو پُر کر دیتا ہے اُس وقت ہوا ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور اکثر رات کو پہاڑوں پر پانی جم جاتا ہے لیکن برف بہت کم گرتی ہے۔ وسط مارچ سے بارش بند ہو جاتی ہے۔ اور کبھی چند ماہ گزر جاتے ہیں کہ پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں گرتا۔ چند روز کی مدت میں زمین گھاس اور پھولوں سے پٹ جاتی ہے اور ریت پر مختلف رنگوں کا فرش ہو جاتا ہے۔ اوائل جون میں آفتاب سب چیزوں کو جلا دیتا ہے اور مشرقی ہوا جو جنگل سے چلتی ہے نباتات کو خشک کر دیتی ہے اور ملک دوبارہ بنجر ہو جاتا ہے۔ صرف چھوٹے چھوٹے درخت گرد و غبار سے اٹے ہوئے باقی رہ جاتے ہیں دن کے وقت گرمی شدید ہوتی ہے اور رات کے وقت شبنم افراط سے گرتی ہے صبح کو کہر کا دھواں دھار سماں نظر آتا ہے آج کل یہ ملک خشک اور بے حاصل ہے لیکن اگلے زمانہ میں اُس کے پہاڑ کاج، سرو، ارز، اور بلوط کے جنگلوں سے بھرے ہوئے تھے۔ اور آب و ہوا بھی معتدل تھی۔ ندیوں کنوؤں اور جھیلوں سے اس سرزمین کی آب رسانی کی جاتی تھی اور اُس کے دروں میں جَو اور گیہوں بہت پیدا ہوتا تھا۔ دھان اَلسی بھی بوئے جاتے تھے اور اُس سے کپڑے بُنے جاتے تھے۔

ٹیلوں کے دامن میں پتھروں کی چار دیواری بناتے اور اس کے اندر زیتون انجیر انگور، بادام انار اور پستہ کے درخت بوتے تھے ان درختوں میں پانی کی زیادہ ضرورت نہیں ہوتی۔ ان لوگوں کا تفریحی مشغلہ یہ تھا کہ کام کرنے کے بعد اپنے باغوں میں انگور اور انجیر کے درختوں کے نیچے بیٹھیں اور ان باغوں کی زمین میں چنبا، نرگس اور لالہ کے پھول بوئیں۔ پہاڑی زمینوں میں اور جنگلوں کے قریب وہ اپنی بکریاں اور بھیڑوں کے گلے چراتے تھے اور گائیں پالتے تھے گدھے جو اُس ملک میں گھوڑوں کے قایم مقام

ہوتے ہیں کانٹے دار گھانس کھاتے تھے۔

دریائے اُردن اور بحر المیت (جھیل مردار) اس ملک کے مشرق میں بہت زیادہ گہرائی ہے وہ گہرائی اس قدر ہے کہ جب اُس طرف سے سرزمینِ فلسطین کو دیکھتے ہیں تو وہ پتھر کی بلند دیوار کی طرح معلوم ہوتی ہے۔ شمالی جانب نشیب اوّل کوہ حرموں کے نیچے سے شروع ہوتا ہے۔ وہاں سے بڑے بڑے چشمے پہاڑ سے نکلتے ہیں اور اُن کا پانی جمع ہوکر دریائے اُردن کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ دریا پہلے نرکل کے جنگل کے وسط سے نکلتا ہے جہاں اس کا پانی بالکل چھپا رہتا ہے۔ پھر ایک چھوٹی اور مسطح جھیل کے درمیان سے گزرتا ہے اُس جھیل کو مردم (Merom) کہتے ہیں۔ اس مقام پر اکثر اُس کی سطح دریائے بحیرۂ روم سے دو میٹر سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اور جب اس جھیل سے آگے بڑھتا ہے تو نشیب میں دو آتش فشانی پتھروں کی دیواروں کے مابین بہت تیزی کے ساتھ بہتا ہے اور جھیل گنزرت (Gennezareth) تک پہنچتا ہے جس کے دونوں طرف ٹیلے واقع ہیں۔ یہ کھاری پانی کی جھیل ہے پہلے اس کا پانی اور بھی کھاری تھا اس جھیل میں مچھلیاں کثرت سے ہیں جو مصر کی مچھلیوں سے مشابہ ہیں اس کی سطح بحیرۂ روم کی سطح سے دو سو میٹر سے زیادہ پست ہے۔ خلاصہ یہ کہ دریائے اردن پھر اس جھیل سے باہر نکلتا ہے اور ناہموار ساحلوں میں جن کے کنارے بید اور کھجور کے درخت زیادہ ہیں بہتا ہے۔ وہاں اس کی گزرگاہ تنگ ہے اور پانی کی رفتار بہت تیز ہے آخرکار اُس کا پاٹ چوڑا ہوجاتا ہے اور کم گہری جھیل کی طرح پھیلتا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ ڈھاتے ہوکر بحر میت (جھیل مردار) میں گرتا ہے۔ یہ جھیل سمندر سے چار سو میٹر سے زیادہ پست ہے۔ بحر المیت دو سفید پتھر کی پہاڑیوں کے درمیان واقع ہے جن کی بلندی آٹھ سو سے ایک ہزار میٹر تک ہے۔ ان پہاڑیوں کی چوٹیاں تیز اور نوکدار ہیں اور آفتاب کی گرمی اور روشنی ان پر گر کر منعکس ہوتی ہے اس کا پانی اور پانیوں سے

زیادہ بھاری ہے۔ اور اس پانی کا وزن میٹھے پانی کے وزن سے بقدر ¼ حصّہ کے زیادہ ہے اس لیے انسان اس میں ڈوبتا نہیں یعنی پانی کے نیچے نہیں جا سکتا۔ کہتے ہیں کہ شاہان روم میں سے ایک بادشاہ نے تجربہ کے لیے چند غلاموں کو ہاتھ پیر بندھوا کر اُس میں ڈلوا دیا لیکن وہ نہیں ڈوبے۔ وزن کی زیادتی کی وجہ سے بحر المیت میں تیرنا بہت مشکل ہے۔ جب کوئی شخص تیرنا چاہتا ہے، تو اُس کے پاؤں پانی سے باہر آ جاتے ہیں۔ اس جھیل کا پانی اس قدر کھاری ہے کہ نمک کے تختے جو اُس کے کنارے واقع ہیں پانی میں نہیں گھُلتے۔ کھانے کے نمک کے علاوہ اُس کے پانی میں پٹاس منگنیز نمک بھی شامل ہیں جن کی وجہ سے اس کا مزہ تلخ ہے۔ نباتات اور دریائی حیوانات اس میں زندہ نہیں رہ سکتے۔ لیکن پرندوں کے غول اُس کے پانی کے اوپر اُڑتے پھرتے ہیں بلکہ اکثر پانی کے اندر چلے جاتے ہیں۔ اس جھیل کے کناروں پر کہیں کہیں نفط کے چشمے بھی ہیں۔ پانی میں بھی قیر کی آمیزش ہے۔ یونانی بحر المیت کو اسفالیٹٹ (Asphaltite) ندی کہتے تھے کبھی کبھی اس کے پانی کی سطح پر رال کے پرت جمے دکھائی دیتے ہیں۔

بحر المیت سے کوئی دریا نہیں نکلتا اس کے کنارے ناہموار اور خشک اور گھانس اور درختوں سے خالی اور غیر آباد ہیں۔ مشرق کی جانب سے اس کا پہاڑ بہت صاف ہے اور اُس کے درے اُن گلیوں کے مانند ہیں جو دو دیواروں کے درمیان واقع ہوں۔

یریحو کی فتح | حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اُن کے خادم یوشعؑ اُن کی جگہ قوم کے سردار مقرر ہوئے۔ اُنھوں نے تمام بنی اسرائیل کو جمع کر کے ظاہر کیا کہ خدا اُن کو اہالِ فلسطین پر غالب کریگا۔ پھر وہ سب کے سب روانہ ہوئے۔ کاہن صندوقِ عہد (تابوت سکینہ) کو اُٹھائے ہوئے آگے آگے چلتے تھے (صندوقِ عہد میں حضرت موسیٰؑ کے قوانین کی تختیاں رکھی تھیں) مختصر یہ کہ دریائے اُردن تک پہنچے جب اُن

لوگوں نے جو صندوقِ عہد اُٹھائے ہوئے تھے پانی میں پاؤں رکھا تو پانی پایاب ہو گیا اور تمام قوم دریائے اردن کو عبور کر گئی اُس کے بعد پانی پھر اپنی اصلی حالت پر بہنے لگا۔

شہر یریحو (اریحا) جس میں کنعانی رہتے تھے ہر طرف سے مضبوط اور بڑی بڑی دیواروں سے مستحکم تھا بنی اسرائیل نے اُس کے محاصرہ کا ارادہ کیا اور یوشعؑ نے خدا کے حکم سے ایک روز کے بعد سب کو مسلح کیا اور اُنھیں یریحو کی طرف بڑھایا۔ آگے آگے سات کاہن قرنا بجاتے ہوئے اور اُن کے پیچھے تمام آدمی خاموش چلے۔ یوشعؑ نے اُن سے کہا جب تک میں حکم نہ دوں ہر شخص بالکل خاموش رہے۔ جب میں اشارہ کروں تو سب ایک بارگی شور کریں۔ عہد کا صندوق اُٹھائے ہوئے بنی اسرائیل تمام یریحو کے گرد پھر کر اپنے مقام پر واپس چلے آئے۔ چھ روز تک ہر صبح بنی اسرائیل یہی عمل کرتے رہے۔ ساتویں دن صندوقِ عہد آگے کر کے اُس کے پیچھے سب لوگ روانہ ہوئے اور سات مرتبہ یریحو کے گرد گشت کیا ساتویں چکر میں جب قرنا بجائی گئی تو یوشعؑ نے کہا کہ اب شور کرو کیونکہ خدا نے یہ شہر تمھیں عطا کر دیا۔ سب لوگوں نے ایک دم شور کیا اُسی وقت یکبارگی تمام دیواریں گر گئیں اور بنی اسرائیل شہر یریحو میں داخل ہو گئے۔ شہر کے اندر عورت مرد بچہ بوڑھا گائے بھینس گدھا غرض جسے پایا مار ڈالا اور سونے چاندی لوہے اور پیتل کی چیزیں علیحدہ کر کے باقی تمام شہر میں آگ لگا دی۔

توریت میں لکھا ہے یوشعؑ نے ایک ہی لڑائی میں پانچ کنعانی بادشاہوں پر فتح پائی جس وقت دشمن شکست کھا کر بھاگے تو خداوند نے اُن پر اولے برسائے جس سے اُن کے بہت سے آدمی مر گئے۔ جب آفتاب غروب ہونے لگا تو یوشعؑ نے آواز دی اے آفتاب ٹھہر۔ اور اے چاند توقف کر۔ آفتاب اور چاند ٹھہر گئے اور دن بڑھ گیا اسرائیلیوں نے اُس وقت پانچوں بادشاہوں کو ایک غار میں چھپا ہوا پایا۔ یوشعؑ نے

اُنھیں باہر نکال کر زمین پر لٹا دیا اور بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ ان کی گردنوں پر پاؤں رکھکر گزریں اس طرح سے اُن بادشاہوں کو مار ڈالا اور اُن کی نعشیں درختوں میں لٹکا دیں۔

بنی اسرائیل کے بارہ اسباط (قبیلے) فلسطین میں ایک سامی قوم رہتی تھی جسے کنعانی کہتے تھے۔ یہ قوم کاشتکار تھی گیہوں کی کھیتی کرتی اور انجیر و انگور کے درخت لگاتی تھی۔ یہ لوگ جن شہروں میں رہتے تھے اُن کے گرد شہر پناہ بناتے تھے۔ ان کے ہتیار پیتل کے ہوتے اور جنگی گاڑیوں میں بیٹھکر لڑتے تھے پتھر کے بُت بناتے تھے اور اُنھیں خدا کا مظہر سمجھکر اُن کی پرستش کرتے تھے۔

بنی اسرائیل نے جب فلسطین میں قیام کیا تو وہ ایک قوم بنکر نہیں رہے بلکہ بارہ قبیلوں میں تقسیم ہوگئے۔ ہر قبیلے کا رئیس علٰحدہ تھا اور اکثر تنہا لڑا کرتے تھے۔ ان سب قبیلوں میں سے دو قبیلے اپنی حیثیت اور جمعیت کے لحاظ سے سب پر ممتاز تھے ایک کا نام افرائیم (Ephraim) اور دوسرے کا منا (Manasse) تھا

یہ دونوں قبیلے حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے تھے باقی قبیلے حضرت یعقوب علیہ السلام کے گیارہ لڑکوں کی اولاد سے کنعانی لوگ بنی اسرائیل کو عربی یعنی اُدھر کے باشندے کہتے تھے۔ کیوں کہ ابتدا میں سب اُس طرف یعنی دریائے اُردن کے مشرقی ملک جلعاد میں رہتے تھے۔ وہ ایک تنگ اور اونچی اور سرسبز و شاداب زمین ہے جو دریاوں سے آٹھ سو میٹر بلند ہے اُس کے شمالی حصہ میں کاج، بلوط اور جمیز کے جنگل ہیں روبن اور کاؤ قبیلے اس ملک میں رہگئے باقی اُردن کو عبور کرکے کنعان میں داخل ہوئے اور وہاں کے لوگوں کو لڑکر شکست دی اور اُنھیں مطیع کرکے وہیں قیام کیا۔

اُس وقت بنی اسرائیل نے اپنا طرز زندگی تبدیل کردیا اور صحرا نوردی چھوڑکر کاشتکاری شروع کی اور تعمیر مکانات میں مصروف ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر قبیلہ ارض موعود کی زمین کے ایک حصہ پر متصرف ہوگیا۔ افرئیم اور منا قبائل نے جو حضرت

یوسف علیہ السّلام کے نسل سے تھے وسط کوہستان میں جو اُردن سے بلند ہے قیام کیا اور بنیامین کی اولاد اُس ٹیلے پر مقیم ہوئی جو یریحو کی زرخیز زمین سے بلند ہے۔ یہوداؔ نے اُن پہاڑوں پر قبضہ کیا جو بحرالمیت کے مغرب میں ہیں۔ شمعون اور لیوی دو قبیلے جنوب کی طرف بڑھنا چاہتے تھے تاکہ ملک شیشم میں قیام کریں لیکن وہ کمزور اور تباہ ہوگئے ان قبیلوں میں سے جو خاندان باقی رہے وہ دوسرے قبیلوں میں مخلوط ہوگئے یزرعیل کی وسیع زمین کے شمال میں ضعیف قبیلے یساکار اشیر زبولون اور نفتالی مقیم ہوگئے یہ زمین جنگل اور چراگاہ ہے اور فنیقیا اور جھیل کنزرت کے درمیان واقع ہے۔

قبیلۂ دان ایک مدت تک زمین کی تلاش میں رہا آخر پانچ آدمی جو ممالک کی سیاحت پر مقرر تھے درۂ لائیس میں پہنچے وہاں آوارہ فنیقیوں کا ایک خانہ بدوش گروہ صیدا سے واپس آکر سکونت پذیر ہوا تھا۔ یہ لوگ صلح جو تھے وہاں کوئی ان کا دشمن نہ تھا۔ یہ لوگ اس مقام میں اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے دان کے ولایت جو سیاحوں نے واپس آکر کہا کہ چلو ہم درۂ لائیس کے رہنے والوں پر حملہ کریں کیوں کہ وہ ملک اچھا ہے اگر وہاں چلوگے تو ایسے لوگ ملیں گے جو بالکل غیر محفوظ ہیں یہ زمین وسیع ہے اور خدا نے تمہارے لئے چھوڑ رکھی ہے۔ چھ سو آدمی قبیلۂ دان کے مسلح ہوکر گئے۔ اور اچانک لائیس والوں پر حملہ کرکے اُنھیں مار ڈالا۔ اور اُن کے شہر کو جلا دیا۔ کوئی شخص لائیس والوں کی مدد کو نہ آیا کیوں کہ وہ لوگ صیدا سے دُور تھے اور اُس ملک کے تمام رہنے والوں میں کسی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے۔ قبیلۂ دان نے درہ پر قابض ہوکر شہر کو دوبارہ بنوایا اور وہاں رہنا اختیار کیا۔

غیب گو دبورا | جس ملک پر بنی اسرائیل قابض تھے اُس کے اردگرد چند جنگجو قومیں رہتی تھیں قبائل موآب اور آموں مشرق میں عمالقہ، کنعانی، آموری، ادمی مدینی جنوب میں۔ اُن میں اور بنی اسرائیل میں برابر لڑائی ہوا کرتی تھی انھیں لڑائیوں

میں ایک بار ایک کنعانی شخص نے جو بادشاہ خاصور کے نام سے مشہور تھا. قبائل بنی اسرائیل میں سے کچھ حصّہ کو مغلوب کر لیا۔ کیوں کہ وہ سیسرا نامی ایک نہایت قابل سردار رکھتا تھا اور نو سو جنگی گاڑیاں میدان میں لا سکتا تھا۔

اُس زمانہ میں قبیلۂ افرئیم میں ایک غیب گو عورت تھی جس کا نام دبورا تھا۔ یہ عورت کوہستان میں ایک درخت کے نیچے بیٹھی رہتی تھی اور لوگوں کے جھگڑے چکایا کرتی تھی ایک روز اُس نے قبیلۂ نفتالی کے ایک شخص کو جس کا نام باراق تھا بلا کر کہا کہ خدا حکم دیتا ہے کہ تو دس ہزار آدمی قبیلۂ نفتالی اور زبولوں کے لے کر کوہ طابور کی طرف جائیں سیسرا سردار کو جنگی گاڑیوں اور فوجوں کے ساتھ نہر قیشون کی طرف بھیجوں گا اور تیرے ہاتھ سے شکست دلاؤں گا۔ باراق نے فوراً اُس کی اطاعت کی اور دونوں میں دریائے قیشون کے نزدیک مقابلہ ہوا آخر کنعانیوں نے شکست کھائی اور سیسرا اپنی جنگی گاڑی پر سے اُتر کر بھاگا لیکن جس شخص کے پاس اُس نے پناہ لی تھی اُس نے اُسے مار ڈالا دبورا اس خبر سے خوش ہوئی اور اُس نے اس خوشی میں جو گیت گائے وہ توریت میں تحریر ہیں۔

قاضی توریت میں لکھا ہے کہ اُس زمانہ میں کوئی بنی اسرائیل کا بادشاہ نہ تھا ہر شخص جو کچھ چاہتا تھا وہ کرتا تھا ہر گروہ خود اپنے اوپر حاکم تھا وہ لوگ جس طرح چاہتے تھے اپنی حفاظت کرتے تھے۔

بنی اسرائیل نے فلسطین کے رہنے والوں کے قریب سکونت اختیار کر کے اُن کا مذہب بھی قبول کر لیا پہاڑ پر پتھر کا ایک ستون اور اُس کے ساتھ مذبح بنایا۔ اور اُس کی پرستش کرنے لگے۔ متبرک درختوں، آفتاب اور چاند کو معبود قرار دیا۔ بلکہ وہ بُت اور بیل کی گائے، سانپ، بنا لیتے، انھیں سجدہ کرتے، اور اُن کی تعریف کرتے تھے۔ بعض مقامات پہ پتھروں کو حفاظت کے ساتھ رکھتے تھے اُن کا اعتقاد یہ تھا کہ خدا ان پتھروں کے اندر موجود

ہے اور اُس مقام کو بیت ایل یعنی خدا کا گھر کہتے تھے۔ یہ رسمیں حضرت موسیٰ کے احکام عشرہ کے خلاف تھیں۔ لیکن بنی اسرائیل میں سے بعض لوگ خدا پرست بھی تھے۔ وہ بُت پرستی میں مبتلا نہیں ہوئے تھے۔ اور فلسطین کے مشرکوں کے ساتھ لڑا کرتے تھے کبھی دشمن خوفناک ہو جاتا تھا تو بنی اسرائیل کے چند قبیلے اُس کی مدافعت کے لئے اکٹھے ہو جاتے تھے اُس وقت وہ کسی ایک شخص کو رئیس بنا کے اُس کی اطاعت کر لیتے تھے۔ وہی رئیس قاضی بھی ہوتا تھا۔ قضاۃ کے واقعات و کارنامے توریت میں تفصیل کے ساتھ تحریر ہیں۔ لیکن ہم مختصر طور پر بیان کرتے ہیں انھیں قاضیوں میں ایک شخص جدعون نام قبیلۂ منسا کا تھا۔ وہ زراعت کیا کرتا تھا جب بنی اسرائیل کو مدیونوں نے زیادہ تنگ کیا اور اُن کا مال و اسباب غارت کر دیا تو جدعون نے اُن سے لڑ کر انھیں مغلوب کیا اس فتح کے بعد بنی اسرائیل نے چاہا کہ اُسے اپنا بادشاہ قرار دیں۔ اُس نے منظور نہیں کیا اور اپنے گھر واپس چلا گیا۔

یفتاح جو بنی اسرائیل ملک جلعاد میں رہتے تھے وہ عمونیوں کی دست اندازی سے بہت تکلیفیں اُٹھایا کرتے تھے۔ یفتاح نام ایک شخص کو جو جلعاد کا رہنے والا تھا۔ اُس کے بھائیوں نے گھر سے نکال دیا تھا اُس نے جنگل میں چند رذیل لوگوں کو جمع کر کے لوٹ مار شروع کر دی۔ جلعاد کے آدمیوں نے اُس سے خواہش کی کہ عمونیوں کی مدافعت اور مقابلہ کے لئے اُن کے فوج کی سرداری قبول کرلے۔ یفتاح نے منظور کیا اور فوجوں کو لے کر دشمن کی طرف چلا۔ اُس نے لڑائی سے پیشتر خدا سے عہد کیا کہ اگر مجھے فتح حاصل ہو جائیگی تو جو شخص سب سے پہلے میرے مکان سے باہر آئیگا میں اُسے خدا کی راہ میں قربانی کر دوں گا۔

یفتاح نے فتح پائی اور اُس نے واپسی میں جوان لڑکیوں کا ایک گروہ دیکھا جو ناچتی اور دف بجاتی اُس کے استقبال کو آتی ہیں اور اسی کی لڑکی سب سے آگے ہے۔ یفتاح

اُسے دیکھکر بہت رنجیدہ ہوا اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور فریاد کرنا شروع کی کہ آے میری بیٹی تو نے مجھے رنج و غم کے گرداب میں پھنسا دیا کیوں کہ کیوں کہ میں نے خدا سے عہد کیا ہے اور تند رمانی ہے اب اُس سے منحرف نہیں ہو سکتا۔ لڑکی نے جواب دیا کہ اے میرے باپ تم نے جو عہد کیا ہے اُسے پورا کرو کیوں کہ خدا نے تمہارا بدلہ دشمن سے لے لیا فقط مجھکو دو ماہ کی مہلت دو کہ میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کوہستان میں جاکر روؤں۔ دو مہینے کے بعد لڑکی واپس آئی اور اُس کے باپ نے اُس کی قربانی کی۔

فلسطین کے باشندے اور شمشون | بحیرۂ روم کے کنارے کارمل کے جنوب میں ایک نئی قوم آکر رہی جو بُت پرست تھی اور سمندر کے رستے مغربی ممالک سے فلسطین میں آئی تھی۔ یہ لوگ بڑے جنگجو اور ہتیاروں سے آراستہ تھے۔ لڑائی کے وقت جنگی گاڑیوں میں بیٹھکر لڑتے تھے۔ تیر اندازی میں ماہر اور بہت زبردست تھے۔ پانچ مضبوط و مستحکم شہروں میں رہتے تھے جن خداوندوں کو پوجتے تھے اُن کی شکل مچھلی کی اور سر انسان کا بناتے تھے اس قوم نے بنی اسرائیل کے ساتھ لڑ کر اُن پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اُس وقت قبیلۂ دان سے شمشون ظاہر ہوا ان لوگوں کے خیال میں اُس کی سرگذشت عجیب و غریب ہی اُس کا خلاصہ یہ ہی کہ شمشون کے پیدا ہونے سے پہلے خدا کے ایک فرشتہ نے اُس کی ماں سے کہا کہ تیرے ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کے سر کو تلوار نہ چھو سکے گی۔ تو اُس کی حفاظت کرنا کیوں کہ یہ خدا کے خاص بندوں میں سے ہوگا۔ اور بنی اسرائیل کو فلسطینوں کے ہتھکنڈے سے نجات دیگا۔ جب لڑکا پیدا ہوا تو اُس کا نام شمشون رکھا گیا۔ وہ بڑا ہو کر بہت زور آور رہا ایک روز شمشون کہیں جا رہا تھا کہ ایک جوان شیر اُسے مل گیا۔ اُس وقت اُس کے ہاتھ میں کوئی ہتیار نہ تھا خداوند کی رُوح اُس پر نازل ہوئی اور اُس نے اپنے ہاتھ سے شیر کو مار ڈالا۔ کچھ دن کے بعد شمشون فلسطیوں کا دشمن ہو گیا اُس نے تین سو لومڑیاں پکڑ کر دو دو کی دُمیں ایک دوسرے

سے باندھیں اور دُموں کے درمیان جلتی مشعلیں لٹکا کر اُنھیں فلسطیون کے کھیتوں میں چھوڑ دیا اُن کے ہرے گیہوؤں کے کھلیان بلکہ زیتون کے درخت بھی جل گئے۔ اس کے بعد شمشون ملک یہوداہ کے ایک غار میں چھُپ رہا۔ فلسطیون نے وہاں کے باشندوں کو مجبور کیا کہ وہ شمشون کو اُن کے حوالہ کر دیں۔ مگر شمشون خود نکل آیا اور بغیر مقابلہ کے ٹھیرا رہا کہ وہ پکڑ کر اُسے باندھ لیں اور جیسے ہی یہ لوگ شمشون کو فلسطیون کے پاس لے گئے اُس نے اپنی بیڑیاں توڑ ڈالیں اور ایک گدھے کو اُس کا جبڑا پکڑ کر اُٹھا لیا اور اپنے اس ہتیار سے فوراً ایک ہزار فلسطیون کو مار ڈالا۔ اس کے بعد وہ شہر غزا میں گیا وہاں کے لوگوں نے دروازہ بند کر لیا کہ واپسی کے وقت اُسے گرفتار کر لیں شمشون نے پھاٹک اُکھاڑ لیا اور اُسے اپنی پیٹھ پر رکھکر لے گیا۔

آخر کار شمشون ایک عورت پر جس کا نام دلیلا تھا عاشق ہوگیا۔ فلسطیون کے اُمرا نے اُس عورت سے کہا کہ تو شمشون سے کسی طرح دریافت کر کہ اُس میں یہ زور و طاقت کیونکر پیدا ہوا ہے ہم تجھے بہت مال و اسباب دیں گے دلیلا نے شمشون سے پوچھا کہ تو کس طرح مغلوب ہو سکتا ہے۔ شمشون نے کہا کہ اگر مجھے سات نئی رسیوں سے باندھ دیں تو میں دوسرے آدمیوں کی طرح ضعیف ہو جاؤں گا۔ دلیلا سات نئی رسیاں لائی اور شمشون کو سوتے میں اُس نے رسیوں سے باندھ دیا۔ فلسطین والے ایک کمرہ میں منتظر بیٹھے تھے دلیلا ایک مرتبہ چلائی کہ شمشون فلسطین والے تیرے سر پر آگئے شمشون اُٹھا اور ان رسیوں کو بے ایسی آسانی سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جس طرح کہ آگ پارچہ کتاں کو پھونک دیتی ہے۔ دلیلا نے اس سے کہا کہ تو نے مجھے فریب دیا شمشون نے اور دو مرتبہ دلیلا کو فریب دیا لیکن آخر کار اُس کے زائد اصرار سے مجبور ہو کر اُسے اصل حقیقت سے مطلع کر دیا کہ اگر کوئی میرے سر کے بال کاٹ ڈالے تو میں معمولی آدمیوں کی طرح ہو جاؤں گا۔ اور میری طاقت زائل ہو جائے گی۔ دلیلا نے پھر فلسطیون سے کے

ایک گروہ کو بلاکر پوشیدہ کر دیا جب شمشون سو رہا تو اُس کے سر کے بال کاٹ ڈالے اور غُل مچایا کہ شمشون اُٹھ فلطین والے آپہنچے شمشون بیدار ہوا لیکن اُس کی قوت زائل ہو چکی تھی۔ اُسے فلسطیون نے گرفتار کر لیا اُس کی آنکھیں نکال ڈالیں اور اپنے ساتھ غزاہ میں لیجاکر قید کر دیا۔ وہاں اُس سے چکی پسواتے تھے شمشون ایک مدت تک اس تکلیف میں رہا یہاں تک کہ اُس کے بال کچھ کچھ بڑھ گئے اور اُس میں طاقت واپس آئی۔

فلسطین کے اُمرائے اس خوشی میں ایک جشن کیا کہ اُن کے خداوند نے اُنھیں شمشون پر غالب کر دیا۔ پھر تفریح کے لئے اُنھوں نے چاہا کہ شمشون کو قید خانہ سے نکال کر چھیڑیں اور تنگ کریں۔ چنانچہ اُسے قیدخانہ سے نکال کر عمارت کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ شمشون نے اُس وقت کے زور پر جو اُس میں پیدا ہوگئی تھی خواہش کی کہ اُسے ایک ستون سے ٹکادیں اور خدا سے دعا کی کہ ایک دفعہ اور اُسے پوری طاقت عطا کر دے تاکہ وہ فلسطیون سے اپنا بدلہ لے لے جنھوں نے اُس کی آنکھیں نکال لی ہیں۔ جب لوگ اُسے ستون کے پاس لے گئے تو شمشون نے بیچ کے اُن دونوں ستونوں کو جن پر عمارت قایم تھی بغل میں لے کر پوری طاقت کے ساتھ زور کیا اور اُن ستونوں کو کھینچ لیا جس کی وجہ سے ساری عمارت گر پڑی اور شمشون معہ اُن تمام فلسطیون کے جو اُس مکان میں تھے اُس کے نیچے دب کر مر گئے۔

عیلی اور شموئیل | شہر شیلوہ میں قبیلۂ افرئیم کے پاس ایک بڑا لکڑی کا صندوق تھا جس پر سونے کے پتر چڑھے ہوئے تھے اُس صندوق میں دو پتھر رکھے تھے جن پر خداوند کے احکام کھُدے تھے۔ لوگ اُس صندوق کو جو بنی اسرائیل اور خدا کے درمیانی عہد و اقرار کی نشانی تھا بہت حفاظت سے رکھتے تھے۔ کاہنوں کا ایک خاندان صندوق کی حفاظت کی خدمت انجام دیتا تھا۔ اُس زمانہ میں اُس خاندان کا

رئیس عیلی تھا۔ عیلی کے گھر میں ایک لڑکا شموئیل نام تھا جسے اُس کی ماں نے بچپن سے خدا کی عبادت کے لیۓ وقف کر دیا تھا اور وہ کتانی کپڑے پہنے ہوئے ہر وقت خدا کی عبادت میں عمر بسر کرتا تھا ہر سال اُس کی ماں اپنے لڑکے کے لیۓ نئے کپڑے بناتی تھی اور جب وہ قربانی کے مکان میں آتا تھا تو کچھ حصّہ اُس کے لیۓ لاتی تھی ایک روز شموئیل رات کو صندوق کے قریب سو رہا تھا اور چراغ جل رہا تھا کہ اُس نے ایک آواز سنی۔ شموئیل، شموئیل! وہ اُٹھکر عیلی کے پاس آیا مگر چوں کہ عیلی نے اُسے نہیں بلایا تھا اس لیۓ کہا کہ وہ آواز خدا کی تھی۔ تو جلد اپنی جگہ جا اور اگر پھر آواز سُنے تو کہنا کہ اے خداوند تیرا بندہ حاضر ہے شموئیل نے پھر وہی آواز سنی اور جیسا اُس سے کہا گیا تھا اُسی طرح جواب دیا اُس آواز نے وہ بدقسمتی ظاہر کی جو بنی اسرائیل پر نازل ہونے والی تھی۔

تھوڑے دنوں کے بعد فلسطیون نے بنی اسرائیل پر حملہ کیا۔ بنی اسرائیل نے شیلوہ کے آدمیوں سے خواہش کی کہ وہ اُن کو عہد کا صندوق دیدیں (کیوں کہ اُن کا خیال تھا کہ وہ اُس صندوق کی بدولت فتح پا جائیں گے) عیلی نے جو اُس صندوق کا نگہبان تھا اپنے دو لڑکوں کی سپردگی میں وہ صندوق روانہ کیا اور وہ لوگ اُسے میدانِ جنگ میں لے گئے۔ بنی اسرائیل اُسے دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ دوسرے روز فلسطیون اور بنی اسرائیل کا مقابلہ ہوا مگر بنی اسرائیل مقہور مقتول ہو کر متفرق ہو گئے اور وہ صندوق عہد بھی دشمنوں کے ہاتھ آگیا۔ رات کو بنیامین کی اولاد میں سے ایک شخص شیلوہ میں پہنچا۔ جس کا گریبان چاک اور سر خاک آلودہ تھا۔ عیلی دروازہ پر اُس صندوق کا منتظر بیٹھا تھا ناگاہ اُس کے کان میں غل وشور کی آواز آئی عیلی نے اس غل وشور کا سبب دریافت کیا۔ قاصد اُس کے قریب آیا (کیوں کہ ضعیف و نابینا تھا) اُس نے دریافت کیا جنگ کا نتیجہ کیا ہوا۔ قاصد نے جواب دیا کہ بنی اسرائیل نے

فلسطیون سے شکست کھائی تیرے دونوں لڑکے بھی مارے گئے اور صندوق عہد دشمن لے گئے۔ عیلی یہ خبر سُن کر گر پڑا اُس کا سر پھٹ گیا اور وہ اس صدمہ سے مر گیا۔ فلسطی صندق کو اپنے ہاں لے گئے۔ اُنھوں نے اُس کو ایک بُت کے پہلو میں جس کی وہ پرستش کرتے تھے رکھا۔ بُت زمین پر اوندھے مُنہ گرا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور ایک خوفناک بیماری فلسطیون میں پھیل گئی۔ اس قوم کے سردار اس واقعہ سے ڈرے اور انھوں نے عہد صدق بنی اسرائیل کے پاس بھیج دیا۔ فلسطیون نے بنی اسرائیل کے چند شہروں میں اپنی فوج مقرر کی اور اُمرائ بنی اسرائیل پر اقتدار حاصل کر کے سلطنت کرنے لگے عیلی کی وفات کے بیس سال بعد شموئیل جو تدین میں مشہور تھا۔ بنی اسرائیل کا قاضی ہوا۔ اور اپنے وطن کے شہر راماہ میں رہنا اختیار کیا۔ یہ شہر ملک بنیامین میں فلسطین کے جنوب اور فلسطیون کے مقابل میں واقع تھا۔ شموئیل راماہ سے بنی اسرائیل کے اُن شہروں میں گشت کرتا تھا جو آزاد رہ گئے تھے۔

شاعول (طالوت) آخر کار بنی اسرائیل نے سمجھ لیا کہ اُنھیں فلسطیون کے مقابلہ میں متحد ہونا چاہیئے اس لئے اُمرائے بنی اسرائیل نے آ کر شموئیل ؑ سے درخواست کی کہ وہ اُن کی بادشاہی قبول کریں تاکہ دوسرے ملکوں کی طرح اُن کا بھی بادشاہ مقرر ہو جائے۔ پہلے تو شموئیل نے انکار کیا اور کہا کہ "جو تمہارا بادشاہ ہوگا وہ تمہارے لڑکوں کو عطر سازی اور کھانا پکانے پر مجبور کرے گا۔ تمہارے کھیتوں اور انگور و زیتون کے درختوں کو چھینے گا اور اپنے غلاموں پر مہربانی کرے گا۔ تمہارے غلاموں کنیزوں گایوں اور گدھوں کو بجبر چھین لے گا اُس وقت تم بادشاہ کے ہاتھ سے فریاد کرو گے اور خدا تمہاری فریاد نہ سُنے گا"۔ بنی اسرائیل نے شموئیل ؑ کی بات نہ سُنی اور وہ مجبور ہوا کہ اُن کی استدعا پوری کرے۔ اُس زمانہ میں قبیلۂ بنیامین میں ایک طاقتور اور

لہ اسلامی روایتوں میں حضرت شموئیل ؑ انبیائے بنی اسرائیل میں سے ہیں۔

جنگجو جوان تھا جس کا نام شاؤل[1] تھا یہ جوان بنی اسرائیل میں سب بہادروں سے زیادہ خوش اندام اور قدآور تھا ایک روز شاعول کے باپ کی کچھ گدھیاں گم ہوگئیں اُس نے انھیں تمام ملک میں ڈھونڈھ مارا مگر کچھ پتہ نہ لگا جو خادم اُس کے ہمراہ تھا اُس نے کہا کہ اس شہر میں ایک مردِ خدا ہے وہ جو کچھ کہدیتا ہے وہی ہوتا ہے اُس کی خدمت میں چلیں شاید وہ کچھ پتہ بتادے۔ چنانچہ خادم مخدوم دونوں شموئیلؑ کے پاس آئے اُس نے کہا کہ مُراد پوری ہوگی اور شاعول بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوگا۔

اُس وقت بنی اسرائیل جمع تھے اور بادشاہ انتخاب کرنا چاہتے تھے شموئیلؑ نے شاعول کو بادشاہ مقرر کیا۔ اور اُس نے بنی اسرائیل کو فلسطیون کے ہاتھ سے نجات دی۔

ایک روز شموئیلؑ نے شاعول سے کہا کہ تو عمالقہ سے لڑ اور جو کچھ ہاتھ آئے خدا کی راہ میں نذر کر کوئی چیز باقی نہ رکھ۔ عورت، مرد، لڑکے، یہاں تک کہ شیرخوار بچے، گائے، بکری، گدھے، اونٹ سب کو مار ڈال۔

شاعول نے عمالقہ کی طرف بڑھ کر اُن کو شکست دی اور اُن کے بادشاہ کو گرفتار کرلیا بنی اسرائیل نے سب باشندوں کو مار ڈالا لیکن بادشاہ کو زندہ رہنے دیا۔ اور موٹی تازی بھیڑیں، گائے اور دُنبے رکھ لئے اور دُبلے جانور مار ڈالے۔ شاعول نے واپس آکر شموئیلؑ سے کہا کہ میں نے خدا کے حکم کی اطاعت کی۔ شموئیلؑ نے کہا پھر میں گایوں اور بھیڑوں کی آوازیں کیسی سُنتا ہوں اس کے کیا معنی ہیں۔ شاعول نے عذر کیا کہ میں نے ان جانوروں کو قربانی کے لئے رکھ لیا ہے۔ شموئیلؑ نے کہا کہ خدا کے حکم کی اطاعت قربانی سے بہتر ہے۔ تو نے خدا کے حکم کی اطاعت نہیں کی تو وہ بھی تجھے سلطنت نہ دے گا۔ یہ سنکر سب نے شاہِ عمالقہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔

---

[1] مؤرخین عرب نے شاعول کو طالوت لکھا ہے اور قرآن میں بھی اسی کا نام ذکر آیا ہے۔

داؤدؑ ساؤل کبھی کبھی مغموم ہوتا تھا تو دفعِ غم اور حصول تفریح کے لئے داؤدؑ کو بلاکر بربط سنتا تھا۔ داؤدؑ شہر بیت لحم واقع ملک یہودا کے رہنے والے ایک نوجوان تھے۔ آپ کے بال خرمائی اور آنکھیں بڑی بڑی اور صورت بہت اچھی تھی۔ شموئیلؑ نے آپ کو سلطنت کے لئے نامزد کیا تھا۔

ایک روز فلسطیون نے بنی اسرائیل پر حملہ کیا اُن کی دو فوجوں نے دو پہاڑوں پر جو ایک درے کی وجہ سے الگ ہو گئے تھے خیمے قایم کئے ہر صبح کو ایک پہلوان جس کا نام جالوت تھا فلسطیون کے لشکر سے باہر آتا تھا اُس کا قد بہت لنبا تھا وہ سر پر پیتل کی ٹوپی پہنتا تھا اور اُس کے جوشن پر پیتل کے ٹکڑے لگے ہوئے تھے۔ اسی طرح پیتل کے موزے پاؤں میں پہنتا تھا۔ اُس کا نیزہ بہت لمبا تھا جس کی نوک لوہے کی تھی اُس کا غلام اُس کے پیچھے سپر لے کر آتا تھا۔ جب وہ درے میں پہنچکر حریف کو طلب کرتا اور کہتا کہ بنی اسرائیل کے لشکر میں سے ایک آدمی مجھسے لڑنے کے لئے آئے۔ مگر کسی شخص کی ہمّت نہیں ہوتی تھی کہ اس پہلوان کے مقابلہ کے لئے جائے۔ داؤدؑ نے اُس سے مقابلہ کرنا چاہا۔ ساؤل نے ایک زرہ اور ایک خود اُنھیں دیا اور ایک تلوار اُن کی کمر میں باندھی۔ لیکن داؤدؑ نے کہا مجھے ان ہتیاروں کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ فقط اپنی لکڑی اور پانچ پتھر اور اپنا گوپھن لے کر اُس کے مقابلہ میں گئے۔ جالوت نے جب داؤدؑ کی طرف دیکھا تو کہا کہ کیا میں کُتّا ہوں جو لکڑی لے کر میرے مقابلہ میں آیا ہے میں تیری نعش ہوا کے پرندوں اور جنگل کے درندوں کو بخش دوں گا۔ داؤدؑ نے جواب میں کہا کہ میں خدا کا نام لے کر تیرے مقابلہ میں آیا ہوں وہ تجھکو میرے حوالے کر دے گا۔ یہ کہکر گوپھن میں ایک پتھر رکھّا اور جالوت پہلوان کی طرف پھینکا وہ پتھر اُس کی پیشانی پر لگا جس کی ضرب سے وہ زمین پر گر پڑا داؤدؑ نے دوڑ کر جالوت کی تلوار میان سے نکال کر اُسی سے اُس مغرور کا سر کاٹ لیا۔

شاعول نے داؤدؑ سے اپنی لڑکی شادی۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ ان کا مخالف ہوگیا اور ارادہ کیا کہ داؤدؑ کو مروا ڈالے۔ ایک رات اُس نے چند مسلح آدمیوں کو بھیجا اُنھوں نے اچانک داؤدؑ کا گھر گھیر لیا داؤدؑ کی بیوی نے اُنھیں اطلاع کر دی وہ ایک کھڑکی سے کود کر بھاگ گئے۔ اُن کی بیوی نے ایک مجسّمہ کھال سے منڈھا ہوا اُن کے پلنگ پر لٹا کر لحاف سے چھپا دیا۔ جس وقت شاعول کے بھیجے ہوئے لوگ پہنچے تو داؤدؑ کی بیوی نے کہا کہ داؤدؑ بیمار ہیں اُن لوگوں نے شاعول کو اطلاع دی اُس نے کہا کہ اُنھیں بستر پر مار ڈالو۔ جب وہ دوبارہ آئے تو بستر پر وہ مجسّمہ پایا جو داؤدؑ کی بیوی نے بستر پر لٹا دیا تھا۔

داؤدؑ کوہستان میں چلے گئے اور وہاں مسلح آدمیوں کا ایک گروہ اُنھوں نے فراہم کرکے فلسطین کے ایک امیر کی اطاعت کرلی۔ اُس نے ایک شہران کو دیدیا۔ یہ ممالک متصلہ پر حملہ کرتے تھے نہ مرد کو زندہ چھوڑتے تھے نہ عورت کو اور بھیڑیں، گائیں، گدھے اور اونٹ مالِ غنیمت میں لیجاتے تھے اور فلسطیون کو معلوم ہوتا تھا کہ اُنھوں نے بنی اسرائیل کی زمین برباد کر ڈالی ہے۔

شموئیلؑ کی وفات اور شاعول کی موت

اس عرصہ میں شموئیلؑ نے وفات پائی۔ فلسطیون نے ایک لشکر جرار بنی اسرائیل کی طرف بھیجا۔ شاعول نے بھی فوج تیار کرکے اُس لشکر کے سامنے قیام کیا لیکن دشمن کی کثرت سے خوف زدہ ہوکر خداوند سے مشورہ طلب کرنے پر کوئی جواب نہ ملا۔

شاعول کے لوگوں نے سنا کہ ایک جادوگر عورت ہے جو مُردوں کی ارواح کو حاضر کرتی ہے۔ شاعول بھیس بدل کر اپنے دو خادموں کے ساتھ اُس عورت کے پاس گیا اور کہا کہ شموئیلؑ کی روح کو میرے لئے بلا دے جادوگرنی نے تعمیل حکم کی اور اُس روح کو دیکھکر شور کیا۔ شاعول نے کہا تو کیا دیکھتی ہے عورت نے کہا ایک پیر مرد ہے کپڑے

پہنے ہوئے آیا ہے۔ شاعول سمجھ گیا کہ شموئیلؑ ہیں۔ اُنھیں سجدہ کیا اُس وقت شموئیل کی آواز سُنی جو کہتے تھے کہ تو نے مجھے کیوں تکلیف دی اور کیوں زمین پر بلایا۔ شاعول نے کہا کہ میں سخت مصیبت میں گرفتار ہوں فلسطیون نے مجھ پر فوج کشی کی ہے اور خداوند مجھ سے برگشتہ ہے نہ پیغمبروں کے ذریعہ سے جواب دیتا ہے اور نہ خواب میں آتا ہے آپ کو میں نے مشورہ کے لئے بلایا ہے کہ میں کیا کروں۔ شموئیلؑ کی آواز پھر سُنائی دی کہ خداوند تیرے ساتھ وہی کرے گا جو میں کہتا ہوں کل تو اور تیرے لڑکے مجھ سے آملیں گے اور بنی اسرائیل کے لشکر کو خدا فلسطیوں کے قبضہ میں دیدے گا۔ شاعول نے چوبیس گھنٹہ سے کھانا نہیں کھایا تھا یہ سُن کر وہ بیہوش ہو گیا جب ہوش آیا تو جادوگر عورت نے اُس کو اور اُس کے خادم کو کھانا دیا اور وہ اُسی وقت واپس ہو گیا۔

صبح کو فلسطیون کے لشکر نے بنی اسرائیل کے لشکر کو پریشان کر دیا۔ شاعول کے تین لڑکے مارے گئے اور خود شاعول بھی تیروں سے سخت زخمی ہو گیا۔ چوں کہ وہ زندہ گرفتار ہونا نہیں چاہتا تھا اس لئے اُس نے اپنے اپنے خادم سے کہا کہ وہ اپنی تلوار سے اُسے مار ڈالے۔ خادم نے انکار کیا۔ ناچار شاعول نے اُس کی تلوار پر گر کر اپنی جان دیدی۔ فلسطیون نے نعشوں کو برہنہ کیا سب کے بیچ میں شاعول کی نعش پائی اُس کا سر کاٹ کر دھڑ دیوار پر لٹکا دیا۔

داؤدؑ کو اپنے دوست شاعول کی خبرِ وفات سُن کر بہت رنج ہوا۔ اُنھوں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور بہت روئے اور مرثیہ کے طور پر ایک گیت گایا جو توریت میں تحریر ہے۔

داؤدؑ کی سلطنت | شاعول کی وفات کے بعد بنی اسرائیل میں اختلاف واقع ہوا کچھ لوگ داؤدؑ کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے اور کچھ لوگ اُن کے دوسرے بھائی کو۔ دونوں بادشاہ میں بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں۔ سات برس کے بعد داؤدؑ کا بھائی اپنے دو خادموں کے

ہاتھ سے مقتول ہوا۔ اور سب نے داؤدؑ کو بادشاہ تسلیم کرلیا۔

جب داؤدؑ کی سلطنت مستحکم ہوگئی تو اُنھوں نے چاہا کہ ایک ایسا دارالسلطنت بنائیں جو مرکز سلطنت سے دُور نہو اُس وقت کوہ صیہون پر کنعانیوں کا ایک شہر تھا جسے تین طرف سے نہایت گہرے نالے گھیرے ہوئے تھے اور ایک طرف دریائے سدرن جاری تھا وہ درحقیقت ایک قدرتی قلعہ تھا ایک طرف دریائے اُردن بھی قریب ہی بہتا تھا دوسری طرف سوریہ کا جنگل تھا۔ داؤد نے محاصرہ کرکے اُسے فتح کرلیا اور اپنا پایۂ تخت قرار دے کر یروشلم اُس کا نام رکھا۔ اور صندوقِ عہد معہ اور سب متبرک چیزوں کے وہاں لے گئے۔

داؤدؑ کو اپنے زمانۂ سلطنت میں فلسطیون اور نیز دیگر ہمسایہ قوموں کے لڑنا پڑا اُنھوں نے سب پر فتح پائی۔ ان لڑائیوں میں بنی اسرائیل کے بعض بہادروں نے بہت جرأت دکھلائی۔

ابیشالوم کی بغاوت | حضرت داؤدؑ کا لڑکا ابیشالوم ایک وجیہ اور قوی جوان تھا اُس کے دوست بہت تھے جب وہ کسی دادخواہ کو دیکھتا تھا کہ بادشاہ کے پاس انصاف کا خواستگار آیا ہی تو ابیشالوم اُس سے کہتا تھا کہ تو سچ کہتا ہے لیکن باشاہ تیرا انصاف نہیں کرے گا اگر میں بادشاہ ہوتا تو سب کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرتا۔

آخرکار ابیشالوم نے سلطنت کا دعویٰ کیا اور بہت سے بنی اسرائیل اُس کے ساتھ ہوگئے۔ داؤدؑ اپنے محافظین کے ساتھ یروشلم سے چلے گئے۔ اور اُنھوں نے دریائے سدرن کو عبور کرکے اردن پار قیام کیا۔ وہ وہاں روتے رہے۔ ابیشالوم اپنی باپ کے گھر میں مقیم ہوا۔ اور قریباً تمام قوم نے اُس کو بادشاہ قبول کرلیا۔ پھر داؤدؑ نے ایک مختصر لشکر جمع کرکے بنی اسرائیل کو شکست دی اور ابیشالوم ایک خچر پر سوار ہوکر بھاگا جب وہ ایک بلوط کے درخت کے نیچے سے گزرا تو اُس کے بال اُس میں اُلجھ گئے،

اور خچر اُس کی رانوں سے نکل گیا اور وہ زمین و آسمان کے درمیان معلق لٹکنے لگا داؤدؑ کے ایک سپاہی نے اُسے اس حال میں دیکھکر مار ڈالا۔ اس واقعہ کے بعد قرنا بجا دیا گیا کہ اب فوج کے لوگ بنی اسرائیل کے تعاقب سے باز آئیں۔ ایک شخص یہ خبر لیکر حضرت داؤدؑ کی خدمت میں گیا۔ اور اُنھیں سجدہ کرکے عرض کیا کہ اُس خدا کی تعریف ہو جس نے میرے آقا کے باغیوں کو تباہ کیا۔ داؤدؑ نے دریافت کیا کہ آیا ابشالوم بخیرت ہی جب معلوم ہوا کہ وہ مارا گیا تو بہت رنجیدہ ہوئے اور اپنے کمرے میں جاکر بہت روئے اور کہا کہ اے میرے بیٹے ابشالوم میں تیرے بجائے کیوں نہ مرگیا اس کے بعد اور لڑائیاں ہوئیں اور جب حضرت داؤدؑ ضعیف ہوگئے تو اُنھوں نے اپنے لڑکے سلیمانؑ کو اپنے بجائے تخت نشین کر دیا۔

سلیمانؑ کی ثروت حضرت سلیمانؑ کو لڑائی کی ضرورت نہیں ہوئی۔ وہ یروشلم میں آرام کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے۔ اس شہر میں صورت کے معماروں نے اُن کے لئے ارز کی لکڑی کا محل بنایا اس محل کا بڑا کمرہ سو گز لمبا اور پچاس گز چوڑا اور تیس گز اُونچا تھا۔ اور چوب ارز کے چار سو ستونوں پر یہ محل تعمیر کیا گیا تھا۔

یہ بادشاہ ایک سونے کے تخت پر جس کے دونوں پہلوؤں میں دو شیر بنے ہوئے تھے بیٹھکر عدالت کرتے تھے۔ تخت کے چھ زینے تھے اور ہر زینے پر ایک شیر بیٹھا تھا۔ بنی اسرائیل نے آج تک ایسی چیز نہ دیکھی تھی۔ سلیمانؑ نے فرعون مصر کی لڑکی کے ساتھ عقد کیا اور اُس کے لئے ایک جداگانہ محل بنوایا۔

قصرِ سلیمانؑ میں تین سو عورتیں تھیں اور خدام کی جمعیت بہت زیادہ تھی۔ وہاں ہر روز تیس گائیں اور سو بھیڑیں صرف ہوتی تھیں۔ بارہ سنگھے، ہرن، اور پرندے ان کے علاوہ ان مصارف کو پورا کرنے کے لئے سلیمانؑ نے اپنے ملک کو بارہ حصوں میں تقسیم کرکے اُس پر بارہ افسر بنائے تھے ہر افسر ایک ماہ کا شاہی محل اور اصطبل

کا خرچ ادا کرتا تھا۔ اس طرح پر کُل شاہی مصارف بنی اسرائیل کے ذمے تھے جو قافلے
سلیمانؑ کی سلطنت سے گزرتے تھے وہ اپنی حفاظت کا ٹیکس ادا کرتے تھے اس کے
علاوہ کچھ تجارتی حقوق بھی سُلیمانؑ کے لئے محفوظ تھے۔ مثلاً مصر سے رتھیاں گھوڑے
اور گاڑیاں، خرید کر شمالی لوگوں کے ہاتھ فروخت کیجاتی تھیں۔ اس کی آمدنی سلیمانؑ
حاصل کرتے تھے۔

امورِ سلطنت کی اجرا کے لئے تین منشی تھے، اور ایک دفتردار، ایک ناظر، ایک افسر
محل شاہی، ایک منتظم مال، ایک سب کا سردار، اور ایک مقرب وزیر تھا۔ اس عالیشان
بادشاہ نے مختلف مقامات پر اسلحہ خانے اور گودام بنوائے تھے جو ضروری اشیاء سے
بھرے ہوئے تھے۔

حضرت سلیمانؑ نے بحرِ احمر کے کنارے ایک بندرگاہ بنوائی اور کشتیاں تیار
کرا کے وہاں سے بحرِ ہند میں روانہ کیں۔ وہ لوگ ملک اوفیر میں پہنچے جس دولت کی
تعریف سنتے تھے۔ تین سال کے بعد وہاں سے واپس آئے۔ اور سونا، چاندی، ہاتھی دانت
جواہر، عطریات، اور اکثر ہندوستان کے جانور بندر طاؤس وغیرہ جنھیں بنی اسرائیل نے
نہ دیکھا تھا اپنے ساتھ لائے۔

حضرت سُلیمانؑ کی شہرت

حضرت سلیمانؑ بنی اسرائیل کے سب سے زیادہ متمول و
مقتدر بادشاہ تھے ان کے زمانہ میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ اور بنی اسرائیل نے انجیروں
اور انگوروں کے درختوں کے سایہ میں آرام سے زندگی بسر کی اس لئے لوگوں کے
دلوں میں اُس زمانہ کی بہترین یادگار باقی رہی۔ وہ سلیمانؑ کو سب سے زیادہ عادل
اور سب سے بڑھ کر عقلمند سمجھتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ ایک ہزار سے زیادہ گیت اور تین ہزار
سے زیادہ مثلیں کہی ہیں۔ وہ نباتات و حیوانات کے بڑے عالم تھے چنانچہ انھوں نے
لبنان کے عظیم الشان درخت ارز سے لے کر زوفا تک جو دیواروں میں اُگتا ہے تمام

نباتات کا اور ہر قسم کے حیوانات یہاں تک کہ حشرات الارض اور مچھلیوں کا ذکر بھی لکھا ہے

ایک روز دو عورتیں حضرت سلیمانؑ کے پاس فریاد لائیں ایک عورت کہتی تھی کہ یہ میری ہمسایہ عورت ہے اس کا لڑکا رات کو مر گیا یہ اُسے چھپا کر میرے لڑکے کو اٹھا لگئی اور اس مُردہ لڑکے کے بستر پر جا لٹایا دوسری عورت اس کے خلاف بیان کرتی تھی کہ میرا لڑکا زندہ ہے اور اس کا لڑکا مر گیا۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ تلوار لاؤ جب تلوار لائی گئی تو اُنھوں نے اپنے ایک سپاہی کو حکم دیا کہ اس لڑکے کو دو ٹکڑے کرکے دونوں کو نصف نصف دیدے۔ یہ سُنکر ایک عورت نے جو اُس لڑکے کی حقیقی ماں تھی غل مچا کر کہا کہ اس لڑکے کو قتل نہ کرو بلکہ دوسری عورت کو دیدو۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ اس لڑکے کی اصلی ماں یہی ہے اور اُسی کو وہ بچہ دلوا دیا۔

جب حضرت سلیمانؑ کی عقلمندی چاروں طرف مشہور ہوئی تو دوسرے ملکوں سے لوگ ایسے عقلمند بادشاہ کو دیکھنے کے لئے آتے تھے۔ منجملہ اُن کے عرب سے ملکہ سبا[1] اپنے خدم و حشم اور جواہرات و عطریات و سونا وغیرہ اونٹوں پر لاد کر آئی۔ اور حضرت سلیمانؑ سے چند معمے دریافت کئے اُن کے مناسب جواب پاکر واپس جانے لگی۔ تو حضرت سلیمانؑ سے کہا کہ اس ملک کے لوگ بہت خوش قسمت ہیں جو ہمیشہ حضور کی خدمت میں موجود رہتے ہیں اور حضور کی دانائی سے فائدہ اُٹھاتے ہیں پھر وہ زر و جواہر و عطریات جو اپنے ساتھ لائی تھی بادشاہ کے نذر کئے۔

معبد یروشلم (مسجد اقصیٰ) حضرت سلیمانؑ کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ اُنھوں نے اس معبد خداوندی کو بنوایا۔ حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں صندوقِ عہد ایک خیمہ میں رکھا رہتا تھا۔ حضرت سلیمانؑ نے بادشاہ صور حیرام یا حورام سے جس کے ساتھ اُن کا دوستی کا تعلق تھا فینیقی معمار طلب کئے۔ تاکہ خداوند کا معبد بنوائیں۔ کیوں کہ بنی اسرائیل عمارتیں

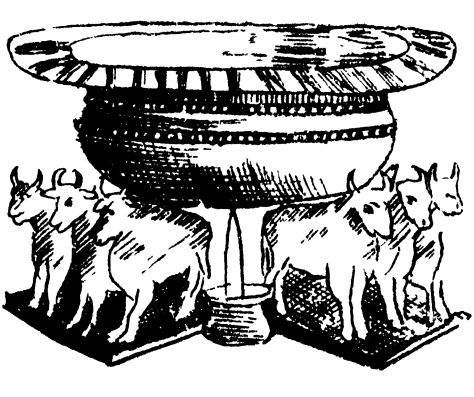
---

[1] یہ واقعہ بھی اِسی کلام اللہ میں دوسری طرح مرقوم ہے۔

بنانا نہیں جانتے تھے حضرت سلیمان نے حکم دیا کہ لبنان کے پہاڑوں سے بڑے بڑے درخت کاٹکر لائیں اور پتھر کی سلیں یروشلم کی نواح سے مہیا کریں۔ پہلے معبد کے لئے جگہ تجویز کی حضرت سلیمان چاہتے تھے کہ عبادت گاہ اُن کے قصر کے پہلو میں پہاڑ کے اوپر ہو۔ لیکن وہاں تنگ جگہ تھی مجبوراً اُسے وسیع کیا یعنی شمال کی طرف پہاڑ زیادہ اونچا تھا اُسے آٹھ میٹر کی گہرائی تک کھودا اور دوسری طرف نیچا تھا اُسے بڑے بڑے پتھر ڈال کر اور دیواریں بنا کر بلند کیا اس طرح ایک نہایت وسیع ہموار سطح تیار کی جو چار سو پچاس میٹر لمبی اور تین سو میٹر چوڑی تھی اُس کے اوپر سات برس میں ایک معبد بنوایا۔

معبد کے دونوں طرف دو احاطے تھے اُس زمین کا اچھا حصّہ اُن احاطوں میں گھیر لیا گیا۔ باہر سے داخل ہونے میں پہلے باہر کا احاطہ ملتا تھا جو عام لوگوں کے لئے کھلا رہتا تھا اس وجہ سے اُس احاطہ کو احاطۂ مردم کہتے تھے اور اُس کے اردگرد کاہن رہتے تھے۔ وہاں سے تین دروازوں کے ذریعے اندر کے احاطہ میں پہنچتے تھے۔ وہ احاطہ کاہنوں کا احاطہ کہلاتا تھا۔ کیوں کہ وہ احاطہ اُن کاہنوں کے لئے مخصوص تھا جو امور مذہبی کے ذمّہ دار اور وہاں قربانی کرتے تھے۔

وہاں پیتل کا ایک بڑا طشت رکھا رہتا تھا جو ۲ ½ گز اونچا اور تین گز چوڑا تھا اور آٹھ سنٹی میٹر اُس کا قطر تھا جس کو بارہ پیتل کی گائیں اُٹھائے ہوئے تھیں۔



معبد یروشلم کا برنجی طشت

کاہن جن چھریوں سے قربانی کرتے تھے اُن کو دھونے کے لئے اُس طشت کو پانی سے بھرد یتے تھے اور پانی نکالنے کے لیے پیتل کے دس پیالے کام میں لائے جاتے تھے یہ ایک گول طشت تھا جو ایک مربع صندوق پر قایم تھا۔ اس کی بیرونی سطح پر درختوں، شیروں، اور پردار گایوں کی شکلیں بنائی گئی تھیں۔ اس احاطہ میں مذبح تھا، جہاں قربانیاں کی جاتی تھیں۔

احاطہ کے آخر میں معبد تھا اُس میں داخل ہونے کے لئے پہلے پیتل کے دو منقش ستونوں میں سے گزرنا پڑتا تھا وہ ستون تیرہ میٹر اونچے تھے اور اُن کے سرے پر انار بنے ہوئے تھے۔ اس کے بعد ایک رواق سے گزر کر اصلی معبد میں پہنچتے تھے معبد کی دیواریں بڑی بڑے پتھروں کی بنائی گئی تھیں لیکن چوب اُرز کے نقشین تختوں نے اُن تمام پتھروں کو چھپا لیا تھا جن پر حنظل کے پتے اور کھلے ہوئے پھولوں کے نقش و نگار تھے معبد کی عمارت میں صرف دو کمرے تھے۔ یہ دونوں کمرے ایک ریشمی پردے سے جو چار رنگوں کا تھا ایک دوسرے سے جُدا ہو جاتے تھے۔ پہلے کمرہ کو کمرۂ حرم کہتے تھے یہ کمرہ بخور و عطریات رکھنے کے لئے مخصوص تھا اور یہاں انگیٹھی میں کندر کی خوشبو جلائی جاتی تھی اور ایک ہفت شاخہ شمعدان اور اُون کی میز رکھی ہوئی تھی۔



یہود کا ہفت شاخہ شمعدان

اس کمرہ میں کاہن بعض رسوم مذہبی ادا کرتے تھے۔

دوسرا کمرہ جو بہ نسبت پہلے کمرہ کے بہت چھوٹا تھا اُسے حرموں کا حرم کہتے تھے وہ معبدِ مخفی خیال کیا جاتا تھا اُس میں بڑے کاہن کے سوا کوئی نہیں جا سکتا تھا اور وہ بھی سال میں صرف ایک مرتبہ۔ اس کمرہ میں حضرت سلیمان نے صندوقِ عہد رکھا تھا۔ یہ لکڑی کا ایک بڑا صندوق تھا جس پر سونے کے پتّر جڑے ہوئے تھے۔ اُسے دو پر وار گائیں اُٹھائے ہوئے تھیں جن کا منہ طلائی تھا۔

بنی اسرائیل کی عبادت بنی اسرائیل کی عادت تھی کہ زندگی کے اچھے موقعوں پر مثلاً بھیڑوں کے اُون چننے، کھیتی کاٹنے اور انگور توڑنے کے زمانہ میں جشن منایا کرتے تھے۔ مثلاً انگور توڑنے کی عید میں جوان لڑکیاں باغوں میں جاتی اور ناچتی تھیں اور مرد انگور کے اوّل توڑے ہوئے خوشوں کو ہدیہ کرتے تھے اور دعوتیں کرتے تھے۔

جب یروشلم میں معبد بن گیا تو عبادتوں کا انتظام اور عیدوں کی عظمت بھی بڑھ گئی۔ کاہنوں کا رئیس معبد کا محافظ تھا اور باقی کاہن اُس کے ماتحت تھے۔ وہ لوگ اپنے خاص احاطے میں رہتے تھے اور لوگوں کی قربانیوں کے ایک حصّہ پر جو اُن کو ملتا تھا اُن کی بسراوقات تھی۔

اگرچہ اور شہروں کے معابد متروک نہیں ہوئے تھے لیکن بنی اسرائیل کی عادت ہو گئی تھی کہ آداب و رسوم مذہبی ادا کرنے کے لئے وہ یروشلم ہی میں آتے تھے۔ اسی لئے اُس زمانہ میں سب شہروں کے کاہن اسی معبد کے قریب جمع ہو گئے۔ اور چوں کہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادہ لیوی کی اولاد سے تھے اس لئے لیوی کہلاتے تھے۔

رفتہ رفتہ لیوی سب کاہنوں سے مل جل گئے۔ چوں کہ تمام کاموں میں اُن کے بیٹے اپنے باپ کے جانشین ہوا کرتے تھے اس لئے معبد کے پہلو میں ایک محلہ آباد ہو گیا جس کے رہنے والے صرف کاہن اور اُن کے نوکر چاکر تھے۔ مذہبی آداب و رسوم عمل میں لانا اُن کا کام تھا۔

بنی اسرائیل کی عبادت زیادہ تر قربانیاں اور دعائیں تھیں اور اس قوم سے جو شخص خدا سے کچھ مانگنا چاہتا وہ خدا کا شکریہ ادا کرنے کے لئے کاہنوں کی طرف رجوع کرتا تھا تاکہ اُن کے ذریعہ سے معلوم کرے کہ خدا کس چیز کو پسند کرتا ہے۔

کاہن لوگ خود امور قربانی کے نگراں تھے۔ وہ انگیٹھی میں عطریات ڈلتے اور کُندر سُلگاتے تھے۔ احاطہ میں گائیں اور بکریاں لاکر قربانیاں کرتے تھے اور اُن کو کا خون جنگل میں رواں ہوتا تھا اس کے بعد وہ ایک محراب میں چربی سلگاتے تھے اور کبھی جانور کا گوشت بھی آگ کی نذر کرتے تھے معبد کی زیارت کرنے والے روئی اور فصل کا نیا میوہ بطور ہدیہ لاتے تھے وہ مقررہ وقتوں میں بڑے بڑے جشن مناتے تھے اور تمام قوم معبد کے سامنے جمع ہوتی تھی۔

عید فصح کے دن ہر سال مصر سے رہائی پانے کی یادگار میں ہر گھر میں ایک مینڈھا ذبح ہوتا تھا اور اُس کا خون دروازے کے دونوں طرف لگایا جاتا تھا۔ مینڈھے کا گوشت خمیری روٹی کے ساتھ کھاتے تھے اور کھانے کے وقت کھڑے رہتے اور لکڑیاں ہاتھ میں لئے رہتے تھے گویا کہ وہ کہیں جانے کے لئے تیار ہیں۔

عید فصح سے پچاس دن کے بعد عید پانتکت (Pentecoti) کیجاتی تھی اور وہ اُس دن کے یادگار میں ہوتی تھی جس دن کہ قوم کو خداوند کے احکام ملے تھے۔

عید تابرناکل (Tabernacle) غلہ کاٹنے کے وقت اُن دنوں کی یاد میں کیجاتی تھی جب بنی اسرائیل جنگل میں خیموں کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس عید میں لازم تھا کہ آٹھ دن تک مکان سے باہر رہیں اور یہ ایام چھولداریوں میں بسر کریں۔

اس کے علاوہ ہفتہ میں شنبہ کا دن خداوند کے لئے وقف تھا۔ بنی اسرائیل شنبہ کے دن کو سبت کہتے تھے اور اُس دن کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ لیوی گیت لکھکر خدا کے لئے گاتے تھے اسی طرح مذہب کے متعلق یادگاریں اور واقعاتِ مذہبی و رسوم دینی اُن لوگوں میں

سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہتی تھیں۔ یہ لوگ دوسرے آدمیوں کو تعلیم دیتے تھے۔

پانچویں فصل

یہودا اور اسرائیل کی سلطنت

دس قبائل کا باقی قبیلوں سے جدا ہونا | حضرت سلیمانؑ نے بنی اسرائیل کو مجبور کیا تھا کہ وہ اپنی آمدنی کا ایک حصہ انھیں دیں اور نیز اُن کی عمارتوں کے لئے لکڑی اور پتھر لائیں۔ اس لئے بہت لوگ اُن کے شاکی ہو گئے۔ اور قبیلہ افرائیم نے اپنے قبیلے کے ایک شخص یربعام نامی کو بادشاہ بنا لیا۔ لیکن سلیمانؑ کی سلطنت قایم رہی اور یربعام مصر میں بھاگ گیا۔

چالیس برس کے بعد حضرت سلیمانؑ نے وفات پائی اور مشایخ بنی اسرائیل نے رجعام ابن سلیمانؑ کو بادشاہ بنانا چاہا۔ یربعام بھی وہاں آگیا اور اُس نے قوم کی طرف سے محصولوں میں نرمی کی درخواست کی۔ رجعام نے کہا کہ میرے باپ نے تمھیں گراں قید میں مبتلا کیا تھا میں اُسے اور بھی سنگین کروں گا وہ تمھیں لکڑیوں سے مارتے تھے میں گرہ دار گوڑے سے جس کا نام عقرب ہے، ماروں گا۔ یہ سُنکر اکثر بنی اسرائیل متفق ہوئے کہ رجعام کی اطاعت نہ کریں۔ اس عرصہ میں ایک شخص بادشاہ کی طرف سے محاصل وصول کرنے کو آیا۔ لوگوں نے اُسے پتھروں سے مار ڈالا اور یربعام کو بادشاہ بنا لیا۔ بنی اسرائیل کے دس قبیلوں نے رجعام کی سلطنت سے الگ ہو کر یربعام کی اطاعت تسلیم کر لی۔

رجعام کے پاس یروشلم اور اُس کے حوالی یعنی سرزمین یہودا اور بنیامین کے چند

شہر باقی رہ گئے۔ بنی اسرائیل کی سلطنت دو حصّوں میں تقسیم ہوگئی ہر حصّہ کا بادشاہ علیحدہ تھا۔ شمال میں اسرائیلی سلطنت تھی وہاں کے باشندوں کا نام بنی اسرائیل باقی رہا۔ اور جنوب میں سلطنتِ یہودا قایم ہوئی یہاں والے یہودی کہلانے لگے۔ یہ دونوں قومیں ایک دوسرے کی دشمن ہوگئیں اور اکثر آپس میں لڑا کرتی تھیں۔

سلطنت اسرائیل ان دونوں سلطنتوں میں اسرائیلی سلطنت کا عظمت و اقتدار زیادہ تھا اس سلطنت کا پہلا بادشاہ یا بانی یربعام ہوا اس نے پہلے اپنا پایۂ تخت سیشم میں مقرر کیا اور رعایا کو مجبور کیا کہ وہ یروشلم سے تعلق نہ رکھیں۔ اپنے ملک میں دو معبد بنائے ایک وان کی آبادی میں دوسرا جنوب میں بیت ایل۔ یہ دونوں معبد پہاڑوں پر بنائے گئے تھے۔ اور اُن میں سونے کے بچھڑے (گوسالے) رکھے تھے جنھیں خدا کا مظہر سمجھکر پوجتے تھے۔ ان دونوں معبدوں میں مذبح بھی تھے اور متعدد کاہن امورِ مذہبی کے نگران و محافظ تھے۔

دونوں معبدوں کی تیاری کے بعد بادشاہ نے اپنی رعایا سے کہا کہ ای بنی اسرائیل تم یروشلم کیوں جاتے ہو تمہارا خدا تو معابد دان و بیت ایل میں موجود ہے۔ انھیں معابد میں تم لوگ عبادت میں مشغول ہو۔ بنی اسرائیل نے اپنے بادشاہ کا کہنا قبول کیا اور اس طرح سے اُن لوگوں نے بُت پرستی کی بنیاد ڈالدی۔

پچاس برس تک شاہانِ بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی اولاد کو اپنا جانشین نہیں مقرر کیا یعنی سلطنت کو موروثی نہیں بنایا۔ مگر یربعام کے خاندان کو ایک سردار نے قتل کر ڈالا۔ اور اُس سردار کے خاندان کو اس کی گاڑی خانہ کے افسر نے اور اُس کے خاندان کے ایک اور افسر نے کام تمام کر دیا جس کا نام عمری تھا اور اُس وقت ملکی انقلابات کی کوئی حد نہ رہی تھی۔ ہر طرف عام بےچینی پھیلی ہوئی تھی۔

عمری نے سیشم سے تین فرسخ کے فاصلہ پر ملک افرائیم میں ایک نیا شہر بناکر

اُس میں قیام کیا اور اُس کا نام سا ماری (شومردن) رکھا۔ یہی بنی اسرائیل کا پایۂ تخت ہوگیا۔ یہ شہر ایک ٹیلہ کے دامن میں آباد کیا گیا تھا۔ اور تقریباً سب سے الگ اور ایک وسیع وزرخیز اور پرآب زمین پر واقع تھا۔ اس کی حفاظت بھی آسان تھی اس کے گرد جو پہاڑ تھے اُن پر سر سے پاؤں تک کھیتی ہوتی تھی۔ اس لئے یہ شہر تمام فلسطین میں نہایت ممتاز شمار کیا جاتا تھا۔

اس مدت میں یہودا کی چھوٹی سی سلطنت میں حضرت سلیمانؑ کی نسل سے بادشاہ ہوتے رہے۔ لیکن یہ سلطنت ہمیشہ بنی اسرائیل سے لڑائی میں مصروف رہی۔

آحاب اور الیاسؑ پیغمبر عمری کے لڑکے آحاب نے جو اسرائیل کا بادشاہ تھا فنیقیہ کے بادشاہ کی لڑکی سے شادی کرلی۔ جس کا نام ایزبل تھا۔ ملکہ نے سلطنت بنی اسرائیل میں اپنے دیوتا کی پرستش جاری کردی۔ اور شہر شومرون میں ایک بڑے بت بعل کے نام کا معبد یا مذبح بنایا اور ایک متبرک جنگل قرار دیا گیا جہاں استارتہ کا بُت رکھا گیا جسے وہ دیوی مانتے تھے۔

جن بنی اسرائیل میں اُس وقت تک خدا پرستی باقی تھی جب انھوں نے اپنے بادشاہ کو باہر کی بتوں کی پرستش کرتے ہوئے دیکھا تو وہ بہت رنجیدہ ہوئے۔ ادھر ملک جلعاد سے جو اُردن کے اُس طرف ہے الیاسؑ پیغمبر شومروں میں آئے اور آحاب کے سامنے بت پرستی پر اسے ملامت کی اور کہا کہ حقیقی خداوند اسرائیل کا خدا ہے جس کا بندہ میں ہوں۔ اور بطور پیشین گوئی کہا کہ تین سال تک اسرائیل کے ملک میں پانی نہیں برسے گا بلکہ شبنم تک نہیں گرے گی۔ جب بادشاہ آحاب نے چاہا کہ حضرت الیاسؑ کو گرفتار کرے تو وہ جنگل میں پوشیدہ ہوگئے مگر اُن کی پیشین گوئی کے موافق تین سال تک نہایت شدت کے ساتھ قحط سالی ہوئی اس زمانہ میں حضرت الیاسؑ نے واپس آکر پھر آحاب کو ملامت کی کہ اُس نے حکم خداوند کے خلاف بعل (فنیقیوں کا ایک بڑا بت تھا)

کی پرستش کی۔ آحاب نے اُس وقت بعل اور استارتہ کے حامیوں کو جو ملک کے نزدیک معزز تھے بلوا کر حکم دیا کہ کوہ کارمل پر جمع ہوں۔ چنانچہ چار سو پچاس بُت پرست اُس مقام پر جمع ہوئے اُدھر سے صرف حضرت الیاسؑ تنہا بتوں کے طرفداروں سے مقابلہ کرنے کو پہنچے اس کے بعد دو گائیں لائی گئیں ایک کو بعل کے حامیوں نے اور دوسری کو الیاس نے لیا اور بُت پرستوں نے اپنی گائے کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے اُس کو مذبح کی لکڑیوں پر رکھا اور اپنے دیوتا سے دعا شروع کی کہ وہ آکر ان لکڑیوں کو روشن کرے صبح سے ظہر کا وقت ہوگیا وہ لوگ برابر مذبح کے سامنے اُچھلتے کودتے رہے اور اپنے بدن کو تلواروں سے مجروح کرتے رہے یہاں تک کہ اُن کے زخموں سے خون جاری ہوگیا مگر نہ کوئی آیا نہ آگ روشن ہوئی حضرت الیاسؑ اُن لوگوں پر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ بعل کو بلند آواز سے پکارو کہ وہ تمہاری طرف متوجہ ہو اور اگر سو رہا ہو تو جاگ اُٹھے اس کے بعد حضرت الیاسؑ نے اپنی گائے کو لکڑیوں پر رکھا بلکہ اُس پر تھوڑا سا پانی بھی ڈالدیا اور خدائے تعالیٰ سے دُعا کی کہ اے میرے معبود تو مجھے جواب دے تاکہ اس قوم کو معلوم ہوجائے کہ تو سچا خداوند اور ان سب کا خدا ہے۔ حضرت الیاسؑ کی دعا پوری ہوتے ہی آسمان سے آگ اُتری اور گائے کو لکڑیوں سمیت بلکہ پتھر تک کو جلا دیا۔ تب حضرت الیاسؑ نے آدمیوں کو حکم دیا کہ بعل کے پوجنے والوں کو گرفتار کرکے نیچے لائیں پھر سب کے سر کاٹے اور اُن کی نعشیں دریا میں بہادیں۔ اُس کے بعد بارش شروع ہوئی۔

الیاسؑ اپنے رفیق الیشعؑ کو لے کر پھر جنگل میں چلے گئے کیوں کہ ایزبل اُن کو قتل کرنا چاہتی تھی۔ توریت میں لکھا ہے کہ حضرت الیاسؑ آگ کی گاڑی پر سوار ہوکر جس میں آگ کے گھوڑے جتے تھے آسمان پر چلے گئے۔ اور الیشعؑ اُن کے جانشین ہوئے۔ الیشعؑ نے بھی معجزے دکھائے ایک شام کے سردار کو جو برص میں مبتلا تھا شفا دی۔ اُنھوں نے

اُن بادشاہوں کو ملامت کی جو بتوں کو پوجتے تھے۔

بادشاہان اسرائیل سلطانِ دمشق کو خراج دینے پر مجبور تھے۔ لیکن جب وقت سلطان مذکور مر گیا تو اخاب نے خراج ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ نئے بادشاہ نے جس کا نام ارم بن ہدد تھا شومرون کا محاصرہ کیا لیکن شکست کھائی۔ دوسری لڑائی میں ارم بن ہدد گرفتار ہو گیا مگر اخاب نے اُس کو رہا کر کے اُس کے ساتھ صلح کر لی۔

اخاب بادشاہ یہوداہ سے بھی مل گیا جس کا نام یہوسفاط تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ بنی اسرائیل کی دونوں سلطنتوں کی باہمی جنگ بند ہوئی۔

موآب کا بادشاہ میشع | بحرالمیت کے جنوب مشرق میں ایک چھوٹی سی قوم موآب نام کی رہتی تھی۔ اُن کا بادشاہ میشع تھا۔ یہ لوگ بنی اسرائیل کو خراج دینے پر مجبور تھے۔ لیکن جب محاصرہ میں اخاب مارا گیا تو اُنہوں نے چاہا کہ بنی اسرائیل کو خراج نہ دیں۔ اس لئے سلطنت اسرائیل پر حملہ کر دیا اور اُس سلطنت کے کئی شہر فتح کر کے اُن کے باشندوں کو تہ تیغ کیا۔ میشع کا خیال تھا کہ اُس کو یہ فتوحات اُس کے ملک کے خدا موسوم بہ کاموس کی وجہ سے ہوئی ہیں۔ اس لئے اُس نے ان فتوحات کے شکریہ میں اپنے پایۂ تخت میں ایک پتھر نصب کرایا جس پر یہ سب کارنامے کندہ ہیں۔ یہ پتھر ۱۸۶۹ء میں ایک فرانس کے فاضل کے ہاتھ لگا اور آجکل پیرس کے عجائب خانہ لُدرے میں رکھا ہوا ہے۔

میشع نے اپنے پایۂ تخت میں ایک حصار بنوایا تھا وہی اُس کی نجات کا باعث ہوا۔ سلطانِ اسرائیل اور بادشاہ یہوداہ نے متفق ہو کر ملکِ موآب پر حملہ کیا اور وہاں کے شہروں کو برباد کر دیا۔ درختوں کو کاٹ ڈالا۔ کنوؤں کو پاٹ دیا۔ اور زرخیز جنگلوں کو پتھروں سے بھر دیا۔ اس کے بعد میشع کے شہر کا محاصرہ کیا۔ وہ اپنے دارالسلطنت میں محصور ہو گیا اور اُس نے اپنے خداوند کاموس سے درخواست کی کہ اُسے نجات دے۔ اور اُس نے

خداوند کی رحم و مہربانی کے لئے اپنے بڑے لڑکے کو وقف کر کے اُسی حصار کے اوپر محاصرہ کرنے والوں کے سامنے جلا دیا۔ بنی اسرائیل یہ دیکھکر بہت وحشت زدہ ہوئے اور چلے گئے۔

ایزبل کی موت احاب کے بعد اُس کا بیٹا یورام بادشاہ ہوا اُس نے اپنی ماں کا فنیقی مذہب اختیار کر لیا تھا اور بتوں کو پوجتا تھا۔ الیشع نے اس بات پر اُس سے ناراض ہوکر یورام کے ایک سردار سے کہا کہ بادشاہ کو اس گناہ سے باز رکھے۔ سردار نے جس کا نام یہو تھا یورام اور اُس کی ماں ایزبل دونوں کو قتل کر دیا۔ اور ایزبل کے بدن کے ٹکڑے کتوں کو کھلا دیئے۔ اُس کے بعد احاب کے خاندان کے سب شاہزادوں کو مار ڈالا۔ اس طرح سے سلاطینِ بنی اسرائیل کا خاندان ایک دم مٹ گیا۔

عتلیاہ اور یوآش سلطنت یہوداکی فرماں روا اُس زمانہ میں آحاب و ایزبل کی لڑکی تھی۔ اُس کا نام عتلیاہ تھا۔ اس لڑکی کے باپ نے اس کی شادی شاہِ یہودا کے لڑکے یورام سے کر دی تھی۔ ایّام صلح میں دو بادشاہوں (پہلے عتلیاہ کے شوہر یورام پھر اُس کے لڑکے احزیاہ) نے سلطنت کی۔

جب احزیاہ مر گیا تو عتلیاہ نے خاندان یہودا کے سب شاہزادوں کو مار ڈالا اور تنہا یروشلم میں سلطنت کرنے لگی۔ اُس نے صور کے فنیقی سرداروں کو طلب کر کے اپنی اردلی میں رکھا یروشلم میں بعل کے لئے ایک معبد بنایا اور اُس معبد کے لئے کاہن مقرر کئے۔ اس طرح سے سات برس گزر گئے لیکن احزیاہ کے لڑکے جس وقت قتل ہوئے ہیں تو اُس کا ایک لڑکے یوآش نامی کو جو بہت چھوٹا تھا رئیس کاہن کی زوجہ نے معبد یروشلم کے اندر چھپا کر پرورش کیا۔ جب یوآش کی عمر سات برس کی ہوئی تو رئیس کاہن نے سرداران فوج سے سازش کی اور اُن پر ظاہر کیا کہ اصلی بادشاہ کا لڑکا ابھی زندہ ہے۔ سلطنت یہودا کے رئیس اور لیوی اور مشایخ معبد میں جمع ہوئے کاہنوں کے رئیس نے اُنھیں سپریں

اور نیز برے جو پہلے حضرت داؤدؑ نے معبد میں رکھے تھے تقسیم کئے۔ جب جماعت صف باندھکر مرتب ہوگئی تو کاہنوں کے رئیس نے یوآش کو باہر لاکر اُس کے سر پر تاجِ زریں رکھا اور مقدس روغن اُس پر ملا۔ حاضرین نے تالیاں بجائیں اور غل مچایا کہ ہمارا بادشاہ زندہ رہے۔

عتلیاہ غل و شور کی آواز سُن کر معبد میں آئی۔ اور چھوٹے سے بادشاہ کو تخت پر بیٹھا ہوا اور خاص و عام کو اُس کے گرد شور و غل کرتے اور قرنا بجاتے دیکھکر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور چلائی خیانت! خیانت!! کاہنوں کے رئیس نے سب سرداروں کو حکم دیا کہ وہ اسے پکڑ کر باہر لائیں۔ چنانچہ معبد سے اُنھوں نے باہر لاکر عمارت کے سامنے اُسے قتل کر ڈالا اس کے بعد بہت سے آدمی بعل کے معبد کی طرف دوڑے اور بتوں کو مُنہ کے بل گرایا۔ وہاں کے رئیس کہنہ کو مار ڈالا۔ پھر معبد و مذبح دونوں کو برباد کر دیا۔

چوں کہ یوآش کی عمر کم تھی اس لئے کاہنوں کے رئیس نے اُس ملک میں سلطنت کی اور کسی کو اجازت نہ دی کہ خدا کے سوا کسی کی پرستش کرے۔ لیکن اُس کے مرنے کے بعد یوآش نے اپنی رعایا کو اجازت دی کہ استارتہ دیوی اور نیز دیگر بتوں کی پرستش کریں۔

رئیس کے لڑکے ذکریاؑ کو خدا کی طرف سے الہام ہوا۔ اُنھوں نے لوگوں سے کہا کہ تم کامیاب نہیں ہو سکتے کیوں کہ تم نے خدا کو چھوڑ دیا اور خدا نے بھی تم کو چھوڑ دیا یہ سُن کر یہودی غضبناک ہوئے اور اُنھیں پتھروں سے معبد کے سامنے مار ڈالا۔

چھٹی فصل

سلطنت بنی اسرائیل کی تباہی

آشوریوں کی تاخت تاراج اور انبیا کا ذکر اسرائیل و یہوداکی دونوں سلطنتیں ہمیشہ

باہمی جنگ اور ملکی انقلابات میں گرفتار رہتی تھیں۔ سوریہ، دمشق، کے باشندے بلکہ چھوٹی چھوٹی قوتیں موآب و عمون تک ان دونوں سلطنتوں پر حملہ کرتی تھیں اور وہاں والوں کو اپنے خداوندوں کے لیے مار ڈالتی تھیں۔ اتفاقاً اُسی زمانہ میں بہت سخت خشک سالی واقع ہوئی اور ٹڈیوں کی مصیبت اس کے سوا تھی جو انگور و انجیر کے درختوں تک کو کھا گئیں۔ اس سے بھی بڑھکر سخت بلا اس قوم پر یہ نازل ہوئی کہ آشوری فوجیں جو ہمیشہ مغرب کی طرف حملہ کرتی تھیں اُنھوں نے فلسطین تک پہونچکر بنی اسرائیل کے ملک کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔

بنی اسرائیل کہتے تھے کہ ہمارا خدا کیوں ہمیں دشمنوں سے محفوظ نہیں رکھتا۔ بعض خیال کرتے تھے اسرائیل کا خدا قادر مطلق نہیں ہے۔ اس لئے اُنھوں نے فاتح قوم یعنی سوریہ کے خداؤں کو پوجنا شروع کر دیا۔ یعنی بعل و استارتہ کی عبادت اور چاند، سورج، اور سب ستاروں کے سامنے عاجزی و زاری کرنے لگے۔ لیکن اکثر آدمی کہتے تھے کہ ہمارا معبود دوسرے خداوندوں سے زیادہ قادر ہے۔ اگر وہ اپنی قوم کی حفاظت نہیں کرتا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہم سے خوش نہیں ہے ہم کو چاہیئے کہ ہم اُس کے احکام کی تعمیل کریں تاکہ وہ ہم سے خوش ہو۔ اس عقیدے کے مطابق وہ یروشلم اور سب معبدوں میں قربانیاں کرتے تھے، عطریات و بخور سلگاتے تھے، اپنی آمدنی کا دسواں حصہ کاہنوں کو دیتے تھے۔ اور نقد روپیہ کا نذرانہ بھی پیش کرتے تھے۔ یہ لوگ روزہ رکھتے تھے، اپنے بدن پر مٹی ملتے تھے۔ مگر مصیبتیں بدستور تھیں اور بلائیں کسی طرح کم نہ ہوتی تھیں۔ اس سبب سے انبیا کا ظہور شروع ہوا۔ انبیا متوسط الحال بلکہ اکثر چرواہے ہوتے تھے۔ اور جنگلوں سے پرانے اور خراب لباس پہن کر آبادی میں آتے تھے۔ جنگل میں رہکر وہ غور و فکر کرتے تھے۔ پھر اپنے کو ہدایت و تبلیغ کے لایق بنا کر اسرائیل کی سلطنت یا یروشلم میں آتے اور خدا کی طرف سے بادشاہ اور کاہنوں سے گفتگو کرتے تھے۔ قوم کو گناہوں پر

ملامت کرتے اور کہتے تھے کہ خدا تمہارے اوپر بلائیں نازل کرے گا۔ جو کچھ وہ کہتے تھے اس کو تحریر بھی کر لیتے تھے۔ چنانچہ یہ تمام نوشتے توریت میں درج ہیں۔

بنی اسرائیل خیال کرتے تھے کہ دین فقط مذہبی رسوم کا بجا لانا ہے۔ اور انبیا کہتے تھے کہ خدا فرماتا ہے میں تمہارے رسوم سے بیزار ہوں۔ جو قربانی تم میرے لئے کرتے ہو میں اُس سے خوش نہیں ہوتا اور جو موٹی موٹی گائیں تم میرے لئے ذبح کرتے ہو میں اُن کی طرف نظر بھی نہیں اُٹھاتا۔ تمہارے گانے کی آوازیں مجھسے دُور رہیں بجائے اس کے یہ بہتر تھا کہ تمہار عدل بہتے ہوئے پانی کی طرح ہوتا۔ انبیا یہ کلمات کہتے تھے لیکن قوم متنبہ نہیں ہوتی تھی بلکہ اُن کو اذیت اور تکلیف پہونچاتی تھی۔

سامرہ (ساماری یا شومرون) کی تباہی | اسرائیل کا ملک پھر تھوڑے دن تک آباد رہا۔ یعام دوم بادشاہ اسرائیل نے یہودا پر بھی قبضہ کر لیا۔ لیکن یہودا کے بادشاہ نے جس کا نام احاز تھا (اور جو کمزوری کی وجہ سے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا تھا) آشور کے بادشاہ سے مدد کی درخواست کی آشوری فوجوں نے ایک ہی حملہ میں بنی اسرائیل کا آدھا ملک لے لیا اور اُن کو گرفتار کرکے لے گئے باقی اُن کے خراجگذار ہو گئے۔

عزا بادشاہ اسرائیل نے چاہا کہ آشوریوں کے مقابلہ کے لئے مصر کے نئے بادشاہ سے مل جائے لیکن مدد پہونچنے سے پہلے آشوری بادشاہ نے اُسے طلب کرکے قید کر دیا اور اس کے بعد آشوری فوجوں نے آکر سامرہ کا محاصرہ کیا۔ یہاں باشندوں نے تین برس تک مقابلہ کیا مگر آشوریوں نے آخرکار اُسے فتح کرکے غارت کر دیا اور وہاں کے لوگوں کو جن کی تعداد بیس ہزار تھی گرفتار کرکے اپنے ساتھ آشور میں لے لئے ۷۲۲ق م اور بجائے اُن کے بادشاہِ آشور نے کلدانیوں اور سوریوں کو سامرہ میں آباد کیا یہ لوگ بُت پرست تھے اُنھوں نے اپنے اُن خداوندوں کو وہاں لا رکھا جنھیں وہ پوجتے تھے یہ لوگ خدائی مذہب کے شدید ترین مخالف اور یہودیوں کے سخت ترین دشمن تھے۔

اشعیاؑ پیغمبر | اس زمانہ میں اُن اطراف کے مشہور ترین پیغمبر ملک یہودا میں اشعیاؑ تھے اُنھوں نے چالیسؔ برس تک آدمیوں، کاہنوں، اور بادشاہ کو سمجھایا اور اُن کے گناہوں پر اُنھیں ملامت کی اور خبر دی کہ ان پر تازہ بلائیں آسمان سے نازل ہوں گی اشعیاؑ پیغمبر یہ بھی کہتے تھے کہ خدا یہ نہیں چاہتا ہے کہ تم مذہبی رسوم سے اُس کی بڑائی ظاہر کرو بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ تم اپنا چال چلن درست کرو خدا فرماتا ہے کہ مجھے تمھاری بے انتہا قربانیوں سے کوئی فائدہ نہیں پہونچتا۔ میں مینڈھے کی قربانی اور بچھڑے کی چربی سے سیر ہوں۔ بھیڑ اور بکری کے خون سے مجھے کوئی لذت حاصل نہیں ہوتی بلکہ جب تم میرے پاس آتے ہو تو گویا میرے معبد کو ناپاک کرتے ہو۔ ان قربانیوں کو ترک کرو۔ میں تمھارے کندروں اور ماہِ نو کے جشنوں اور جلسوں کو ناپسند کرتا ہوں تمھارے ہاتھ خون سے آلودہ ہیں ان کو دھوؤ اور پاک کرو اپنے بُرے اعمال کو میری نظر کے سامنے سے دُور کرو۔ بُرائیوں سے ہاتھ اُٹھاؤ اور نیکیوں میں مشغول ہو مظلوموں کی حمایت اور یتیموں کے ساتھ عدالت کرو۔ بیواؤں کی حفاظت کرو بس اسی صورت میں اگر تمھارے گناہ شنجرف کی طرح سُرخ بھی ہوں تو وہ برف کی طرح سفید ہو جائیں گے۔ اشعیاؑ کہتے تھے کہ خداوند یہودیوں کو ان کے گناہوں کی پاداش میں آشوریوں کے حوالے کردیگا اور وہ یروشلم کو فتح کرلیں گے چوں کہ اس قوم نے شیلوہ کے پُرسکون پانی کو حقیر سمجھا خدا فرات کے تھمارا (تیز) پانی کو ان پر مسلط کرے گا۔ آشوری بادشاہ اپنے پورے جلال کے ساتھ یہودیہ میں داخل ہوگا اور اپنی سرکشی اور طغیانی سے اُسے غرق کردے گا۔ خدا نے سامرہ اور اُس کے بتوں کا جو حال کیا وہ کیا یروشلم اور اُس کی تصویروں کے ساتھ بھی برتاؤ نہ کرے گا۔

اُسی ضمن میں اشعیاؑ نے یہ بھی کہا کہ ایک اچھا وقت بھی ضرور آئیگا جس وقت خداوند اپنا کام صیہون میں انجام دے چکے گا تو آشوری بادشاہ کی تنبیہہ پر متوجہ ہوگا جس کا

دل غرور سے بھرا ہوا ہے۔ خدا ارشاد فرماتا ہے کہ اے میری قوم جو صیہون میں رہتی ہو تم لوگ آشوریوں سے مت ڈرو جو تمھیں اُسی طرح لکڑیوں سے مارتے ہیں جیسے پہلے مصر کے لوگ مارتے تھے جب تمھیں اسی حالت میں عرصہ گذر جائے گا اور مظالم انتہا کو پہنچ جائیں گے تو خدا کا غصّہ ان پر نازل ہوگا اور اُنھیں تباہ کرے گا۔ داؤدؑ کی نسل سے ایک شخص نمودار ہوگا۔ گویا اُس کے ریشوں سے ایک شاخ نکلے گی اور اُس کے ساتھ خدا کی رُوح ہوگی۔ وہ غریبوں پر عدالت سے حکومت کرے گا اور اُس کے ہونٹوں کی ایک سانس شریروں کو مار ڈالے گی۔ اُس وقت بھیڑیا بھیڑ کے ساتھ زندگی بسر کرے گا اور چیتا بکری کے پاس سوئیگا۔ گائے کا بچھڑا اور شیر کا بچّہ دونوں یکجا رہیں گے اور ایک لڑکا اُن کو ہانک لیجائے گا اُس وقت داؤدؑ کا لڑکا قوموں کے ہدایت کا عَلَم ہوگا۔ نئے سر سے اپنا ہاتھ بڑھا کر بنی اسرائیل کو جو دنیا کے چاروں گوشوں میں منتشر ہیں جمع کرے گا۔

پیغمبر کے اس وعدہ نے یہودیوں کی ہمت بڑھائی اور وہ اُس مبارک وقت کا انتظار کرنے لگے۔ یہاں تک کہ یروشلم کی خرابی کے بعد بھی یہ قوم منتظر تھی کہ داؤدؑ کا بیٹا آئے اور بنی اسرائیل کی سلطنت دوبارہ قایم ہوکر تمام دنیا کی عدالت وسعادت اُنھیں حاصل ہو۔

سنخریب اور حزقیاہ یہوداہ کے بادشاہ حزقیاہ نے اشعیاؑ کے وعظ و نصیحت پر توجہ کرکے کوشش کی کہ اُس ملک میں خدا کے سوا کسی کی عبادت و پرستش نہو۔ اس بادشاہ نے بتوں کو تڑوا ڈالا اور پہاڑوں کی قربان گاہیں تباہ کردیں۔ پیتل کا سانپ جس کے آگے کُندر جلایا جاتا تھا ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ حزقیاہ سنخریب (سنا خریب) بادشاہِ آشور کا محکوم بن گیا تھا اور اس کا باجگذار تھا۔ اُس نے شاہِ مصر کے مدد کی اُمید پر باجگذاری کا جوا اپنی گردن سے اُتار دیا۔ آشوری فوجیں اُس کے مقابلہ کے لئے آگئیں اور مصری

فوجیں پیچھے رہ گئیں۔ ملک یہوداہ میں بڑی تباہی نمودار ہوئی۔ سب چھوٹے چھوٹے شہروں پر اُنھوں نے قبضہ کر لیا اور دو لاکھ آدمی مع مال اور مواشی کے گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے یروشلم میں حفاظت کا سامان نہ تھا اُس کا حصار کمزور اور ناقص تھا حزقیاہ نے بادشاہِ آشور سے اماں چاہی اُس نے اس شرط پر اماں دی کہ چاندی سونے کا بڑا حصّہ اُسے دیا جائے۔ حزقیاہ مطلوبہ رقم جمع کرنے سے یہاں تک مجبور ہوا کہ آخر سونے کے وہ پتر جو معبد خداوند کے دروازوں پر جڑے ہوئے تھے اُکھڑوا کر سنخریب کو بھیج دئیے۔

مصری واپس چلے گئے اور سنخریب نے سمجھا کہ اُس کے ساتھ بے ایمانی کی گئی ہے اس لئے وہ یروشلم کی طرف بڑھا تاکہ اُسے برباد کرے۔ حزقیاہ نے بہت پریشان ہوکر اشعیاء سے مشورہ کیا اُنھوں نے فرمایا کہ خدا فرماتا ہے کوئی آشوری اس شہر میں داخل نہ ہوسکیگا اُسی رات کو ایک لاکھ اسّی ہزار آدمی آشوری لشکر کے مر گئے اور سنخریب اس واقعہ سے متاثر و پریشان ہوکر واپس چلا گیا۔

یہ ذکر مصر اور آشور کی تاریخ میں ہم لکھ چکے ہیں۔

یوشیاہ اور کتاب قانون ملک یہوداہ کے معجزہ کسی وجہ سے تباہی سے بچنے کے بعد پھر اُس کی سلطنت سو برس تک قایم رہی۔ اُس زمانہ میں آشوری اپنے ملک کی حفاظت و مدافعت میں مشغول تھے۔

حزقیاہ کے جانشینوں نے دوبارہ بُت نصب کئے اور پہاڑ پر قربانگاہیں بنائیں بعل و استارتہ کو کوہ صیہون پر اور درہ ہنوم میں جو پہاڑ کے نیچے ہے پوجتے تھے بادشاہِ منسا نے خود اپنے لڑکے کو جلا دیا اور اشعیا پیغمبر کو مار ڈالا۔ یعنی ایک درخت کے تنہ میں رکھکر آرہ سے چروا دیا۔

نئے پیغمبروں نے ان گناہوں کی پاداش میں اُس قوم کو خدا کی طرف سے بلاؤں کے

نازل ہونے کی خبر دی۔ آخر کار ایک جوان بادشاہ یوشیاہ نامی اُس پر آمادہ ہوا کہ پھر شریعت الٰہیہ کو قایم کرے۔ ایک روز (۶۲۱ قبل مسیح) رئیس کاہن نے ایک کتاب یوشیاہ کے لئے بھیجی اور کہا کہ یہ کتاب قانون میں نے خانۂ خدا میں پائی ہے۔ بادشاہ نے اس کتاب کو پڑھوایا اور جو تہدیدیں اُس میں درج تھیں اُنھیں سُنکر بہت خوف زدہ ہوا۔ اور کاہنوں کے رئیس کو پیغام دیا کہ تم اس کتاب کے متعلق خداوند سے دریافت کرو معلوم ہوتا ہے کہ خدا ہم سے سخت ناراض ہے۔ کیوں ہمارے باپ دادا نے اس کتاب کے احکام پر توجہ نہیں کی اور نہ اس کے احکام کو جاری کیا۔

اُس نے شہر کے تمام باشندوں کو معبد میں جمع کیا اور وہ کتاب اول سی آخر تک بلند آواز سے پڑھکر سُنائی۔ پھر اُس نے عہد کیا کہ وہ تمام احکام الٰہی کی اطاعت کریگا اور کتاب میں جو کچھ لکھا ہے اس پر پورے طور سے عمل کرے گا اس کے ساتھ تمام حاضرین نے بھی قسم کھائی۔ پھر تمام ملک میں شریعت الٰہیہ کو قایم کیا۔ اور بادشاہ نے بعل و استارتہ کے عبادت کا تمام سامان اور وہ کل چیزیں جو آفتاب کے لئے وقف تھیں جنگل میں لاکر جلا دیں اور اُن کی قربان گاہیں برباد کردیں اُن کی خاک قبروں پر ڈلوادی اور بعل کا مذبح تباہ کر دیا جو درۂ ہنوم میں واقع تھا اور جس میں لڑکوں کو جلاتے تھے اسی طرح ان بلند مکانوں کو بھی برباد کر دیا جو بتوں کی پرستش کے لئے بنائے گئے تھے۔ بتوں کو توڑ ڈالا اور اُن کے معبدوں کو انسانی ہڈیوں سے بھر دیا۔ پھر بادشاہ نے بیت ایل کے مذبح کو غارت کیا اور بعل کے کاہنوں کو ذبح میں لیجا کر بُت پرستوں کے دیوتاؤں کے سامنے قتل کر ڈالا۔ بتوں کی پرستش کرنے، روحوں کو حاضر کرنے اور آیندہ کی پیشین گوئی کرنے کی ممانعت کر دی۔

اُس وقت یہودا کے چند شہروں میں کاہن تھے جو مذبحوں میں قربانی کرتے اور خوشبوئیں دیوتاؤں کے نذر کیا کرتے تھے۔ یوشیاہ نے اُن تمام مذبحوں اور مقدس

پتھروں کو خراب کر دیا۔ اور سب کاہنوں کو حکم دیا کہ یروشلم میں آئیں اس طرح خدا کی عبادت صرف ایک مکان پر منحصر ہو گئی اور وہ یروشلم کا معبد تھا اب کاہن اور لیوی سوائے وہاں کے کہیں نہیں پائے جاتے تھے۔

یروشلم کی تباہی اور یرمیاہ اُس زمانہ میں کلدہ کی نئی جنگجو سلطنت قایم ہو چکی تھی اور اُس وقت کے خاص واقعات یہ تھے کہ شاہان بابل و مصر آپس میں لڑا کرتے تھے۔ یہودا کی سلطنت دونوں دولتوں کی راہ میں واقع تھی۔ اس لئے یوشیاہ نے چاہا کہ مصریوں کی راہ روکے مگر وہ مارا گیا اور اُس کا ایک لڑکا قید ہو گیا۔ اس کے بعد شاہِ مصر نے یوشیاہ کے دوسرے لڑکے یہویاقیم کو سلطنت یہودا پر بھیج دیا اور اُس سے کثیر مقدار میں چاندی وصول کر لی۔

یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ یروشلم یعنی بیت المقدس یا معبد خداوندی کو کوئی فتح نہیں کر سکتا اور جس طرح کہ اُس نے سنحریب کے ہاتھ سے نجات دی اُسی طرح دوسری بلاؤں سے بھی خدائے تعالیٰ اس مقدس معبد کو محفوظ رکھے گا۔ اُس وقت یرمیاہؑ (ارمیاہؑ) پیغمبر ظاہر ہوئے اور اُنھوں نے معبد میں عید کے دن آکر کہا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے اگر میرے احکام کو نہ سنو گے، میرے قانون کی اطاعت نہ کرو گے تو اس معبد کو عبادتگاہ شیلوم کی طرح مٹا دوں گا اور یہ شہر رہنے والوں سے خالی ہو جائے گا۔ اُس قوم نے یرمیاہؑ کو گرفتار کر کے قتل کرنا چاہا لیکن قوم کے رئیسوں نے رہا کر دیا۔

تھوڑے دن بعد کلدانی لشکر آ پہونچا شاہِ بابل کا لڑکا اُس کا سردار تھا۔ اُس وقت یرمیاہؑ پھر ظاہر ہوئے اور یہویاقیم کو نصیحت کی کہ کلدانیوں کی اطاعت کر۔ کیوں کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر کوئی قوم شاہِ بابل کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کرے گی تو میں اُسے تلوار قحط اور طاعون سے سزا دوں گا۔ اور سرنگوں کر دوں گا۔ سنو جو شخص یہ کہتے ہیں کہ تم شاہِ بابل کے مطیع نہ ہو اُن کی طرف توجہ نہ کرو کیوں کہ وہ جھوٹے ہیں۔ یہ سُن کر بادشاہ

یرمیاہؑ سے خفا ہوا اور چاہا کہ اُنھیں قتل کر ڈالے لیکن وہ شفیق ناصح اور قومی ہمدرد رُوپوش ہو گئے۔

کارکمیش میں دریائے فرات کے قریب بہت بڑی لڑائی ہوئی جس میں مصریوں نے شکست کھائی۔ حضرت یرمیاہؑ اُن کی فتح سے بہت خوش ہوئے اور کہا کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے یہ خداوند کا دن ہے یہ وہ دن ہے کہ خدا اپنے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے تلوار اُن کا خون پیتی ہے اور سیر ہو کر مست ہے (۶۰۴ء قم)

یہویاقیم پہلے کلدانیوں کا مطیع ہوا اور تین برس تک اُس کو خراج دیتا رہا پھر اُس نے شاہِ مصر کی مدد کے بھروسہ پر خراج ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ کلدانی فوجوں نے یروشلم کا محاصرہ کر لیا اور کوئی مصری مدد کو نہ آیا آخر مجبور ہو کر یروشلم نے اُن کی اطاعت قبول کر لی (۵۹۷ء قم)

کلدانیوں نے بادشاہ و ملکہ اور تمام رئیسوں اور سپاہیوں کو گرفتار کر لیا اور اپنے ساتھ لے گئے۔ اسیروں کی تعداد دس ہزار آدمیوں تک پہنچ گئی۔ بڑھئی اور لوہار تک قید کر لیے گئے۔ دہاتیوں اور فقرا کے سوا اُس ملک میں کوئی باقی نہ رہا۔ یہ لوگ نہرِ خابور کے کنارے شہر اسرا ملک آشور میں رکھّے گئے۔ یہ قیدی اُمیدوار تھے کہ خداوند جلد انھیں اپنے ملک و وطن میں واپس لیجائیگا۔ لیکن یرمیاہؑ نے اُن لوگوں کو لکھا کہ خداوند فرماتا ہے۔ تم لوگ یہیں مکان بناؤ اور باغ لگاؤ شادیاں کرو۔ اور اُس شہر کی آبادی کو ترقی دو۔ جہاں تم اسیر کرکے رکھے گئے ہو۔ اور یہیں اپنے کاروبار میں مشغول ہو۔ بہکانے والے اور جھوٹے آدمیوں کے فریب میں نہ آؤ۔ کیوں کہ میں تمھیں ستر برس کے بعد پھر یاد کرونگا اور تمہارے وطن میں واپس لاؤں گا۔

یروشلم کے نئے حکمراں صدقیاہ نے جسے شہریارِ کلدہ نے مقرر کیا تھا۔ شروع میں ایک عرصہ تک اپنے آقا سے وفا کی۔ لیکن آخرکار لوگوں نے اُسے بہکایا اور باوجود یرمیاہؑ

کی ممانعت کے وہ شاہِ مصر سے مل گیا۔ کلدہ کے بادشاہ بنوکدنضر (بخت نصر) نے ایک جرار فوج کے ساتھ آکر تمام ملک کو غارت کر دیا اور یروشلم کا محاصرہ کر لیا۔ یہودیوں نے بھی بہادری کے ساتھ اُن کی مدافعت کی۔

یرمیاہؑ نے چاہا کہ شہر سے باہر نکل جائیں مگر یہودیوں نے اُنھیں گرفتار کر کے قید کر دیا وہ قید خانہ میں کہتے تھے کہ خدا کہتا ہی جو شخص شہر میں رہیگا وہ مارا جائیگا۔ اور جو شخص کلدانیوں کے پاس چلا جائیگا وہ نجات پائے گا۔ کیوں کہ خدا اس شہر کو فوجِ بابل کے ہاتھ میں دیدے گا اور کلدانی یروشلم کو فتح کر لیں گے۔ رئیسوں نے صدقیاہ سے کہا کہ اس شخص کو مار ڈالنا چاہیئے کیوں کہ یہ ہماری فوج کے سپاہیوں اور عام لوگوں کو بزدل بناتا ہے۔ بادشاہ نے یرمیاہؑ کو اُن لوگوں کے ہاتھ میں دیدیا اور اُنھوں نے ایک خالی حوض میں اُنھیں ڈالدیا۔ یرمیاہؑ کیچڑ میں پڑے ہوئے بھوک سے قریب مرگ تھے۔ کہ ایک شاہی ملازم کو اُن پر رحم آیا اور بادشاہ سے اجازت لے کر اُنھیں حوض سے باہر نکال لیا۔ پھر صدقیاہ نے مخفی طور پر یرمیاہؑ سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ تم کلدانیوں کی اطاعت کر لوگے تو سلامت رہوگے اور شہر بھی محفوظ رہیگا ورنہ کلدانی شہر میں آگ لگا دیں گے اور تو اُن کے ہاتھ سے نجات نہ پائیگا۔

یروشلم کے باشندوں نے ڈیڑھ سال تک بہادری سے مدافعت کی۔ یہاں تک کہ غلّہ نایاب ہو گیا مگر اُنھوں نے اطاعت نہیں قبول کی۔ آخر کار کلدانیوں نے حصار میں شگاف کر لیا۔ جب یہاں یہودیوں نے دیکھا کہ اب محافظت غیر ممکن ہو گئی ہے تو وہ رات کو معہ بادشاہ کے بھاگ گئے۔

کلدانیوں نے اُن کا تعاقب کر کے بادشاہ کو گرفتار کر لیا۔ اور بنوکدنضر نے اُسے طلب کر کے حکم دیا کہ پہلے اُس کے سامنے لڑکے اور اُس کی قوم کے رئیس قتل کئے جائیں پھر خود اُس کی آنکھیں نکالیں پھر حکم دیا کہ اُسے برنجی زنجیروں میں باندھ کر چلیں۔ اس کے بعد

وہ شہر یروشلم میں داخل ہوا اور بادشاہی محل اور معبد و شہر کو جلا دیا۔ حصار کو منہدم کر دیا کاہنوں کا رئیس، معبدوں کے محافظ، اور شاہی مصاحب معہ ساٹھ نفر بزرگان شہر کے قتل کر دیئے گئے۔ اور باقی لوگوں کو کلدانی گرفتار کر کے کلدہ لے گئے۔ صرف حضرت یرمیاہؑ اُس ملک میں رہ گئے جو یروشلم کی بربادی و تباہی پر نوحہ گری کرتے تھے اور اُن کے مرثیئے توریت میں مذکور ہیں۔ لیکن اسی کے ضمن میں اُنھوں نے خبر دی کہ خدا فرماتا ہے کہ جب تکلیفیں انتہا کو پہنچ جائیں گی تو داؤد کی اولاد میں سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بادشاہ کی طرح سلطنت کرے گا وہ سعادت مند اور عادل ہوگا۔

بابل کی اسیری اور حزقیل جو یہودی گرفتار ہو کر گئے تھے وہ کلدہ کے مختلف شہروں میں رہنے لگے اور نصف صدی سے زیادہ وہاں رہے۔ اور نہایت درد انگیز و حسرت خیز گیت گاتے رہے۔ اُن کے ایک گیت کا مضمون یہ ہے۔

ہم بابل کے دریاؤں کے کنارے بیٹھکر صیہون کو یاد کرتے اور روتے ہیں ہم نے اپنے بربط بید کے درختوں میں لٹکا دیئے ہیں حاکم لوگ ہم سے کہتے ہیں کہ صیہون کے گیت ہمیں سنانے کے لئے گاؤ۔ لیکن ہم خداوند کے گیت بیرونی سرزمین پر گائیں۔ اے یروشلم کی زمین اگر میں تجھے بھول جاؤں تو میرا ہاتھ مجھے بھول جائے، اور میری زبان میرے تالو میں چپک جائے۔ یہ قیدی اپنے اعتقاد میں سمجھتے تھے کہ اُنھوں نے خدا کی درگاہ میں رسوخ پیدا کر لیا ہے اور اطمینان سے اُن اچھے دنوں کے منتظر تھے جن کی پیشین گوئی پیغمبر نے کی تھی۔ اس قید کے زمانہ میں دو نئے پیغمبر ظاہر ہوئے جن کے نام حزقیل و دانیال تھے۔ جو خواب انھیں خدا کی طرف سے دکھائے گئے تھے اُن سے ان پیغمبروں نے قوم کی تسلّی کی۔ یہودیوں کے جو لوگ گرفتار کر کے کلدہ بھیجے گئے تھے اور وہ خانہ بدوشوں کی طرح مقیم لوگوں کے درمیان زندگی بسر کرتے تھے اور اپنا مذہب محفوظ رکھتے تھے اس طرح پر اُنھیں ستر سال گزر گئے اس زمانہ کو قید بابل کا زمانہ کہتے ہیں۔

یہودیوں کی یروشلم کو واپسی جس وقت میروس (کورش) بادشاہِ ایران کا بابل پر قبضہ ہو گیا تو اُس نے بنی اسرائیل کو اجازت دیدی کہ وہ اپنے ملک میں واپس چلے جائیں اور دوبارہ اپنے خدا کا معبد بنائیں۔ نیز وہ سونے کے برتن اور گراں بہا چیزیں بھی اُن کو واپس دیدیں جو بنوکدنزر معبد سے اُٹھا لایا تھا۔ اُس قوم کا ایک حصّہ واپس جانے پر آمادہ ہوا۔ چنانچہ بیالیس ہزار تین سو ساٹھ یہودی اپنے وطن میں پہنچے (۵۳۶ قبل مسیح) مگر ملک یہودا کو تباہ و برباد اور باشندوں سے بالکل خالی پایا۔ تاہم ان لوگوں سے جس طرح ہو سکا یروشلم کے کھنڈروں اور گرد و نواح کے دہات میں رہنا شروع کیا اور دوبارہ اپنے خداوند کا معبد بنانے کا ارادہ کیا۔ پہلی سال کے آخر میں اُنھوں نے مذبح بنا لیا اور معبد کا سنگِ بنیاد تمام قوم کے سامنے رکھا گیا۔ سب نے خوشی کے نعرے لگائے۔ لیکن بڈھے آدمی اور کاہن قدیم معبد کی یاد میں روتے تھے کیوں کہ وہ بہت بڑا اور خوب آراستہ و پیراستہ تھا۔ مگر یہودیوں نے جلد سمجھ لیا کہ جس کام میں اُنھوں نے ہاتھ ڈالا ہے وہ بہت مشکل ہی۔ اُن کے مالدار لوگ کلدہ میں رہ گئے تھے اور وہ بالکل فقیر تھے اور ملک سے صرف بقدر کفاف حاصل ہوتا تھا۔

سلطنت یہودا کی تباہی کے بعد جو لوگ ملک اسرائیل میں رہنے لگے تھے وہ باہر کے لوگ تھے لیکن وہ لوگ سمجھتے کہ اُن کا اور یہودیوں کا مذہب ایک ہی۔ کیوں کہ وہ لوگ بھی مذبح بناتے اور خداوند کے لئے قربانی کرتے تھے ساتھ ہی اپنے قدیم بتوں کو بھی برابر پوجتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ اُن لوگوں نے چاہا کہ یہودیوں کی اُن کے خدا کا معبد بنانے میں مدد کریں۔ یہودیوں نے اُنھیں جواب دیا کہ خانہ خدا بنانا ہمارے ذمہ ہی۔ تمہارے ذمہ نہیں ہی۔

اہلِ ملک نے جب یہودیوں کو اپنے خلاف دیکھا تو اُن کے ساتھ دشمنی کرنے لگے اور شاہِ ایران سے اس قوم کی بدگوئی کی اور کہا کہ یہ لوگ یروشلم کی دیواریں بنا رہے ہیں

تاکہ اپنا مقام محفوظ کرکے بغاوت کریں اور محصول سرکاری ادا نہ کریں اُس نے حکم دیا کہ اُنھیں اس کام سے باز رکھو۔

پندرہ سال کے بعد داریوش کے زمانہ میں یہودیوں نے دو پیغمبروں حکّی اور ذکریا کے ہدایت کے مطابق پھر یروشلم کی دیواریں اور معبد بنانا شروع کیا۔ حاکم نے بادشاہ کو اطلاع دی لیکن اُس نے حکم دیا کہ کوئی ان سے متعرض نہ ہو۔

جس وقت معبد تمام ہوگیا یوشع رئیس کاہن نے تنہا قوم کی ریاست پائی اور اُس وقت کے بعد سے یہودی رئیس کاہن کے مطیع رہنے لگے۔ مگر کاہن وہی جانے جاتے تھے جو باپ دادا کے وقت سے اس خدمت کو انجام دیتے رہے تھے لیکن یہودیوں کی تعداد زیادہ نہ تھی کاہن اور خادم ملا کر اُن کی ایک چھوٹی سی جمعیت تھی جنھیں کُل یہودیوں کا آٹھواں حصّہ سمجھنا چاہیئے۔ درحقیقت یہود ایک چھوٹی سی قوم بغیر لشکر کے، تنگدست، پریشان اور شاہِ ایران کی رعیت شمار ہوتے تھے۔

۴۵۸ء قبل میلاد میں اردشیر اوّل شاہِ ایران نے۔ عزرا نام ایک یہودی کو جو کلدہ میں رہتے تھے (عزیر پیغمبر) اجازت دی کہ وہ ولایت یہود میں جائیں اور اپنے خدا کا قانون اور قوم کے لئے قاضی مقرّر کریں۔ عزرا نے قانون الٰہی کی تحصیل کی تھی اُن کے ساتھ دو ہزار یہودی روانہ ہوئے اور شکریہ کا روزہ رکھا۔ چار مہینے سفر کرنے کے بعد ملک اسرائیل میں پہنچے۔ وہاں پہنچکر عزرا نے دیکھا کہ یہودیوں نے خدا کے قانون چھوڑ دیئے ہیں۔ نہ صرف اُنھوں نے بلکہ کاہنوں تک نے مشرکوں کی لڑکیوں کے ساتھ شادیاں کرلی ہیں۔ اس واقعہ کو دیکھکر عزرا بہت رنجیدہ ہوئے۔ اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے ڈاڑھی اُکھاڑ ڈالی۔ اُنھوں نے رات کے وقت دوزانوں بیٹھکر خدا کے سامنے قوم کی گناہوں کا اقرار کیا۔ یہودی بھی اپنے اعمال پر پشیمان ہوئے اور عزرا سے درخواست کی کہ وہ خداوند کا قانون جاری کریں۔ عزرا معبد میں گئے

اور روزہ رکھا اُس کے بعد یہودیوں کو ایک میدان میں جمع کرکے حکم دیا کہ باہر کی عورتوں کو نکال دو سب نے اطاعت کی اس طرح یہودی تمام قوموں سے الگ ہو گئے۔

اس زمانہ میں شاہ ایران کے ساقیوں میں ایک یہودی نحمیاہ نامی تھا۔ وہ بادشاہ کو شراب پلایا کرتا تھا۔ اس کے چہرہ سے پریشانی نمودار تھی۔ بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ تو اس قدر بدحال کیوں ہے اُس نے جواب دیا کہ کیوں کر پریشان نہ ہوں جب کہ میرے باپ دادا کا شہر ویران پڑا ہوا ہے۔ بادشاہ نے اُسے رخصت کیا کہ وہ ولایت یہودا میں جائے اور یروشلم کے مکان اور دیواریں بنانے کے لئے سلطنت کے جنگل سے لکڑیاں کاٹے آخر باوجود یہودیوں کے دشمنوں کی رخنہ اندازیوں کے یہ کام پورا ہو گیا۔

اُس وقت عزرا نے قوم کو ایک میدان میں جمع کیا اس میدان میں ایک چبوترہ بنایا گیا تھا جس پر نحمیاہ اور معزز کاہن بیٹھے تھے اس چبوترہ پر بیٹھکر نحمیاہ نے خداوند کے قانون کی کتاب لاکر سنائی اور خدا کی حمد کی۔ جب قوم نے اُن دھمکیوں کو سنا جو قانون توڑنے والوں کے لئے اُس کتاب میں لکھی تھیں تو بہت روئے۔ دوسرے دن صبح کو عزرا نے قوم کے رئیسوں اور کاہنوں کو جمع کرکے عیدوں کی ترتیب دی۔ آخر ماہ میں یہودی جمع ہوئے اور سب نے پُرانے اور خاک آلودہ کپڑے پہنے یہ اُن کے پشیمانی کی علامت تھی۔

کتاب قانون چوتھائی دن تک پڑھی گئی پھر سب نے اپنی خطاؤں کا اقرار کرکے خداوند کے سامنے سجدہ کیا اور قسم کھائی کہ آئندہ خدا کے تمام فرمان اور قوانین کی اطاعت کریں گے۔ باہر کے لوگوں سے شادی بیاہ نہ کریں گے، شنبہ کے روز لڑائی جھگڑا نہ کریں گے، ہر سال روپیہ اور لکڑیاں قربانی کی آگ کے لئے دیں گے اور اپنی نئی پیداوار اور مواشی وغیرہ کا دسواں حصّہ معبد کے نذر کریں گے۔ یہ وعدے جو

اُنھوں نے خداوند کے ساتھ کئے۔ تھے ایک عہد نامہ کی شکل میں لکھے گئے اور نحمیاہ اور قوم کے رئیسوں نے اُس پر مُہر کی۔

اُس وقت سے قوم یہود ہمیشہ خدائی فرمانوں اور قانون کی مطیع ومنقاد اور ہنوز یہ قوم (اپنے خیال میں) اطمینان سے اُس نجات دہندہ کی منتظر ہے جو خدا اُن کے لئے بھیجے گا۔*

نوٹ! اس فصل میں اسلامی روایتوں سے جو کچھ اختلافات ہیں وہ صرف جزئیات میں ہیں اور اس کتاب کا بیان اکثر جگہ قابل اعتبار نہیں ہے (مترجم فارسی)

* وہ نجات دہندہ آج سے تیرہ سو سال پیشتر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ ذات پاک ہے جسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں۔ اور جس نے ساری دُنیا کو گناہ کی آلودگیوں اور بداخلاقیوں سے نجات دی لیکن افسوس اُس پر یہود اپنی سرکشی اور فطری تمرد کی وجہ سے ایمان نہ لائے افسوس! (مترجم اُردو)

چوتھا حصّہ

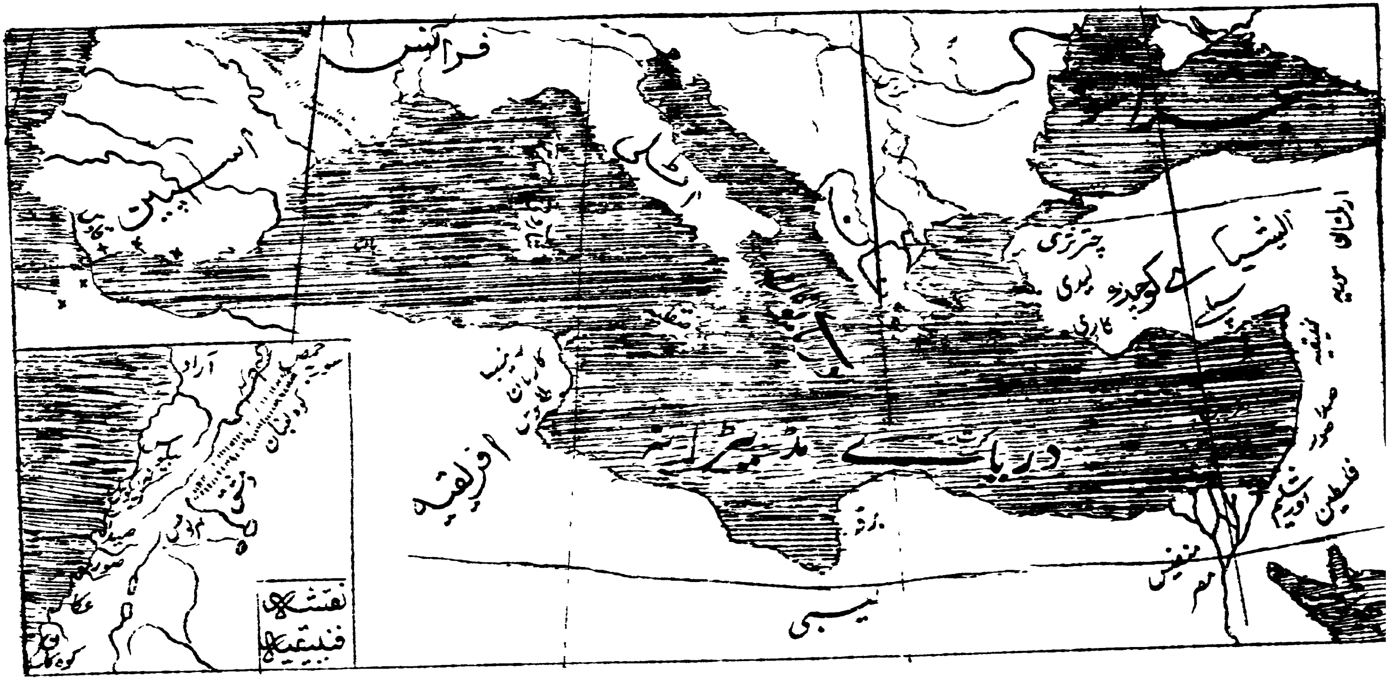
فینقیہ کی تاریخ

فینقیہ اور وہاں کے باشندے

فینقیہ کی تعریف فینقیہ کو انگریزی میں فینسی (Phenicie) کہتے ہیں۔ بحیرۂ شام کے کنارے شمال سے جنوب تک ایک سیدھا زمین کا حصّہ چلا گیا ہے۔ وہ خطِ مستقیم میں گہرے پانیوں اور ناہموار پہاڑوں میں واقع ہے۔ بہ الفاظ دیگر اس ساحل کو دونوں طرف سے پانی اور پہاڑ گھیرے ہوئے ہیں۔ یہ کنارہ گویا ریت کا ایک لمبا حاشیہ ہے جس کے بیچ میں سنگ سفید کی نوکدار راسیں جا بجا دکھائی دیتی ہیں جہاں پہاڑ دور ہو جاتا ہے وہاں ایک لمبا اور تنگ ساحل نظر آتا ہے اور وہ بھی سنگلاخ ہے اس کے بعد ایک چھوٹا سا درہ کوہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس پہاڑ کے ابتدائی دامنوں میں کھیتیاں اور انگور کے باغ اور زیتون کے درخت ہیں۔ لیکن اگر اوپر جائیے تو بہت جلد ایک سخت کوہستان کے وسط میں پہنچتے ہیں جہاں بڑے بڑے عمیق درے ہیں۔ پہلے یہاں بلوط دسر اور ایک قسم کے سفیدار وسقز کے درختوں کے بڑے بڑے جنگل تھے۔

لبنان یا لیبان (جس کے معنی ہیں سفید پہاڑ کے) کی چوٹیوں کا بالائی حصّہ جاڑوں میں برف سے ڈھکا رہتا ہے۔ کیوں کہ دو ہزار میٹر سے زیادہ بلندی رکھتا ہے۔ اگلے زمانہ میں

ملک فینیقیہ اور فینیقیوں کی سیاحت کا نقشہ



لبنان کے مشہور درخت ارزجن کے تنے بہت موٹے ہوتے تھے بکثرت تھے۔ وہ اونچے اونچے درخت دیکھنے والوں کی نظر میں سبز تاج پہنے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ ان سے جو خوشبو نکلتی تھی وہ دُور دُور تک دماغوں کو معطر کرتی تھی اب ان درختوں کی صرف چند جڑیں باقی رہ گئی ہیں جو پتھروں کی چٹانوں میں پریشان اور پراگندہ ہیں۔ ان درختوں میں سے پانچ درخت درحقیقت بڑے درختوں میں گنے جاتے ہیں لیکن وہ بھی ناقص اور زخم خوردہ ہو گئے ہیں اور چیدا ہے چوں کہ اُن کی جڑوں میں اکثر آگ جلاتے رہتے ہیں اس سبب سے وہ جل بھی گئے ہیں۔

جاڑے کے موسم میں جب اُن پہاڑوں پر بارش ہوتی ہے تو گہرے دروں میں غیر منقطع پانی بہتا رہتا ہے اور بہت تیز بہنے والی ندیاں بن جاتی ہیں۔ یہ ندیاں آبشاروں کی طرح سمندر کے کنارے پہونچتی ہیں اور مہیب دریاؤں کی صورت نظر آتی ہیں۔ یونانیوں نے ان میں سے دو بڑی بڑی ندیوں کے نام بھی رکھ لیے تھے۔ وہ ایک کو لیونتس (Leontes) یعنی شیر اور دوسری کو لیکوس (Lycos) یعنی بھیڑیا کہتے تھے بارش کے پانی کا کچھ حصّہ سوراخوں اور غاروں کے ذریعے سے پہاڑوں کے اندر داخل ہوتا ہے اور اس نے اپنے لئے زمین دوز رستے بنا لئے ہیں اندر ہی اندر تاریکی میں چل کر یہ پانی دفعتاً سورج کی روشنی میں آجاتا ہے۔ ایک زمین دوز دریا زیادہ مشہور ہے جس کو آدنیس (Adanis) کہتے ہیں جو سفید پتھروں کے چٹانوں سے نمودار ہوتا ہے گرمیوں میں یہ دریا اور چشمے قریباً خشک ہو جاتے ہیں اور اُس پانی کے سوا جو بارش کے بعد کوہستان کے حوضوں میں جمع ہو جاتا ہے آبپاشی یا پینے کے لئے ایک قطرہ میسّر نہیں آتا۔

فنیقیہ کے باشندے سولھویں صدی (ق م) یعنی حضرت عیسیٰ سے سولھا سو برس پہلے اس ملک میں لبنان اور سمندر کے درمیان کچھ لوگ رہتے تھے جو عرب اور یہود کے ساتھ ہمجنس تھے۔ یہ اہلِ فنیقیہ کہلاتے تھے اُن کی ایک چھوٹی سی جماعت تھی اور جس مختصر

زمین پر وہ قابض تھے اُسے فینیقیہ کہتے تھے۔ وہ صرف ساٹھ فرسخ لمبی اور آٹھ سے دس فرسخ تک چوڑی ہے اور کوہ کارمل کی راس پر ختم ہوتی ہے۔ یہ چھوٹا سا ملک ناہموار چٹانوں اور غیر آباد جنگلوں سے بھرا ہوا تھا۔

اس زمین کا جو حصہ سمندر کے کنارے واقع ہے وہ زرخیز تھا دروں کی گہرائی میں اور ٹیلوں کی بلندی پر انگور گیہوں اور زیتون بہت کثرت سے پیدا ہوتا تھا۔ اور وہاں بکثرت لوگ رہتے تھے ہر درہ ایک الگ مقام تھا جو پہاڑوں کی سلسلہ کی وجہ سے دوسری زمین سے الگ ہو گیا تھا۔ ہر بڑے درہ میں ایک نہ ایک شہر دکھائی دیتا تھا جو سمندر کے کنارے ایک سنگستانی راس پر یا کسی جزیرہ کے اندر آباد ہوتا تھا۔ شمال سے جنوب تک کے شہروں کے نام یہ تھے۔ آراد (Arad) ببلس (Byblos) بریت (Beryte) صیدا (Sidon) صور (Tyre) اکر (Acre) یہ شہر خشکی کے رستے سے باہم کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے ساحل پر جو پہاڑ اور ٹیلے جا بجا ہیں اُن کے سبب رستہ دشوار گزار ہو گیا ہے اور ساحل کی زمین ایسی نہیں ہے کہ ایک شہر سے دوسرے شہر تک رستہ نکالا جا سکے۔ اس لئے فینیقی جب شہروں سے باہر جانا چاہتے تھے تو کشتیوں کے ذریعہ سے جاتے تھے اور لبنان کے جنگلوں سے کشتیوں کے لئے لکڑی حاصل کرتے تھے پہاڑ کے جو حصے سمندر کی طرف بڑھ گئے ہیں اور جو جغرافیہ کی اصطلاح میں راس کہلاتی ہیں اُن کے سبب سے کئی خلیجیں بن گئی ہیں جہاں طوفان کے وقت کشتیاں محفوظ رہ سکتی ہیں۔ چوں کہ اہالی فینیقیہ دریا نورد ہو گئے تھے اس لئے ان کے شہر میں بندرگاہ ضروری

شہر آراد یہ سمندر میں ایک پتھریلی سطح کی راس پر کنارے سے نصف فرسخ کے فاصلہ پر آباد تھا۔ یہاں کے رہنے والے بارش کا پانی گڑھوں میں جمع کر لیتے تھے یا خشکی سے پانی لاتے تھے اور اسی پر بسر اوقات کرتے تھے۔

اس جزیرہ اور ساحل کے درمیان ایک آبنائے ہے جس میں میٹھے پانی کا ایک چشمہ تھا

جب شہر محصور ہوتا تھا تو اُس وقت غوطہ خور ایک سیسہ کا سرپوش (جس میں چمڑے کا ایک لمبا نل لگا ہوتا تھا) لے کر سمندر کی تہ تک غوطہ لگاتے تھے اور چشمہ کے سوراخ پر اس منہ کھول دیتے تھے جب اُس میں پانی بھر جاتا تھا تو نکال لاتے تھے وہ پانی صرف میں لایا جاتا تھا۔

یہ چھوٹا سا جزیرہ تنگ گلیوں سے پُر تھا۔ جس کے دونوں طرف پانچ چھ منزل کے مکانات بنے ہوئے تھے لیکن کچھ عرصہ بعد یہاں کے رہنے والے ساحل پر آگئے اور یہاں اُنھوں نے اپنے لئے چند قصبوں کی بنیاد ڈالی۔

ببلس | یہ شہر آدونیس ندی کے دہانے پر آباد تھا۔ یہ ندی سمندر سے چند کیلو میٹر کے فاصلہ پر ایک پہاڑ سے نکلتی ہے۔ اس پہاڑ پر ایک مشہور معبد تھا جہاں تمام سوریہ کے لوگ زیارت کے لئے آتے تھے۔

فنیقیہ کے دو شہر بہت مشہور تھے پہلے صیدا اور اُس کے بعد صور!

صیدا | شہر صیدا جس کے معنی مچھلی کے شکار کے ہیں ایک ٹیکرے پر واقع تھا۔ اُس کے پیچھے ایک پست پہاڑ کا سلسلہ ساحل کے متوازی چلا گیا تھا۔ یہ پہاڑ گویا ایک قدرتی بلند چبوترہ تھا جو صیدا کے بندرگاہ کی حفاظت کرتا تھا۔ اُس کا درہ ایک نہر سے سیراب ہوتا تھا اُس میں کھیت اور پھول اور باغ تھے۔ اسی لئے شہر کو صیدائے گلزار کہتے تھے صیدا کے لوگ چند صدی تک تمام فنیقیہ والوں سے زیادہ معزز رہے اگرچہ اُن کے پاس نہ کچھ زیادہ فوج تھی اور نہ اُنھوں نے فتوحات کیں، نہ وہ شاہان مصر سے مقابلہ کر سکے بلکہ اپنے کو اُن کی رعایا کہتے تھے لیکن اپنا بادشاہ علیحدہ رکھتے تھے اور اُنھوں نے اپنی آزادی کو کبھی ہاتھ سے نہیں دیا۔ فرعون نے اُنھیں اجازت دیدی تھی کہ وہ مصر کے بہت سے شہروں میں تجارتی گودام قایم کریں تلفیس میں فنیقیوں کا ایک محلہ مخصوص تھا۔ صیدا کے ملاحوں نے حضرت مسیح سے پندرہ سو برس پہلے جزیرہ قبرس کو معلوم

کرلیا تھا۔ اور وہاں بہ کثرت تانبے کی کانیں برآمد کی تھیں۔ اور اُس سرزمین میں کئی شہر آباد کیئے تھے۔ اور چوں کہ یہاں کے باشندے ہمیشہ سمندر میں پھرا کرتے تھے اس لئے ایشیائے کوچک کے ساحل تک جا پہنچے وہاں جزیرۂ روڈس میں قیام کیا۔ چنانچہ ان کی قبریں وہاں اب بھی پائی جاتی ہیں۔

روڈس کے قیام میں فنیقیوں نے تمام بحرِ ایجین پر قبضہ کرکے ہر جزیرہ سے فائدہ اُٹھایا۔ پارس (Paros) سے مرمر اور ملس (Melos) سے گندھک اور پھٹکری اور تاژس (Thasos) سے سونے کی کانیں اور سیتر (Cythere) سے پلوپونز (Pelopannese) کے قریب سیپیوں (صدف) کا شکار اُن کے محاصل تھے۔ اُن سیپیوں سے ارغوانی رنگ بناتے تھے کرت (Crete) اور کوہ ایدا (Ida) کے دامن میں اُنھوں نے ایک ایک شہر آباد کیا۔

فنیقیوں نے بحیرۂ اسود کے تنگ ستون یعنی آبناؤں کو بھی عبور کرلیا باوجودیکہ وہاں بہت ممکن تھا کہ پانی کا بہاؤ اُن کی کشتی کو پہاڑ سے ٹکرا دیتا۔ اس کے بعد اُنھوں نے بحرِ اسود میں (جہاں بہت سخت طوفان آتے ہیں) سفر کیا۔ اور اُس کے سمندر کی ساحلوں تک پہونچ گئے بلکہ خیال ہوتا ہے کہ وہ سونا، چاندی، لوہا، تانبہ اور قلعی کی کانیں برآمد کرنے اور کنیز و غلام حاصل کرنے کے لئے قفقاز تک جا پہنچے ہوں۔

صیدا جو تجارت کی وجہ سے متمول ہوگیا تھا وہ اپنی ترقی کے لحاظ سے دو سو برس تک تمام دنیا کے شہروں میں معتبر رہا لیکن اُن جزیروں اور ساحلوں میں جہاں اہلِ صیدا تجارت کرتے تھے ملکِ یونان کے آدمیوں نے (جو بہت عقلمند تھے) کشتی چلانا اور فنونِ حرب سیکھکر بہت جلد باہر کے آدمیوں کو نکال دیا۔ اُسی زمانہ میں فلسطیون نے صیدا پر حملہ کردیا۔ اور وہ شہر اپنی پہلی حیثیت سے گر گیا (تقریباً ۱۲ سو برس قبل مسیح)

صور۔ شہر صور ایک کوہستانی جزیرہ میں ساحل سے ایک کیلومیٹر کے فاصلہ پر آباد تھا اور دوسرے پتھر کے تختہ پر خدائے صور ملکارت (Melkarth) کا معبد بنا ہوا تھا۔ بعد کو دونوں جزیرے ملکر ایک ہو گئے۔ اور صور بھی آراد کی طرح سات آٹھ منزل کے مکانات کا مرکز ہو گیا۔ پینے کا پانی وہاں بھی خشکی سے کشتیوں پر لایا جاتا تھا۔ اس زمانے میں صور میں دو بندرگاہیں تھیں اور دونوں جزیرے میں واقع تھیں آج یہ بندرگاہیں ریت کے اندر پوشیدہ ہو گئی ہیں۔ ساحل سے اُس کے سامنے ایک اور قصبہ دکھائی دیتا تھا جسے پُرانا صور کہتے تھے۔

صور نے صیدا کی جگہ لے لی یعنی وہاں کے لوگوں نے بھی اہل صیدا کا طرز اختیار کیا۔ صیدا کے آدمیوں نے بحیرۂ روم کے مشرق میں سفر اختیار کیا تھا صوریوں نے اُس کے مغرب یعنی مغربی ایطالیہ کی طرف کشتی رانی شروع کی پہلے جزیرۂ سسلی Sicile مالٹا (Malta) سارڈینیا (Sardaigne) اور بیلیارک (Baleares) کو معلوم کیا پھر مغرب کی طرف اور آگے بڑھکر آبنائے جبل طارق تک پہونچ گئے اور اپنے خیال میں انھوں نے اُسے زمین کا منتہا سمجھ لیا اور خیال کیا کہ اُن کا خداوند ملکارت وہاں ٹھیرا تھا اور پتھر کی دو چٹانیں جو دو ستونوں کی طرح آبنائے کے دونوں طرف ہیں وہ اسی خداوند نے وہاں نصب کی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اُس آبنائے کو عبور کر کے وہ ایک ولایت میں پہنچے اور تارسیس (Tarsis) اُس کا نام رکھا جس کو آجکل اندلس (اسپین) کہتے ہیں۔ انھوں نے وہاں بڑے بڑے جنگل دیکھے جہاں روغن، شراب، گیہوں، اور بکریاں اُون کی پیداوار خوب ہوتی تھی۔ پہاڑوں میں چاندی کی کانیں بہت زیادہ تھیں اور اُس زمانہ میں بہ نسبت آجکل کے چاندی بہت سستی ملتی تھی جن ملاحوں نے اُس ولایت کو دریافت کیا تھا وہ ایک قسم کے جنون میں مبتلا ہو گئے۔ یعنی اُن میں ایک شور اور وجد پیدا ہو گیا۔ انھوں نے

اپنے مٹی کے آلات توڑ ڈالے۔ پیتل کے ہتیار اور مضبوط دھاتوں کے لنگر تک توڑ پھینکے۔ ہتیار اور برتن چاندی کے بنائے۔ چاندی کے برتنوں کے سوا وہ کسی قسم برتن میں کھانا نہیں کھاتے تھے۔ پھر انھوں نے اپنی کشتی کے لنگر بھی چاندی کے بنائے اور اس دولتمندی کی حالت میں فنیقیہ واپس آئے۔ صور اس زمانہ کے سب شہروں سے زیادہ مالدار ہو گیا۔ اُس کے بازاروں میں تمام ملکوں کی پیداوار بکنے لگی شام کا گیہوں اور گھی، عرب کی کندر دوائیں اور بیش قیمت پتھر آرمینیا کی گاڑیاں گھوڑے، قفقاز کا تانبہ اور ہسپانیہ کی چاندی سب کچھ صور میں تھا۔

شہرِ صور میں ایک بادشاہ، کاہن اور معزز لوگ رہتے تھے۔ دسویں صدی قبل مسیح میں حیرام اوّل (Hiram) صور کا بادشاہ تھا جس نے معبد یروشلم کے بنانے میں حضرت سلیمانؑ کی مدد کی تھی۔ اس نے صور کی بندرگاہوں کو وسعت دی اور دیوتاؤں کے معبدوں کی مرمت کی۔

حیرام اوّل کے بعد تقریباً پچاس برس تک طوایف الملوکی رہی۔ آخر کار استارتے دیوی کے کاہن (Astarte) موسوم بہ ایتوبول (Ithobaal) نے اپنے کو بادشاہ بنا لیا وہ ایزبل کا باپ تھا جس کا ذکر تاریخ بنی اسرائیل میں کیا گیا ہے ایتوبول کے بعد اُس کے لڑکے بادشاہ ہوئے لیکن پھر سیاسی و ملکی انقلابات نے اہالی سلطنت کو آسودہ نہیں رہنے دیا جس وقت شاہانِ آشور نے لشکر کشی کی تو تمام فنیقیہ اُن کا خراج گذار ہو گیا۔ اہلِ صور سونا، چاندی، پیتل، اور رنگین کپڑے آشوریوں کے لئے بھیجتے رہے۔

لیکن بعد کو صور والوں نے خراج ادا کرنے سے انکار کر دیا بادشاہ آشور نے بحری فوج کشتیوں کے ذریعہ سے روانہ کی لیکن صوری کشتیوں نے آشوری کشتیوں کو شکست دی۔ اسکے بعد آشور نے شہرِ صور کا محاصرہ کرنا چاہا کیوں کہ اسے خیال تھا کہ پانی نہونے کی وجہ سے

اہلِ صور مغلوب ہو جائیں گے لیکن صوریوں نے مدافعت کی۔ یہ واقعہ ۷۲۲ قبل مسیح کا ہے۔ اس کے بعد بھی عہدِ سارگن تک شاہانِ آشور اہلِ صور کو مغلوب نہ کر سکے لیکن سنحریب نے اُسے فتح کر لیا اور اُس ملک کے لئے نیا بادشاہ مقرر کیا (۷۰۰ قبل مسیح)

ایک صدی کے بعد نبوکدنزر (بخت نصر) کے زمانہ میں صوریوں نے مصری اور یہودیوں کے ساتھ متفق ہو کر کلدانیوں کی مخالفت شروع کی نبوکدنزر یروشلم تباہ کرنے کے بعد تیرہ سال تک صور کا محاصرہ کئے رہا لیکن فتح نہ کر سکا۔ حزقیل پیغمبر کہتے ہیں کہ نبوکدنزر شاہ بابل نے محاصرۂ صور میں اپنی فوج سے سخت محنت لی اُن کے سروں پر بال نہیں رہے ان کے شانے زخمی ہو گئے۔ لیکن اُس کی فوج کو ان تکلیفوں کا کوئی نتیجہ نہیں حاصل ہوا ۵۷۴ قبل مسیح لیکن اُس زمانہ میں جب کہ بندر محصور تھا باہر کی کشتیوں نے وہاں آنا ترک کر دیا اور صور کے مقبوضات اُس سے علیحدہ ہو گئے۔ اس لئے اُس میں کمزوری پیدا ہو گئی اور پھر اپنی پہلی حالت پر واپس نہیں آیا یہاں تک کہ پایۂ اعتبار و اقتدار سے گر گیا۔

فنیقیہ والوں کا مذہب فنیقی پہلے پتھروں اور درختوں کو خدائی کا درجہ دیتے اور اُنھیں پوجتے تھے وہ بعض خاص پتھروں کو مقدس فرض کر کے اُنھیں بیت ایل یعنی خدا کا گھر کہتے تھے۔ یہ پتھر مرغی کے انڈے (بیضاوی) یا گاجر (مخروطی) کی شکل کے ہوتے تھے۔ اور کبھی آسمان سے گرے ہوئے پتھروں کو بیت ایل قرار دیتے تھے۔ اور جن درختوں کی وہ عبادت کرتے تھے وہ درخت یا تو اصلی درخت ہوتے تھے یا پتیل کے مخروطی شکل کے ستون ہوتے تھے۔

فنیقیہ کے لوگ بعض بلند مقامات یعنی پہاڑوں کی چوٹیوں پر پتھر کی ایک چٹان سے پتھر کے کھمبوں پر معبد بناتے تھے ان مذکورہ معبودوں کے علاوہ تمام فنیقی ایک خدا کے معتقد تھے جسے وہ بعل کہتے تھے (بعل کے معنی ہیں آقا)، اسی طرح ان کی دیوی تھی جس کا نام بعلت یعنی بعل کی بیوی تھا۔ اور اُسے استارتہ بھی کہتے تھے۔

بعل فنیقیوں کے عقیدے میں نفع پہونچانیوالا آفتاب تھا جو دنیا کو روشن کرتا ہی اور زندگی بخشتا ہی اسی طرح جلانے والا آفتاب جو نباتات کو خشک کر دیتا ہی اور موت پیدا کرتا ہی اُس کا بُت آدمی یا گائے کی صورت میں بناتے تھے۔ یا پیکر آدمی کا اور سر گائے کا۔ زیادہ تر تعجب یہ ہی کہ وہ بعل کو خونخوار اور ہوا اور ہوس کا دیوتا فرض کرتے اور اس کے خوش کرنے کے لئے آدمیوں کی قربانی چڑھاتے تھے۔ بلکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر اپنے لڑکوں کو اس دیوتا کے لئے قربانی کر دیں تو اُس کا تقرب حاصل ہو سکتا ہی۔

استارتہ یا بعلیت سے چاند مراد لیتے تھے جس کو ملکۂ آسمان اور بہار و عشق کی دیوی سمجھتے تھے اُس کی صورت ایک عورت کی طرح ہوتی تھی اور اُس کے سر پر ایک ہلال بناتے تھے۔ ہر شہر کی بعلیت اور بعل خاص تھے اور وہاں کے لوگ اُن کو اپنے معبود و مددگار سمجھکر پوجتے تھے۔

شہر صور میں بعل کو بعل ملکارت کہتے تھے (جس کے معنی ہیں "شہر کا آقا") اُسے ایک جنگجو فاتح اور بڑے ملاح کی شکل میں بناتے تھے۔ اور اُس کے اطراف مغرب میں سفر کرنے کے متعلق حکایتیں نقل کرتے تھے اور جبل طارق کے دونوں جانب کی پہاڑیوں کو ملکارت کے ستون کہتے تھے (جس طرح یونانی اُنھیں ہرقل کے ستون کہتے تھے) صور میں ملکارت کا ایک بہت پُرانا معبد تھا جہاں ایک بہت بڑا اور چمکدار زمرد رکھا تھا اُسے اپنے دیوتا کا گھر سمجھکر پوجتے تھے۔ ان کے علاوہ اور جتنے شہر صور والوں نے بنائے تھے سب میں ملکارت کے معبد پائے جاتے تھے۔

کارتھیج میں بعل کو ملک یعنی بادشاہ کہتے تھے۔ اُس کے پیتل کے مجسمے بناتے اور اُنھیں بعل کا ہیکل سمجھتے تھے جب شہر پر کسی بڑے خطرہ کا اندیشہ ہوتا تو سمجھتے تھے کہ بعل خفا ہو گیا ہی اور اُس کا غصہ کم کرنے کے لئے ضروری تھا کہ بڑی قربانی کیجائے لہذا اُس وقت شہر کے رئیس اور دولتمند خاندان اپنے بڑے لڑکوں کو اُس بُت کے

پاس لاکر ایک بڑی زبردست آگ روشن کرتے اور بانسریاں اور قرنا کے شور کے ساتھ
اُن بیچاروں کو بیدریغ آگ میں ڈال دیتے تھے۔ ان لڑکوں کے ماں باپ عید کا لباس
پہن کر اُس قربانی کا تماشا دیکھتے تھے۔ بیبلس میں بعل کو آدنیس کہتے تھے۔ آدنیس کے
معنی اُن کی زبان میں خداوندگار ہیں۔ بیبلس میں شہر کے بالائی حصّہ میں بعل کا مندر پہاڑ
کی چوٹی پر تھا۔ جہاں آدنیس ندی پہاڑ سے نکلتی ہے وہاں بھی ایک بعل کا معبد تھا اور
سال میں دو مرتبہ یعنی موسم بہار و خزاں میں اس دیوتا کے پوجنے والے وہاں زیارت
کے لئے جاتے تھے۔ آدنیس یا بعل ایک بہت خوبصورت جوان کی شکل میں بنایا گیا
تھا وہ لوگ کہتے تھے کہ وہ لبنان پر شکار کے وقت ایک دیوتا نے جو اُس سے رشک
وحسد کرتا تھا سُور کی صورت بن کر اُسے مار ڈالا۔ آدنیس کی بیوی استارتہ جو اُس سے
بہت محبت رکھتی تھی پہاڑ پر اُس کی تلاش میں پھرتی رہی آخر آدنیس کی خون آلودہ نعش
اُسے ملی وہ اپنے شوہر کی نعش پر گر پڑی اور خوب روئی۔ چند ماہ بعد دیوتا زندہ ہو گیا۔

ہر سال گرمی میں موسم بہار ختم ہونے پر شہر بیبلس میں اُس کی سخت عزاداری
کیجاتی تھی۔ معبد میں ایک تابوت اور آدنیس کا منقش چوبی مجسّمہ رکھا جاتا تھا جس کے
پہلو میں زخم اور زخم سے خون بہتا ہوا نظر آتا تھا اور یہ ظاہر کرتے تھے کہ گویا اُس کی تلاش
میں ہیں پھر اُسے پاکر تابوت میں رکھ دیتے تھے۔ اُس مجسّمہ کے پہلو میں ایک مصنوعی سُور
بھی ہوتا تھا۔ چند روز تک اس دیوتا کے لئے گریہ و زاری کرتے اور اُس پر قربانی
چڑھاتے تھے پھر اُس مجسّمہ کو دفن کر دیتے تھے۔ پھر گلدانوں میں چند سبز شاخیں لگاتے
تھے۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں دھوپ کی تیزی سے وہ سبز شاخیں خشک ہو جاتی تھیں
اُس زمانہ میں عورتوں کے گروہ باہر نکلتے تھے۔ بعض عورتوں کے سر کے بال پریشان
ہوتے تھے۔ بعض کے سر کے بال کٹے ہوئے کپڑے پھٹے ہوئے ہوتے تھے وہ گلیوں
میں دوڑتی اور سینہ کوٹتی پھرتی تھیں۔ وہ دردناک فریادیں کرتیں اور اپنے چہرہ کو ناخنو

سے نوچ ڈالتی تھیں۔ شروع موسم باراں میں بارش کی وجہ سے ادنیس میں طغیانی ہوتی تھی اور پہاڑ کی سُرخ مٹی پانی کے ساتھ بہکر آتی تھی اور اس ندی میں قرمزی رنگ کا پانی بہتا تھا اور اس کے کناروں پر سُرخی جم جاتی تھی فینیقی اس کے سُرخ پانی کو دیکھکر کہتے تھے کہ یہ مقتول آدنیس کا خون ہے اس زمانہ میں شہر بیبلس میں سات روز تک ادنیس کا ماتم (سوگ) منایا جاتا تھا۔

آٹھویں روز کاہن اعلان کرتے تھے کہ خداوند زندہ ہوکر اپنی بیوی کے پاس پہنچ گیا ہے اُس وقت ماتم موقوف کیا جاتا تھا اور بجائے ماتم کے خوشی کے نعرے بلند ہوتے اور عیش وعشرت کے غل وشور سے شہر گونج اُٹھتا تھا۔

شہر صیدا میں استارتہ کو ایک حسین عورت کی شکل میں بناتے تھے جس کے سر پر ایک ہلال بنا ہوا ہوتا تھا اور یہ کبوتری کی علامت تھا۔ استارتہ کے معبد کے گرد ایک مقدس جنگل تھا جہاں مقررہ راتوں کو عورتیں جمع ہوکر اس دیوی کے اعزاز (آنر) میں مخفی جشن کرتی تھیں اُن کی آوازیں نغمے کی آوازوں میں ملی ہوئی دُور سے سُنائی دیتی تھیں اور متبرک درختوں کے نیچے آگ روشن کیجاتی تھی۔ بعض اوقات جوان لڑکیاں اور لڑکے استارتہ کے لئے قربانی کئے جاتے تھے۔

جزیرۂ قبرس میں ایک پہاڑ کے پتھر پر استارتہ کا ایک پُرانا معبد پایا جاتا تھا جو رومیوں کے زمانہ تک باقی تھا اُس معبد کی دیواریں بڑے بڑے پتھروں کی بنی ہوئی تھیں اُس کے احاطہ کے وسط میں ایک مذبح تھا جہاں اُس دیوی کے اعزاز میں کندر سلگایا جاتا تھا معبد مذکور میں ایک تاریک محراب اور ایک دہلیز تھی جس کے سامنے دو ستون تھے۔ محراب کے اندر ایک پتھر کا تختہ مخروطی شکل کا تھا۔ یہ اُس دیوی کی تصویر تھی

فنیقیہ والوں کی قبریں | فینیقی اپنے مُردوں کی نعشوں کو زیر زمین غاروں میں دفن کرتے تھے۔ پہاڑوں میں کنوئیں کھُدے ہوئے تھے جن کے ذریعہ سے غاروں میں پہنچتے

تھے۔ ان زمین دوز مکانات میں اکثر چند کمرے پائے جاتے ہیں جن کو ایک دہلیز کے ذریعہ سے ایک دوسرے سے ملا دیا ہے۔ اُن کمروں کی دیواروں میں جوف بنے ہوتے تھے اور انھیں میں یہ لوگ اپنے مُردوں کی نعشوں کو دفن کرتے تھے مگر اُمرا پتھر کے تابوت بنواتے تھے۔

تابوت اکثر سوتے ہوئے آدمی کے مشابہ ہوتے ہیں جن کے سر اور ہاتھ پر نقوش کندہ کئے جاتے تھے۔ یہ تابوت اکثر مصری تابوتوں کی شکل کے ہوتے تھے۔ بعض فنیقی قبروں میں سخت پتھر کے تابوت پائے جاتے ہیں جو مصر کے بنے ہوئے ہیں۔ اور مصری کتبے اُن پر سے چھیل کر بجائے اُن کے فنیقی کتبے بنائے گئے ہیں۔ تمام نعشوں کے برابر چراغ، جواہرات طلسمات، مٹی یا پتھر کے گلدان، بعل کا بُت جو دو مینڈھوں پر سوار ہے اور استارتہ کا بُت کبوتر ہاتھ میں لئے ہوئے ہر کی اور مٹی کی چھوٹی چھوٹی گاڑیاں رکھدیتے تھے۔ عورتوں کے مقبروں میں گلوبند، انگوٹھیاں، بازوبند، دھات کے آئینے اور عطر کی شیشیاں دفن کرتے تھے اور بعض اوقات اُن کے چہروں پر طلائی نقاب ڈالدیتے تھے۔

دوسری فصل

فنیقیوں کی صنعت اور تجارت

فنیقیوں کی صنعت | فنیقی بہت سی صنعتوں میں مہارت رکھتے اور مصنوعات میں مصریوں، کلدانیوں کی خوب تقلید کرتے تھے۔ پیتل، چاندی اور سونے کے برتن بناتے اور اُن پر نقاشی اور منبت کاری کرتے تھے۔ اُن کی بنائی چیزوں میں اچھلے بے پیندی کے

پیالے چاندی کے طباق، پیالیاں، اور لوٹے ہوتے تھے۔ اسی طرح طلائی گلوبند، جواہرات بازوبند، گوشوارے اور صندوقچے بنانا سخت پتھروں کو حسب منشا بنانے کے لئے تراشنا فنیقیوں کی خاص کام تھے ان پتھروں پر گُل بوٹے، پھول پتیاں اور گلدستے، گلاب کے پھولوں کے گچھے بنے ہوتے تھے۔ نیز مصری، آشوری اور فنیقی دیوتاؤں کی تصویریں، پرندے مچھلیاں، شیر اور گائے یا بارہ سینگے کی لڑائیاں اور عجیب عجیب جانوروں کی صورتیں خوب بناتے تھے۔ مثلاً عورتوں کے جسم کے ابوالہول، بکری کا بدن اور سانپ کے دُم کی تصویریں اور عنقا کی شکل جس کا بدن گائے کا اور سر اور چونچ مرغ کی ہوتی تھی۔

فنیقی دستکاریوں میں مجلسی تصویریں بھی تھیں جیسے قربانی کا جلسہ یا شیر کا شکار یا کسی شہر کا محاصرہ۔ چند سال قبل ملک اٹلی میں ایک چاندی کا تھال دستیاب ہوا جو فنیقیوں کا بنایا ہوا تھا۔ اُس تھال پر چند تصویریں بنائی گئی ہیں اور سب تصویروں کو ملا کر ایک حکایت پوری ہو جاتی ہے۔ پہلی تصویر میں ایک شخص جنگی گاڑی پر سوار ہے۔ جو قلعہ سے نکل رہا ہے۔ دوسری تصویر میں وہ زمین پر اُترتا ہے کہ بارہ سینگے کا شکار کرے۔ تیسری میں اُس نے بارہ سینگے کو مار لیا ہے۔ چوتھی میں وہ شکاری ایک جنگل میں کھڑا ہے اور اپنے گھوڑوں کو کھول رہا ہے۔ پانچویں میں وہ بارہ سینگے کا گوشت اپنے کھانے کے لئے پکا رہا ہے۔ چھٹی میں وہ شکاری پھر اپنی گاڑی میں بیٹھتا ہے اور ایک بڑا بندر اُس کا تعاقب کرتا ہے تاکہ اُس پر حملہ کرے۔ ساتویں میں اُس نے بندر کو پکڑ لیا ہے اور گھوڑے اُسے پامال کر رہے ہیں۔ آٹھویں میں بندر مارا گیا ہے۔ نویں میں وہ آدمی قلعہ میں واپس آ رہا ہے۔

فنیقیوں کے پیشے | فنیقیوں نے مصر کے کاریگروں سے کاتنا، بننا، کپڑے رنگنا کوزہ گری اور شیشہ گری کا کام سیکھا تھا لیکن ان پیشوں کو تکمیل تک خود انھیں نے پہنچایا ایک مدت سے مصری جواہر ریزے اور موتی بنانے کے لئے دھندلے شیشوں کا پگھلانا

جانتے تھے ظروف بنانے کے لئے بھی وہ شیشہ کو پگھلاتے تھے لیکن صاف و شفاف شیشہ بنانا غالباً فنیقیوں کی ایجاد ہے۔ یہ ایجاد حسب ذیل واقعہ سے ہوئی۔

کوہ کارمل (Carmel) کے دامن میں بلوس ندی (Belus) ایک جھیل سے نکلکر چند کیلو میٹر راہ طے کرنے کے بعد سمندر میں گرتی ہے اور سفید و خالص ریت اپنے ساتھ بہا کر لاتی ہے۔ ایک روز ایک شورہ سے بھری ہوئی کشتی اس کے کنارے آکر ٹھیری ملاح نیچے اُتر کر کھانا پکانے کا سامان کرنے لگے چونکہ وہاں پتھر نہیں تھے جن کو رکھکر چولھا بناتے اس لئے ملاحوں نے شورہ کے ڈلے زمین پر رکھکر اُن کا چولھا بنایا اور اُس کے اوپر دیگچی رکھی اور آگ جلائی شورہ پگھل کر شفاف شیشہ کا ایک صاف تختہ بن گیا۔ اس واقعہ سے شفاف شیشہ بنانے کی ترکیب معلوم ہوگئی۔

فنیقی بلوس کی ریت سے شیشہ بنانے لگے جو زیادہ خالص اور دوسرے شیشوں سے زیادہ لطیف ہوتا تھا جب کسی حسین لڑکی کی تعریف کرتے تو کہتے تھے کہ اُس کا رنگ صیدا کے بلور کی طرح صاف ہے۔ صیدا میں بلور کی صاف شفاف بوتلیں اور قرابے بنائے جاتے تھے اور تمام دنیا میں اُن کی شہرت تھی۔ وہ رنگین شیشوں کے مصنوعی جواہرات بھی بناتے تھے اور بلور کے رنگین برتن بھی خصوصاً نیلے رنگ کے بہت بناتے تھے۔ فنیقی تنزیب اور اُونی کپڑے زردوزی کام کے بھی تیار کرتے تھے خاصکر کپڑے رنگنے کا اُنھیں ایک بہت اچھا طریقہ معلوم تھا۔ وہ کہتے تھے کہ یہ طریقہ اُن کے ملکارت دیوتا نے ایجاد کیا ہے سُرخ گہرا رنگ وہ لوگ سمندر کے ایک سیپی دار جانور سے حاصل کرتے تھے۔ یہ جانور مورکس (Murex) کے نام سے مشہور ہے۔ وہ اس جانور کو خشک کرلیتے تھے یہاں تک کہ وہ آٹا ہوجاتا تھا۔ یہ سیپیاں کئی قسم کی ہوتی تھیں ایک تو وہ جو صور کے ساحلوں پر ملتی تھیں۔ اُن کا رنگ قرمزی بنفشی ہوتا تھا اس رنگ کو لوگ بہت پسند کرتے تھے اور ارغوان سلطنتی کہتے تھے۔ دوسری وہ جو سواحل یونان میں دستیاب ہوتی

تھیں اُن کا رنگ گہرا بنفشی ہوتا تھا۔ بحر ظلمات کی سیپیوں کا رنگ آسمانی سیاہی مائل ہوتا تھا۔ سُرخ رنگ بہت گراں تھا کیوں کہ اُس کی سیپیاں بہت کم ہاتھ آتی تھیں۔ وہ کپڑے کو رنگنے کے لئے اس رنگ میں دو دفعہ غوطہ دینا ضروری خیال کرتے تھے۔ فینقی مٹی کے پختہ ظروف اور چھوٹے چھوٹے مجسمے بھی بناتے تھے اور اُس پر سبز یا آبی مینا کاری کرتے تھے۔ استارتہ دیوی کے بُت اس قسم بنے ہوئے بہت پائے جاتے ہیں جو اپنے ہاتھ میں ایک کبوتر لئے ہوئے ہیں۔ ان کا ایک دیوتا اور پایا جاتا ہے جس کا قد چھوٹا، سر اور پیٹ بڑا۔ اور چہرہ عجیب ہے۔ فینقیوں نے اس دیوتا کو ایک مصری بت فتاہ نامی کی بچپن کی تصویر سے حاصل کیا ہے۔ یونانی اُس کو پیگمہ (Pygmee) کہتے تھے۔

فینقیوں کی تجارت فینقیوں کے پاس تجارت کا بہت سامان تھا۔ ایک طرف اُنکی زمین سے روغن، زیتون، شراب اور گیہوں حاصل ہوتا تھا۔ دوسری طرف اُن کے کاریگر جواہرات، ظروف، شیشہ آلات، اور رنگین کپڑے بکثرت بناتے تھے۔

ملک فینقیہ دو ملکوں کے درمیان واقع تھا ایک مصر دوسری آشور۔ یہ دونوں ملک اُس زمانہ میں مالی حیثیت سے تمام دنیا کے ممالک پر برتری رکھتے تھے۔ اس لئے دونوں طرف سے مالِ تجارت اونٹوں پر لاد کر فینقیہ میں لایا جاتا تھا۔

یہودیوں کے پیغمبر حزقیل علیہ السّلام نے دُنیا بھر کے مال کی جو صور میں یکجا تھا تفصیل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

جنوب کی طرف سے کندر، مُرمر، عقیق اور عقیقِ یمنی جو عرب کی تجارت کا خاص مال ہے۔ ہندوستان سے دال چینی، مرچیں، ہاتھی دانت اور خوشبودار لکڑیاں۔ ایتوپی (حبشہ) سے آبنوس اور شتر مرغ کے پر مصر سے روئی کے کپڑے۔ اور مشرق سے شام کے لطیف پشمینے، فرش، عطریات کھجور اور بابل کا گیہوں۔

شمال کی طرف سے آرمینیا کے گھوڑے اور خچر تانبے کے آلات جو قفقاز والے بناتے ہیں۔ اور غلام جو دریائے بحیرۂ اسود کے کنارے سے خرید کیے جاتے تھے۔

اُس زمانہ میں بحری سیّاح اور کشتی چلانے والے صرف فینقی تھے اُن کی کشتیاں جو بادبانی ہوتی تھیں رات کو قطب ستارے کی ہدایت سے دریا میں چلتی تھیں۔ یہ لوگ کپڑے، جواہرات اور بت بھر کر لیجاتے تھے تاکہ اُن وحشی قوموں کے ہاتھ جو بحیرۂ روم کے کنارے رہتی ہیں فروخت کریں۔ اور اُن کے عوض اُن ملکوں کی پیداوار بھر کر لاتے تھے۔

صیدا کے لوگ جزیرۂ قبرص سے تانبا اور جزیرۂ ملس (Melos) سے پھٹکری اور جزیرۂ تازس (Thasos) سے سونا اور بحیرۂ اسود سے لوہا اپنے ملک میں لاتے تھے۔ اور ہر جگہ غلاموں کی جستجو میں رہتے تھے۔ خصوصاً جوان لڑکیاں لڑکے اور جنگی غلام فاتحوں سے خریدتے تھے۔ نیز وہ لڑکے بھی جن کو اُن کے ماں باپ بیچ ڈالتے تھے (چنانچہ قفقاز کے پہاڑوں پر اب بھی یہی ہوتا ہے) اکثر اوقات صیدا کے لوگ خریدنے کی تکلیف بھی نہیں اُٹھاتے تھے بلکہ آدمیوں کو چُرا لیتے تھے۔ مثلاً کسی ساحل کے قریب کسی عورت یا بچّہ کو دیکھتے تھے تو اُسے پکڑ لیتے تھے۔ اور کبھی غیر محفوظ گاؤں پر جا پڑتے اور اُسے غارت کرکے وہاں کے لوگوں کو لیجاتے تھے اس غرض کے لیئے فینقی تجارت کے ضمن میں چوری بھی کرتے تھے۔

ہیرڈوٹس ایک حکایت بیان کرتا ہی کہ ایک روز فینقی ارگوس میں اُترے (Argos) جو اُس زمانہ میں یونان کا بہترین شہر تھا اور اپنا سامان بھی کنارے پر اُتارا یونانی اُن سے سامان خریدنے کے لیئے وہیں آنے لگے چند روز کے بعد جب اُن کا سب مال بک چکا تو وہاں کے بادشاہ کی لڑکی عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ فینقیوں کے پاس آئی۔ ابھی یہ عورتیں خریدنے میں مصروف تھیں کہ ایک دم بیچنے والوں نے اُن پر حملہ کیا اور زبردستی اُنھیں پکڑ کر اپنی کشتیوں میں بٹھا کر چلتے ہوئے۔

مغربی اطراف میں بھی فنیقی ... کی تجارت کرتے تھے وہ سسلی سے گیہوں اسپین سے
چاندی اور اون لاتے تھے بلکہ وہاں سے آگے بڑھ کر بحر ظلمات میں داخل ہو کر انگلستان
کے قریب تک جا پہونچے تھے اور اس کے نواح سے قلعی یعنی رانگا لاتے تھے۔

فنیقی نہیں چاہتے تھے کہ اور قومیں ان کی برابری کرسکیں اس لئے وہ لوگ اپنی راہ
کو ہمیشہ پوشیدہ رکھا کرتے تھے ... اگر کسی شخص کو معلوم ہوتا کہ فنیقی جن جزیروں سے
قلعی لاتے ہیں وہ کہاں واقع ہیں ... چند صدی پہلے انھوں نے پہونچ کر
معلوم کرلیا تھا اور وہاں تجارت کرتے تھے ایک دفعہ اتفاقاً یونانیوں کی ایک کشتی
اس ملک میں پہنچ گئی اس وقت سے انہیں اس کا پتہ چلا۔

کارتھیج کے لوگ بھی نہیں چاہتے تھے کہ تجارت میں کوئی قوم ان کے ساتھ ہمسری
کرسکے جس وقت وہ ساحل افریقہ یا جزیرہ سارڈینیا کے قریب کوئی کشتی دیکھتے تھے
تو کشتی چلانے والوں کو سمندر میں ڈبو دیتے تھے ایک دفعہ اجنبی قوم کی ایک کشتی کارتھیج کی
ایک کشتی کا تعاقب کررہی تھی اور یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کارتھیج والے کدھر جانا چاہتے ہیں
کارتھیج کی کشتی کے ناخدا نے اپنی کشتی کو سنگلاخ چٹانوں میں لیجا کر غرق کردیا تاکہ اجنبی قوم
والوں کو راستہ بھلا دے اور ان کو اپنی منزل مقصود کی خبر ہونے نہ دے۔

تجارت بدوش فنیقی فنیقی جن ممالک میں جاتے تھے وہاں مکان اور گودام کے محتاج
ہوتے تھے اس سے بہت سے شہروں میں انھوں نے تجارتی گودام بنانے کی اجازت
حاصل کرلی تھی شہر ... میں ... کا ایک مخصوص محلہ تھا جس کو صوریوں کا محلہ کہتے تھے
بعض ملکوں میں جہاں شہر نہیں تھے یہ لوگ مجبور تھے کہ اپنی ضرورتیں پوری کرنے
کے لئے مکان بنا کر رہیں۔

فنیقی اپنے ... کے لئے چھوٹے جزیروں اور راسوں کو زیادہ پسند کرتے تھے اور
وہاں قدرتی بندرگاہ ... اپنے ... کے مکانات چھوٹے قلعے اور ...

بنانے تھے۔ ان سب میں عموماً صیدا کی دیوی یا صور کے دیوتا بعل [illegible] کی عبادت
کی جاتی تھی۔ [illegible] کا مجموعہ جس میں گودام، مکانات سکونت، قلعہ اور معبد [illegible] شامل
ایک تجارتی بازار تھا جہاں اس ملک کے باشندے اپنی پیداوار لا کر [illegible] کے معاوضہ
میں کپڑے، جواہرات اور بت حاصل کرتے تھے۔ یورپ کے لوگ اب بھی [illegible] کے
ساحلوں اور بحر [illegible] کے جزیروں میں اسی قسم کے بازار رکھتے ہیں [illegible]
کہتے ہیں۔

یونان اور ایشیا کے ساحلوں پر صیدائیوں کی نو آبادیاں [illegible] کی [illegible]
ہوتی تھیں۔ جزیرہ سیترا (Cythere) میں انہوں نے [illegible]
شکار کے لئے سکونت کی ایک جگہ بنا رکھی تھی۔ وہاں [illegible]
بھی تھا [illegible] کے گرد [illegible] پاس کے جنگل کو وہ مقدس جنگل سمجھتے تھے۔

جزائر قبرص، کریٹ اور روڈس میں البتہ صیدائیوں نے شہر بسائے [illegible] جزیرہ
قبرص میں فینیقیوں کے بنائے ہوئے جواہرات اور چھوٹے چھوٹے مجسمے بکثرت پائے
جاتے ہیں۔

[illegible] لوں نے مغربی ممالک میں بھی اسی قسم کے کنتوار قائم کئے تھے [illegible]
قسم کی [illegible] نے بالکل گھیر رکھا تھا [illegible] لوگ [illegible] میں عمدہ بندرگاہوں [illegible]
مالک ہو گئے تھے اور اسپین کے جنوبی ساحل پر بھی قابض تھے۔

مغرب میں جبل طارق (جبرالٹر) اور ایک جزیرے میں انھوں نے کاڈس بسایا تھا
[illegible] کے معنی ان کے زبان میں قلعے کے ہیں۔ وہاں ملکارت کا ایک معبد بھی [illegible]
[illegible] شمالی افریقہ میں ان کی تین [illegible] وہاں [illegible] اور مقام [illegible] انگریز [illegible]
(Colonie) کہتے ہیں۔

جس ملک کو آجکل یونس کہتے ہیں وہاں صوریوں نے سمندر کے کنارے کئی شہر

بناے سے ہن یں سب سے بڑا شہر اوتیک (Utique) تھا جو
گیارہ [illegible] قبل مسیح میں بنکر تیار ہوا تھا اس کے بعد انھوں نے ایک (سور)
[illegible] کارتھج تھا (یعنی نیا شہر)
کارتھج [illegible] عرب قرطاجنہ کہتے تھے یونانیوں نے اس شہر کی تعمیر سے کچھ عرصہ بعد
[illegible] کے [illegible] رنے کا باعث مندرجۂ ذیل حکایت کے سانچے میں ڈھال کر مشہور
[illegible] یا تھا۔ صور کا ایک بادشاہ مرگیا اس کی دو اولادیں اس کے بعد باقی رہیں ایک لڑکی
[illegible] س کا نام الیسا (Elesso) تھا اس لڑکی کی شادی سیشاربال
(Sichorbal) ملکارت دیوتا کے بڑے کاہن کے ساتھ ہوئی تھی دوسرا
موٹا لڑکا پیکمالیون نامی تھا۔ بادشاہ مذکور نے وصیت کی تھی کہ اس (بادشاہ) کے
لڑکے کے عوض سیشاربال کاہن تخت نشین ہو۔ لیکن رعایا نے شورش کرکے سیشاربال
کو معزول کردیا۔ پیکمالیون جب بڑا ہوا تو اس نے سیشاربال کو مار ڈالا۔ سیشاربال کی
بیوی الیسا نے چاہا کہ اپنے شوہر کے خون کا انتقام لے اور پیکمالیون کو تخت سے
اتار دے۔ بڑے بڑے خاندانی رئیسوں کے ساتھ مل کر اس نے خفیہ سازش کی لیکن
اس کی سازش ظاہر ہو گئی۔ لہذا الیسا اور اس کے دوستوں نے صور میں رہنا خطرناک
خیال کیا۔ اس وقت اتفاق سے چند کشتیاں صور کے بندرگاہ پر موجود تھیں جو کوچ
کرنے پر آمادہ تھیں الیسا کے طرفداروں نے اچانک ان پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور
معہ الیسا کے اس پر سوار ہو کر فرار ہو گئے۔ اسی لئے الیسا کو وہ لوگ دیدن (Didon)
یعنی فراری کہنے لگے۔ مختصر یہ کہ یہ فراری لوگ افریقہ میں پہنچے اور وہاں رہنے کا
ارادہ کیا۔ جو زمین انھوں نے رہنے کے لئے پسند کی وہ بادشاہ لیبیا کے قبضہ میں
تھی دیدن نے سمندر کے قریب ایک زمین بادشاہ مذکور سے خرید کے وہاں شہر کارتھج
آباد کیا اور اب یہ مقام شہر تونس سے چند کیلومیٹر کے فاصلہ پر بجانب شمال مشرق

واقع ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ شاہ لیبیا نے دیدن کے ہاتھ اتنی زمین بیچنے سے انکار کیا تھا جو شہر کارتھیج بنایا جا سکے۔ الیسا نے بادشاہ سے کہا اس قدر زمین مجھے دیدو جس میں ایک گائے کی کھال چھپا سکے۔ بادشاہ اس پر راضی ہوگیا اور معاملہ کر لیا۔ الیسا نے گائے کی کھال کے باریک تسمے کٹوا کر زمین پر پھیلا دیئے۔ اس حیلہ سے وہ ایک نہایت عمدہ اور وسیع رقبہ پر قابض ہوگئی جو ایک شہر کی آبادی کے لئے بخوبی کافی تھا۔

بہرحال کارتھیج بلاد افریقیہ میں ایک بہترین شہر ہوگیا۔ جب صور منہدم ہوگیا تو بحیرۂ روم کے ساحل پر کارتھیج نے اس کی جگہ لے لی بلکہ وہ طاقت اور عظمت میں صیدا وصور سے بھی سبقت لے گیا۔ ساحل افریقیہ اور ساحلِ اسپین پر بھی اس کا تصرف ہوگیا۔ بحرِ اوقیانوس میں اس کی کشتیاں دوڑنے لگیں۔ بہت سی فوج بھی ملازم رکھی۔ کارتھیج والوں کا اقتدار تین صدی سے زیادہ تک یعنی اس وقت تک قائم رہا جب کہ سلطنت روما کے ساتھ کارتھیج والوں کی لڑائیاں شروع ہوئیں۔

الف بے اگرچہ ایک مدت سے مصری اور آشوری لکھنا جانتے تھے لیکن ان کا تحریر کا طریقہ بہت مشکل تھا کیوں کہ ان کے خط کا ایک حرف کبھی تو ایک آواز کی جگہ سمجھا جاتا تھا اور کبھی پورے کلمہ کے معنی ادا کرتا تھا۔ فینقیوں کو اپنے تجارتی کاروبار کے لئے ایک نہایت سادہ خط کی ضرورت تھی۔ اس غرض کے لئے اُنھوں نے بائیس حروف انتخاب کئے جن میں سے ہر حرف ایک خاص آواز دیتا تھا اور ان سب کو وہ الف بے کہتے تھے۔ شاید یہ حروف اُنھوں نے مصری حرفوں سے اخذ کئے تھے۔ بہرصورت تمام دنیا کی قوموں نے فینقی الف بے کو اختیار کیا البتہ اُن کی شکلوں میں تھوڑا بہت تغیر کر دیا۔

فینقی سیدھے طرف سے اُلٹی طرف لکھتے تھے عبری، سریانی اور عربی خطوط بھی

[illegible] یں لیکن یونانیوں نے اُلٹی طرف سے سیدھی طرف لکھنے کی عادت ڈالی [illegible] لاطینیوں نے بھی اُن کی پیروی کی اور اب تمام عیسائی قومیں اسی طرح لکھتی ہیں [illegible] یہ۔ عبری، عربی، یونانی، لاطینی وغیرہ الف بے سب فنیقی الف بے سے ماخوذ و [illegible] ہوتا ہے کہ ہندوستان کے خط سنسکرت اور جرمنی اور ناروے کے رہنے والے مشرکین کے خطوط بھی جنھیں وہ بت مقدس خط سمجھتے تھے فنیقیوں کی الف بے ہی سے بنے ہوں گے۔